# دراسات اسلامیہ کے فروغ میں ہندوؤں کی خدمات

پروفیسر شیخ محمد اسمٰعیل اعظمی

کتابی دُنیا-دہلی

Marfat.com

Marfat.com

# دراسات اسلامیہ کے فروغ میں
# ہندوؤں کی خدمات

Marfat.com

111914

©بیگم فہمیدہ نسرین اعظمی

# DIRASAATE ISLAMIA KE FAROGH MEIN HINDOAUN KI KHIDMAAT

by

**Professor Shees Muhammad Ismail Azmi**

**(Head Department Of Islamic Studies, Jamia Millia Islamia, N. Delhi)**

**Year Of Edition 2002 C.E.**

**ISBN -81-87666-41-2**

**Price Rs. 250/-**

نام کتاب.....دراسات اسلامیہ کے فروغ میں ہندوؤں کی خدمات

مصنف..... پروفیسر شیث محمد اسمٰعیل اعظمی

صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نیو دہلی

سن اشاعت.....۲۰۰۲ء

قیمت.....۲۵۰روپے

کمپوزنگ.....صہیب عالم صدیقی

مطبع.....کاک آفسیٹ پرنٹرس دہلی

تقسیم کار.....اعظمی کاٹج، 532، ذاکر نگر ویسٹ، جامعہ نگر نیو دہلی. 110025

فون :6322633

E-mail:azmicottage@rediffmail.com

**Published by:**

**Kitabi Duniya**

**1955,Gali Nawab Mirza Turkman Gate,Delhi-6(INDIA)**

Phone : 3288452

**E-mail: kitabiduniya@rediffmail.com**

Marfat.com

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| (۱) | مسلم ہندوستان کی سیاسی وثقافتی تاریخ | 1- 149 |
| (۲) | سیرت نبوی | 150- 154 |
| (۳) | قرآن کے ہندو مترجم | 155- 158 |
| (۴) | اسلامیات | 159- 168 |
| (۵) | نعت گو ہندو شعرا | 169- 231 |
| (۶) | ہندو مرثیہ گو | 232- 252 |
| (۷) | ہندو خوشنویس | 253- 265 |
| (۸) | ہندو تذکرہ نگار | 266- 268 |
| (۹) | ہندو لغت نویس | 269-270 |
| (۱۰) | ہندو مترجمین | 271- 277 |
| (۱۱) | تصوف | 278- 279 |
| (۱۲) | اخبارات ومطابع کے ہندو مالکان | 280-290 |
| | الف-منشی نول کشور | 291-304 |
| | ب-نول کشور پریس | 305- 327 |


Marfat.com

یہ کتاب جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مالی تعاون سے منصہ ظہور پر آئی ہے۔ یہ تعاون UGC کی UNASSIGNED GROUP-C برائے سال 2002/03 کے تحت شیخ الجامعہ جناب سید شاہد مہدی صاحب کی عنایت خسروانہ سے ممکن ہو سکا جس کا شکریہ لازمی ہے۔

Marfat.com

# انتساب

پروفیسر اختر الواسع صاحب کے نام

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

تین جلدوں پر مشتمل اس کتاب کی پہلی جلد آپ کے سامنے ہے۔ موضوع اپنی اہمیت کے ساتھ ساتھ تفصیل اور توسیع بھی چاہتا تھا۔ اگر خدا نے توفیق دی تو اس کی بقیہ جلدیں بھی پہلی جلد کی اشاعت کے بعد پیش کی جائیں گی۔ خود پہلی جلد ۱۲ ابواب پر منقسم ہے جب کہ اس سلسلہ کے بہت سارے موضوعات باقی ہیں بالخصوص وہ موضوعات جو ہند اسلامی تہذیب کے ثقافتی اور جمالیاتی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہماری کوشش رہی ہے اور رہے گی کہ اپنی تہذیبی زندگی کے وہ پہلو لیے جائیں جو ہماری وسیع المشربی، صلح کل اور رواداری کی عکاسی کریں۔ اختلافی پہلو اور مناظراتی لٹریچر کو بالقصد نظر انداز کیا گیا ہے۔ اسے اجاگر کرنے سے نہ تو تاریخ و تہذیب کی خدمت ہوگی اور نہ حق گوئی و صدق بیانی کی، لیکن ایک تکلیف دہ سوال ضرور ذہن میں اٹھتا ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش، ایک دوسرے کی خوبیوں اچھائیوں کو شعوری اور غیر شعوری طریقہ پر جذب کرنے کی خواہش، ۱۸ ویں صدی کے آتے آتے اکدم سے کم اور پھر ختم ہوگئی، جبکہ مغل حکومت کے زوال کا آغاز ہندو مذہب کے سمجھنے انکے آثار و ادبیات کے ترجمہ کے عروج کا عہد تھا۔ اسی کے فوراً بعد اسلامی تہذیب کو اچانک دو طرفہ حملوں کا سامنا کیوں کرنا پڑا؟

Marfat.com

بہر حال ہندوستان ہمیشہ سے رواداریوں کا ملک رہا ہے اور آج جہاں جس مقام پر ہے وہ انہیں رواداریوں کا فیض ہے۔ بنونی طرزِ فکر اور تحریکات کسی بھی، ملک وملت کے لیے سود مند نہیں۔

اس کتاب میں اقتباسات بہت ہیں کہ ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ جن کتابوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، نعتیہ شاعری اور امیر حسن نورانی صاحب کی منشی نول کشور والی کتاب ہے، ان کے مصنفین اور ناشرین کا بہت بہت شکریہ۔ اپنے کرم فرما جناب ضیاء الحسن ندوی صاحب نے جس طرح دامے درمے سخنے مدد کی ہے اس کے شکریہ کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں؟

ہاں پروف ریڈنگ میں عزیزی جنید حارث صاحب، لکچرار شعبۂ اسلامیات اور عزیزی صدف مشرف، ایم اے اسلامک اسٹڈیز نے جس طرح اپنا قیمتی وقت دیا اس کے لیے دونوں ہی شکریہ کے مستحق ہیں۔

رفیق شعبہ ڈاکٹر سید شاہد علی صاحب نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اپنے پر خلوص مشوروں اور ہر ممکن خدمت سے مجھے شرمسار کیا۔ ان کا اور انکے دوست اقبال علی صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی احسان ناشناسی ہوگی۔

آخیر میں اپنے بچوں فوزان، ارزو اور صدف کا ذکر ضروری ہے کہ ان کی ہمت افزائی ہمہ وقت ساتھ رہی۔ میری اہلیہ فہمیدہ نے گھریلو مصروفیات سے بے نیاز کر کے زیادہ سے زیادہ وقت مہیا کیا۔

پروفیسر شیث محمد اسمٰعیل اعظمی
صدر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر
نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

Marfat.com

# (۱)

# مسلم ہندوستان کی سیاسی وثقافتی تاریخ

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد نہ صرف یہ کہ سیاسی اور سماجی انقلاب کا سبب بنی بلکہ ایک فکری انقلاب کی محرک بھی ثابت ہوئی، سیاسی اور سماجی انقلاب کے واضح اثرات اولین طور پر شمالی ہند میں پڑے جہاں اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوا پھر دونوں قوموں کے افراد کے باہمی میل جول سے جو طرز بود و باش وجود میں آیا وہ ایک مشترکہ تہذیب کا پیش خیمہ تھا، مسلمان اور ہندو امرا کے درباروں کے آداب نشست و برخواست، لباس اور وضع قطع کی یکسانیت نے بہت جلد ایسی صورت اختیار کرلی کہ ابن حوقل نے (م ۹۷۷ء) کھمبائت کے سلسلہ میں لکھا کہ ''وزی المسلین و الکفار بها واحد فی اللباس و ارسال الشعر کھمبائت کے ہندو مسلمان ایک سا لباس پہنتے ہیں اور بالوں کا انداز بھی ایک ہے سندہ اور منصورہ کے لیے لکھتا ہے کہ: ''و زیهم زی اهل العراق، الا ان زی ملوکهم یقارب زی ملوك الهند'' ان کا لباس اہل عراق جیسا ہے بجز اس کے کہ ان کے بادشاہوں کا پہناوا اہل ہند جیسا ہے''۔

منصورہ کے بارہ میں ادریسی (سال تصنیف ۵۴۸ ہجری) لکھتا ہے کہ



Marfat.com

''اہالی شہر کی ہئیت اور عام لوگوں کا لباس عراق کے باشندوں کی طرح ہے لیکن یہاں کے سلاطین ہندو راجاؤں کی طرح کرتے (قراطق) پہنتے ہیں اور لمبے لمبے بال رکھتے ہیں (۱)۔ دیبل کے بارے میں لکھتے ہوئے مقدسی کہتا ہے کہ سارے ہی مسلمان باشندے تجارت پیشہ ہیں، عربی نیز سندھی بولتے ہیں۔ (۲) جنوبی ہند میں صورتحال مختلف تھی'' جنوب ہی میں پہلے ہندوازم کا اسلام سے ربط قائم ہوا جس سے ہندو فکر کی تابانی میں برق کی سی قوت آ گئی۔ (۳) بارتھ اپنی کتاب ''ہندوستانی مذاہب'' میں ظہور اسلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ''قبل اس کے کہ ان کے ہم مذہب، افغان، ترک اور مغل فاتح کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوں، ان ساحلوں پر خلافت کے زمانہ ہی میں عرب سیاحوں کی حیثیت سے اتر چکے تھے اور انہوں نے ان علاقوں سے تجارتی تعلقات اور راہ و رسم پیدا کر لی تھی ٹھیک یہی علاقے ہیں جہاں نویں صدی سے بارہویں صدی تک بڑی بڑی مذہبی تحریکیں ابھریں جنکا تعلق شنکر، رام نج، انند تیرتھ (۴) اور بساوا سے ہے۔ ایک خدا کی پرستش، شنکر کے پیش رووں کی کوششوں سے پروان چڑھ چکی تھی، لیکن اسے فلسفہ کی مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا تھا اس طرح سے کہ نہ صرف خواہش بلکہ ذہن بھی قائل ہو جائے اور اس کی پائیدازی یقینی ہو جائے۔

وحدانیت کے اس رجحان کے استحکام کو اسلام جیسے پختہ وحدانیت کے مذہب کے آنے سے زبردست شہ ملی، شنکر کی پیدائش اس وقت ہوئی جب مسلمان ہندوستان میں اپنی سرگرمیاں شروع کر رہے تھے..... ان کی پیدائش اور پرورش ایسی جگہ ہوئی جہاں سے عرب اور خلیج فارس سے آنے والے اکثر جہاز گذرتے تھے، اگر ان کی پختہ وحدانیت اور خدائے واحد کو ہر قسم کی ثنویت



Marfat.com

کے شائبہ سے پاک کرنا، الہامی کتب مقدسہ کی سند پر اس وحدانیت کو قائم کرنے کی کوشش اور مذہب کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کرنے کی خواہش میں ذرا بھی ان نئی آوازوں کی بازگشت بھی تھی تو یہ تعجب یا مطلق بے اعتباری کی بات نہیں ہے، (۵) اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندومت میں بہت سے عناصر اسلام سے براہ راست روابط کے ذریعہ سے حاصل کیے گئے، ان عناصر پر اسلام کی چھاپ گہری ہے۔ (۶) "رامانج کے فلسفے نے ایک اچھے صفات والے خدا کو مانا ہے اور ایمان وعقیدت کے ساتھ اس کی عبادت کی تلقین کی ہے اس نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا ہے کہ مذہب کے دروازے ان طبقوں کے لیے بھی کھول دے جائیں جواب تک اس سے محروم تھے وشنو سوامی نمیار کا اور مادھو کے انسان اور خدا کی فطرت کے بارہ میں جو مابعد الطبیعاتی مباحث ہیں، ان میں ایک گونہ نظام، اشعری اور غزالی کے مباحث کی جھلک نظر آتی ہے۔ (۷) بہرحال نویں صدی کے بعد سے جنوبی ہند کے افکار میں بعض خصوصیات ملتی ہیں جو اسلامی اثرات کی طرف پرزور اشارے کرتی ہیں یہ خصوصیات وحدانیت میں بڑھتا ہوا اصرار جذباتی پرستش، خودسپردگی (پراپتی) اور شیخ کا احترام (گروبھگتی) ہیں۔ (۸) شمالی ہندوستان میں کبیر، گرونانک، دھنا (۱۴۱۵) سائیں، رائے داس، دادودیال (۱۵۴۴ء) ملوک داس جگ جیون داس (سرہار بارہ بنکی، ۱۶۸۲ء) کیشو داس (۱۷۲۷ء-۱۶۶۸ء) چرن داس ۱۷۰۳ء گریب داس ۱۷۱۷ء روہتک پنجاب، سہجا نند (اجودھیا ۱۷۸۰ء) پلٹو داس، جلالپور فیض آباد بنگال میں چیتنیہ (۱۴۸۵ء) اور دکن ومہاراشٹر کے بہت سے مشہور اور مرجع عوام سادھوؤں، سنتوں کے فرمودات، انکے بھجن اور مذہبی دعاؤں اور مناجاتوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں بہت سی ایسی



Marfat.com

تعلیمات مل جاتی ہیں جو اسلام سے مستعار لی گئی ہیں۔ اور گو کہ انھوں نے اپنی تعلیمات سے علوم اسلامیہ کے فروغ میں براہ راست اور بالمقصد حصہ نہیں لیا ہے، لیکن پھر بھی اس کار خیر کی ابتدا انہیں سے ہوتی ہے۔ ان کے فرمودات میں ایسے الفاظ و اصطلاحات کا استعمال جو اسلام سے مختص ہیں اکثر و بیشتر نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر گرونانک اور کبیر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فارسی زبان سکندر لودھی کے زمانہ سے دفتروں میں استعمال ہونا شروع ہوئی۔ لیکن خود عوام میں فارسی کا ذوق پیدا ہو چلا تھا سکندر لودھی کے زمانہ کا ایک شاعر ڈونگر مل ہے۔ اس کا فارسی کا یہ شعر ؎

دل خوں نشد ے چشم تو خنجر نہ شد ے گر

رہ گم نشد ے زلف تُو ابتر نشد ے گر

اس بات کی شہادت ہے کہ فارسی سے شغف پیدا ہو چلا تھا اور لوگ اس قابل ہو گئے تھے کہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار اس نئی زبان میں کر سکیں جو اب دفتری یا سرکاری زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، ظاہر ہے یہ خیال کہ فارسی زبان کو فروغ اسی زمانے سے ملا۔ خلاف حقیقت ہے، سنسکرت اور پہلوی زبانیں ایک ہی نسل کی زبانیں تھیں۔ ایران و ہندوستان کے تعلقات تو مسلمانوں کی آمد سے پہلے بھی تھے چنانچہ ایک مصنف کا یہ لکھنا کہ ''پیش از سلطنت اسلام نیز رایان و راجگان با سریر آرایان ایران و افغانستان نامہا و مکاتب بزبان فارسی می نوشتند و پیغامہا بزبان پارس می گزاشتند''(۹) اس بات کا شاہد ہے کہ ہندوستانی راجوں مہاراجوں کے دربار میں ایسے وڈوان اور عالم یقیناً رہے ہوں گے، دونوں زبانوں پر جن کی دسترس رہی ہوگی نہ صرف دسترس



Marfat.com

بلکہ ان کو عبور حاصل رہا ہوگا وگرنہ ترجمانی اور مراسلت ومکاتبت کا کام ممکن نہیں تھا، ظاہر ہے اس کے پیچھے معاشی اسباب ومحرکات بھی تھے۔

کم وبیش اسی عہد کے بارے میں بیہقی کا بیان ہے کہ ''افسران وسہ بازان ہندو و در آرائش سلطان افتخار خدمت داشتہ اند'' وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جے سین کا بیٹا ''ٹیک'' فارسی و ہندوستانی دونوں سے واقف تھا وہ خطاطی اور دیگر علوم میں بھی دسترس رکھتا تھا علاوہ ازیں غزنویوں کے دربار میں بہت سے ہندو موجود تھے جو درباری زبان فارسی سے بخوبی واقف تھے اس نے سندر بجے رائے اور ناہرناتھ نامی دو افسروں کے نام بھی دئے ہیں۔

موضوع کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے ہم پھر سکندر لودھی کے زمانہ میں لوٹتے ہیں۔ جب بقول فرشتہ'' ہندوؤں نے اس عہد میں فارسی کی جانب توجہ منعطف کی اس سے قبل انھوں نے اس کی طرف اقدام نہیں کیا تھا (۱۰) حالانکہ ہمیں کشمیر میں ایسے ہندو نظر آتے ہیں جو سلطان زین العابدین کے زمانہ میں فارسی سے دلچسپی لینے لگے تھے، اکبر کے زمانہ تک ہمیں اکا دکا ایسے ہندو نظر آنے لگتے ہیں جن کو فارسی دانی سے تعلق تھا لیکن جہاں تک ہمارے موضوع کا تعلق ہے یعنی ایسی تخلیقات کا جو اسلامیات کی ضمن میں شمار کی جاسکیں۔ ان میں صرف چند ہی نام ہونگے ان میں سرفہرست رائے منوہر داس کچھواہا ہے جس کا دوسرا نام مرزا منوہر توسنی بھی ہے۔ بدایونی اور طبقات اکبری کے ساتھ ساتھ دوسرے تذکروں میں اس کا نام کافی نمایاں ہے۔

صاحب انیس العاشقین رتن سنگھ زخمی نے ان کے یہ اشعار دیے ہیں جو حضرت علی کی مدح میں ہیں



Marfat.com

تعالی اللہ عجائب بارگاہست
کہ غیرکعبہ و بت خانہ راہست
علی بگذیدۂ لطف الہہ است
بہ محشر مہربان را عذر خواہست
نہ گنجد وصف حیدر دربیانہا
بود در منقبت قاصر زبانہا

(تفصیل کے لیے دیکھیے ریاض العارفین بتصحیح ومقدمہ سید حسام الدین راشدی۔)

اکبراور جہانگیر کے دور میں ترجمے زیادہ ہوئے ہیں اور تخلیقی کام کم ہوا۔

دراسات اسلامی کے سلسہ میں ہندوؤں کی تخلیقات کا بیشتر حصہ فن تاریخ کا احاطہ کرتا ہے حالانکہ ہندوؤں کے اپنے علوم کو دیکھیں تو یہ بات عجیب سی لگتی ہے کیوں کہ انہوں نے اپنے پرانے عہد میں علم تاریخ واساطیر پر کوئی کتاب مرتب نہیں کی۔ سرجادوناتھ سرکار نے صحیح لکھا ہے کہ ہندو علوم انسانی کی اس شاخ کی جانب مسلمانوں کی آمد کے بعد متوجہ ہوئے اور اس فن میں مسلمانوں کی اتباع اس حد تک کی کہ تاریخ نویسی میں مسلمانوں کے محاسن کے ساتھ ساتھ ان کے نقائص و معائب بھی اپنا لیے یہی نہیں بلکہ انھوں نے مسلمانوں کے مخصوص محاورے اور اسلامی تراکیب والفاظ بھی بلا تکلف اپنا لیے، ان کے انداز اس حد تک اپنائے کہ ہندوؤں کی ترتیب یا تصنیف کی ہوئی تاریخ کی کتب بھی مسلمان مصنفوں کی طرح حمد ونعت سے شروع ہوتی ہیں اور کتابوں کے اختتامی کلمات بھی مسلمانوں ہی کے انداز میں لکھے جاتے ہیں۔

وقائع عالم شاہی مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی مطبوعہ ۱۹۴۹ کے صفحہ ۲ پر کنور



Marfat.com

پریم کشور فراقی کے روزنامچہ کی ابتداء والا پیراگراف اس طرح شروع ہوتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وثنا پادشاہے راسزا کہ درسلطنت کونین بوجود اوست و شاہان روے زمین وخداوندان چتر راافتخار بفضل او..... درود وتحیات وسلام زاکیات برآن سروع کہ درشان لولاک لما خلقت الافلاک نازل شدہ وصلوات و پیغامات و نیاز بے نہایات برابن عم و وصی اعظم او کہ مظہر عجائب و اسد اللہ الغالب وصائب ذوالفقار وقسیم الجنت و لنار است صلواۃ اللہ علیھما و لی آلیہ واجمعین (۱۱)

دراسات اسلامیہ کی دیگر شاخوں کے مقابلہ میں اسلامی تاریخ پر لکھنا زیادہ آسان تھا۔ مغل عہد کے بہت سے مورخین واقع ہونے والے بہت سے واقعات کے عینی شاہد تھے۔ اس لیے ان کے بیانات کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے ہیں ہندوؤں کی تصنیفات زیادہ سے زیادہ نظر آنے لگتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اچھی کتاب ''چہار چمن'' نظر آتی ہے جو بنیادی طور پر تو انشا کی کتاب ہے لیکن تاریخ کی حیثیت سے بھی اہم ہے جس میں شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے امراء اور وزراء کا ذکر بھی ہے۔

## مسلم تاریخ اور ہندو مصنفین

''چہار چمن'' کا مصنف چندر بھان برہمن اپنی دوسری حیثیتوں کی وجہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلق اس کی مذکورہ بالا کتاب



Marfat.com

میں صرف چند چیزیں ہی ملتی ہیں۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام بنواری لال داس ولی کا ہے۔ جسے کچھ لوگ بنوالی بھی لکھتے ہیں اور راجہ ولی بھی لکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول یہ رسالہ صرف ہندو راجایان قدیم کے حالات پر مشتمل ہے اور کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ (۱۲) ان کا یہ تبصرہ تعجب سے خالی نہیں کیوں کہ اس تذکرے میں قدیم راجگان ہند کے ساتھ ساتھ عہد شاہجہانی (۱۰۳۷ھ ہجری تا ۱۰۶۸ھ ہجری) تک کے مسلم سلاطین کی تاریخ بھی درج ہے۔ بنواری داس دارا شکوہ کا منشی تھا اس کی وفات ۱۰۸۵ ہجری میں ہوئی اس وقت کے مروجہ علوم بشمول علوم اسلامیہ میں بھی دسترس رکھتا تھا اپنے عہد کے اچھے فارسی شعرا اور فارسی نویسوں میں شمار کیا جاتا تھا، فارسی و ہندی دیوان کے علاوہ گلزار حال، محیط معرفت اور گنج عرفان نامی کتابیں بھی اسی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔

اس کی کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلی قسم میں اسلام سے پہلے کی تاریخ ہے جو راجہ یدھشٹر سے شہاب الدین غوری کی فتح دلی تک ہے اور دوسری قسم شہاب الدین غوری سے شاہ جہاں تک کے عرصہ پر محیط ہے۔ کتاب تاریخی لحاظ سے بہت اہمیت نہیں رکھتی۔ (۱۳)

۲- بھگونت داس :- اس کی تاریخ کا نام شاہجہاں نامہ ہے۔ عہد تصنیف شاہ جہاں کا ہے۔ تاریخ کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ نہیں ہے۔

۳- منشی ہیرامن ولد گردھر داس (۱۰۷۸ ہجری):- اس کی کتاب کا نام ''گوالیار نامہ'' ہے جو ابتدائے آفرینش سے معتمد خاں والی گوالیار کے عہد



Marfat.com

تک کی تاریخ ہے۔ معتمد خاں کے عہد کی تاریخ کے علاوہ اسے کوئی اور حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ گوالیار نامہ خود منشی ہیرامن کی ایک دوسری کتاب ''جلال حصاری'' سے ماخوذ ہے۔

۴- بندرابن داس بہادر شاہی (۱۱۰۱ ہجری تا ۱۱۰۵ سال تصنیف ہے) اس کی تاریخ کا نام ''لبّ التواریخ'' ہے۔ اس کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ یہ مسلم ہندوستان کی پہلی تاریخ ہے جو ایک غیر مسلم نے تحریر کی ہے۔ یعنی شہاب الدین غوری سے لے کر ۱۱۰۱ ہجری تک کے ہندوستان کی تاریخ ہے۔ بندرابن داس، رائے بھارامل داس کا لڑکا تھا جو شاہ جہاں کے دربار میں ایک معمولی ملازم سے ترقی کرتے کرتے پنجاب کا دیوان مقرر ہوا، کچھ برسوں بعد اسے دوبارہ دلی بلالیا گیا اس کے اپنے بیان کے مطابق اورنگ زیب نے اسے رائے کا خطاب دیا۔ اس کے نام میں بہادر شاہی کی نسبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ معظم بہادر شاہ کی شاہزادگی کے زمانہ میں دیوان کے عہدہ پر فایض تھا۔

اس کی کتاب سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بہت سے واقعات اس کی اپنی آنکھوں کے سامنے ہوئے ہوں گے۔ کتاب کا سال تصنیف ۱۱۰۱ ہجری سے ۱۱۰۵ ہجری تک کا ہے۔ اس کی کتاب میں تاریخ فرشتہ سے کافی مدد لی گئی ہے ۔یہی نہیں بلکہ اکبر نامہ اور جہانگیر نامہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔

لب التواریخ کے مضامین کی فہرست کچھ اس طرح ہے:

| | |
|---|---|
| فصل اول | سلاطین دہلی |
| فصل دوم | فرمانروایان دکن |



Marfat.com

فصل سوم سلاطین گجرات

فصل چہارم فرمانروایان برہان پور

فصل پنجم فاروقی سلطنت

فصل ششم حکام بنگال

فصل ہفتم شرقی حکومت جون پور

فصل ہشتم امرائے سندھ

فصل نہم فرمانروایان ملتان

فصل دہم سلاطین وفرمانروایان کشمیر

لب التواریخ کی زبان سادہ عام فہم ہے جس سے فارسی پر مصنف کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے اس کے بیانات قابل اعتبار ہیں۔

## سجان رائے بٹالوی

سجان رائے کھتری بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے ان کا خاندانی پیشہ منشی گیری تھا۔ سجان رائے نے کابل ٹھٹہ اور بجنور کی سیر وسیاحت کی۔ اورنگ زیب کے چالیسویں سال جلوس ۱۱۰۷ ہجری بمطابق ۱۶۹۵ء ان کی کتاب خلاصۃ التواریخ کی تکمیل ہوئی۔ جس میں ابتدائے آفرینش سے عالمگیر تک کے حکمرانوں کے مختصر حالات اور تاریخی واقعات کے ساتھ اس عہد کی تمدنی اور معاشرتی جھلکیاں اور معاشی معاشرتی تبصرے بھی دلچسپ انداز پر ہیں۔ میر شیر علی افسوس کی آرائش محفل کی بنیاد اسی کتاب پر ہے ۱۹۱۸ء میں ایم



Marfat.com

حسن نے یہ کتاب ایڈٹ کی۔

اسلامی تاریخ کے سلسلہ میں ملحوظ رہے کہ اس کی کتاب میں سبکتگین سے لیکر لودھی تک کے واقعات کا تذکرہ ہے آخر میں بابر سے لیکر اورنگ زیب تک مغلیہ سلاطین کے حالات دے ہیں۔ خود مصنف کا تعلق پنجاب سے تھا اس لیے صوبہ لاہور یا پنجاب کا حال زیادہ مفصل ہے، اس کی کتاب تاریخ فرشتہ سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ ہاں شیر شاہ سوری کے تذکرہ میں اس نے اپنی ذاتی رائے دی ہے۔

خلاصۃ التواریخ کو ہندوستان کی اچھی کتابوں میں شامل کرنا چاہیے۔ جادوناتھ سرکار نے اس تاریخ سے کافی استفادہ کیا ہے۔

اس کی زبان پر اس عہد کی زبان کی عام روش کے اثرات ہیں، نثر کے ساتھ کثرت سے اشعار استعمال کیے گئے ہیں۔

خلاصۃ التواریخ اس معاملہ میں بہت خوش قسمت ثابت ہوئی کہ محققین نے اسے اپنی توجہ کا مرکز بنایا چنانچہ اس کتاب پر سب سے پہلا مضمون میجر نساد لینر کے قلم سے نکلا اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں شائع ہوا۔ ہندوستانی کہانی اس کے اپنے مورخوں کی زبانی میں، ایلیٹ نے ایک محققانہ مضمون لکھا۔ ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک جلسہ میں ایچ بورج نے بھی اس کتاب پر ایک مضمون پڑھا۔ پروفیسر محمد شفیع کا ایک مختصر تعارف انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی موجود ہے،

برٹش میوزیم لنڈن، بانکی پور لائبریری کی فہرست مخطوطات، ادبیات



Marfat.com

فارسی میں ہندوؤں کا حصہ ڈاکٹر سید عبداللہ اور تاریخ نویسی فارسی در ہند و پاک دکتر آفتاب اصغر لاہور سے بھی اس سلسلے میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔

## ایشر داس ناگر

ناگر ضلع گجرات میں واقع پٹن کا باشندہ تھا۔ اس کی کتاب فتوحات عالمگیری کے نام سے مشہور ہے۔ مالوہ اور راجپوتانہ سے متعلق اس کے بیانات مستند ہیں لیکن شمالی ہندوستان کے حالات کے بیان کے متعلق ایسا کہنا مشکل ہے۔ ہم اس کتاب کو ایشر داس کی یاداشتوں کا مجموعہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کا تعلق شجاعت خاں عامل گجرات کے متصدیوں سے تھا۔ اس کی کتاب ۱۱۰۹ھ ہجری میں ترتیب دی گئی۔

ایشور داس ناگر کی پیدائش ۱۶۴۴ء کے آس پاس شاہجہاں کے عہد میں ہوئی۔ اس کی کتاب فتوحات عالمگیری مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

۱- بیماری امبراطور شاہجہاں

۱- شکست شاہ شجاع بدست سلیمان شکوہ پسر داراشکوہ

۳- تشکیل اتحادیہ نظامی درمیان اورنگزیب و مراد بخش

۴- شکست لشکر داراشکوہ

۵- شکست و فرار داراشکوہ در معرکہ ساموگڑھ

۶- تسلط اورنگ زیب و مراد بخش بر آگرہ معزولی شاہجاں از تخت سلطنت



Marfat.com

اس طرح یہ کتاب ۱۱۹ ابواب پر مشتمل ہے۔

۷- کامراج نے محمد اعظم شاہ کی تاریخ اعظم الحرب کے نام سے مرتب کی ہے۔ سال تصنیف ۱۱۲۰ ہجری ہے اس کی دوسری کتاب کا نام عبرت نامہ ہے جو ۱۱۱۸ سے ۱۱۳۱ تک کے حالات کا مجموعہ ہے۔

۸- لال رام محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۴۷ء میں اس نے اپنی کتاب تحفتہ الہند کے نام سے ترتیب دی۔

۹- شیوداس لکھنوی نے فرخ سیر اور محمد شاہ کے عہد کی تاریخ ''شاہ منور کلام'' کے نام سے لکھی۔

۱۰- بھیم سین ولد رگھونندن داس (۱۱۲۰ ہجری تاریخ دلکشا کا مصنف ہے جو اورنگ زیب سے شاہ عالم کے عہد تک کی تاریخ ہے۔

۱۱- نرائن کول عاجز نے تاریخ کشمیر لکھی۔ سال تصنیف ۱۱۲۰ ہجری ہے۔

۱۲- منشی جسونت رائے کی کتاب سعید نامہ ۱۱۳۵ ہجری میں لکھی گئی۔ یہ سعد اللہ خاں والی کرناٹک کے عہد کی تاریخ ہے۔ کتاب ۳ حصوں میں منقسم ہے۔

۱۳- شیو پرشاد: اس نے نواب فیض اللہ خاں روہیلہ کی تاریخ فیض بخش کے نام سے ۱۱۹۰ ہجری میں لکھی۔

۱۴- مدہ سنگھ منشی نے حیدر علی والی میسور کی تاریخ، تواریخ حیدری کے



Marfat.com

نام سے ۱۱۹۷ ہجری میں لکھی۔

۱۵-منالال نے شاہ عالم ثانی کی تاریخ تاریخ شاہ عالم کے نام سے لکھی۔

۱۶- دولت رائے: بھاولپور کے عباسی خاندان کی تاریخ دولت رائے نے مرأۃ دولت عباسیہ کے نام سے ۱۲۲۴ ہجری میں لکھی۔

۱۷-تاریخ محمد شاہی ۱۱۵۴ ہجری خوشحال چند کایستہ نے تاریخ محمد شاہی لکھی۔اسے تاریخ نادرالزمانی بھی کہا جاتا ہے۔

۱۸-بساون لال شاداں:

اس نے ۱۲۴۰ ہجری میں امیر نامہ کے نام سے والی ٹونک کی تاریخ مرتب کی۔(اس کی تفصیل اگلے صفحات میں ملے گی)

۱۹-بابولال بن کشورلال:

انہوں نے جو کتاب ترتیب دی وہ وقائع معین الدین چشتی کے نام سے مشہور ہے۔کتاب ۱۸۷۹ء میں لکھی گئی ہے۔

۲۰-رتن سنگھ زخمی:

مہاراجہ رتن سنگھ زخمی متوفی ۱۲۶۷ ہجری کا باپ مالک رام نواب آصف الدولہ کے دور میں لکھنو میں افسر توپخانہ تھا۔رتن سنگھ نے اپنے آبائی مذہب پر رہتے ہوئے عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت کے ساتھ ریاضی، ہیئت اور انشا میں مہارت حاصل کی۔نواب غازی الدین حیدر کے دربار سے منشی



Marfat.com

الملک کا خطاب ملا اور اس کے دیوان کے میر منشی بنائے گئے۔ محمد علی شاہ تک یہ اسی عہد پر برقرار رہے۔ نواب مذکور نے انھیں فخر الدولہ، دبیر الملک مہاراجہ رتن سنگھ بہادر ہوشیار جنگ کے خطاب سے نوازا۔ ۱۲۶۴ھ ہجری میں رتن سنگھ نے اسلام قبول کرلیا۔ ۳ سال بعد ہی رتن سنگھ کا انتقال ہوگیا۔ (۱۴)

رتن سنگھ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا تخلص زخمی تھا۔ ۱۲۵۳ھ ہجری میں ان کا ضخیم فارسی دیوان مطبع محمدی لکھنو سے شائع ہوا تھا۔ تاریخ میں ان کی کتاب سلطان التواریخ کے نام سے مشہور ہے جو اودھ کی تاریخ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ لکھنو یونیورسٹی کے کتبخانہ میں موجود ہے۔ شرح گل گشتی نامی کتاب بھی انہیں کی لکھی ہوئی ہے۔ انھوں نے انیس العاشقین کے نام سے فارسی شاعروں کا ایک تذکرہ بھی ترتیب دیا ہے اس کا نصف اول پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتبخانہ میں اور نصف آخر لکھنو کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ تذکرہ پاکستان سے چھپ چکا ہے۔ ان کی ایک اور ضخیم کتاب حدائق النجوم علم ہئیت میں ہے جس کے نقشے اور جدولیں انھوں نے خود ترتیب دی ہیں۔

راجہ رتن سنگھ زخمی اپنے تذکرہ انیس العاشقین کی وجہ سے زندہ جاوید شخصیت کے مالک ہیں۔ راجہ رتن سنگھ، تذکرہ ریاض العارفین کے مصنف آفتاب رائے لکھنوی کے بڑے نانا تھے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱- نذر ذاکر، شاہان اودھ کا علمی و ادبی ذوق از مسعود حسین رضوی ص-۱۹۰

۲- ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ ص ۲۱۳

۳- ریاض العارفین تصحیح و مقدمہ سید حسام الدین راشدی



Marfat.com

## منولال فلسفی ولد کندن لال اشکی دوسرا نام منولال صفا (۱۵)

تنقیح الاخبار (۱۲۳۷ھجری) کے مصنف مُنّو لال فلسفی کا سلسلہ نسب رائے رگھناتھ شاہجہانی تک پہنچتا ہے۔ اس کتاب میں شاہان تیموری، شاہان ایران و بابل شام و مصر کی فہرست بقید سنین دی گی ہے۔ کنھیال لال ہندی کی کتاب یادگار ہندی میں بتوں اور اوتاروں کا تذکرہ ہے۔ آنحضور کا تذکرہ بہت عقیدت کے ساتھ کرتا ہے۔ (۱۶)

منو لال فلسفی کندن لال اشکی کے والد تھے۔ تنقیح الاخبار (۱۲۳۷ھ) نامی کتاب میں انہوں نے اپنے نجی حالات کے علاوہ شاہان تیموری، شاہان ایران و بابل وشام اور مصر کے حالات لکھے ہیں۔

### کندن لال اشکی:

ان کی کتاب ''قسطاس'' ۱۲۳۵ھ ہجری میں مطبع محمدی سے شائع ہوئی تھی۔ کتاب چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کی تیسری جلد میں عربوں کے علوم سے بحث کی گئی ہے۔ (۱۷)

### لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی:

شفیق کا باپ رائے منسارام نظام الملک آصف جاہ کا پیشکار تھا۔ شفیق کی پیدائش ۱۱۵۸ھ ہجری میں ہوئی۔ فارسی کی تعلیم شیخ عبد القادر سے حاصل کی۔ پھر آزاد بلگرامی کی شاگردی اختیار کی۔ شفیق کی تصانیف بہت سی ہیں۔ ہمارے موضوع سے متعلق اس کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱- مآثر آصفی (۱۲۰۸ ہجری) خاندان نظام کی تاریخ ہے جو خواجہ عابد



Marfat.com

کے حال سے شروع ہوکر آصف جاہ ثانی تک کا احاطہ کرتی ہے۔

۲- حالات حیدر آباد: (۱۲۰۴ھ) اس میں حیدر آباد کی مختلف مساجد و مکاتب باغات اور دوسری عمارتوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

## ماسٹر رام چند:

ماسٹر رام چند ۱۸۲۱ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے والد کا نام سندر لال تھا جو دلی کی کائستہ برادری سے تعلق رکھتے تھے سندر لال نائب تحصیلدار اور پھر تحصیلدار بھی ہوئے۔ ۱۸۳۱ء میں سندر لال آنجہانی ہوگئے۔ اس وقت رام چندر ۹ سال کے تھے ابتدائی تعلیم مکتب میں ہوئی، ۱۸۳۳ء میں انگلش اسکول میں داخل ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں دلی کے ایک امیر گھرانے کی گونگی بہری لڑکی سے شادی ہوئی۔ ۱۸۴۴ء میں دلی کالج میں سائنس کی تدریس کی ملازمت ملی۔ الجبرا اور علم مثلث پر کتابیں لکھیں۔

۱۸۵۴ء میں وہ عیسائی ہوگئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ماسٹر صاحب کو بوجوہ بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔

ہمارے موضوع سے متعلق ان کی کتاب کا نام تذکرہ الکاملین ہے جو ۱۸۴۹ء میں شائع ہوئی۔ پروفیسر رام چندر اس وقت ریاست پٹیالہ میں ڈائرکٹر سررشتہ تعلیمات تھے۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۸۷ء میں نولکشور نے شائع کیا۔

مسلم شخصیات سے متعلق اس میں جو مضامین ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

| | |
|---|---|
| ۱- بوعلی سینا | صفحہ ۸۹ |



Marfat.com

| | |
|---|---|
| ۲-حکیم لقمان | صفحہ ۹۳ |
| ۳-جلال الدین رومی | صفحہ ۱۹۸ |
| ۴-نظامی | صفحہ ۱۷۳ |
| ۵-شیخ سعدی | صفحہ ۱۷۴ |
| ۶-حافظ | صفحہ ۱۷۶ |
| ۷-عرفی | صفحہ ۱۷۷ |
| ۸-فردوسی | صفحہ ۱۷۸ |
| ۹-ابوالفضل | صفحہ ۱۷۴ |
| ۱۰-فیضی | صفحہ ۱۸۷ |
| ۱۱-حضرت نظام الدین اولیا | صفحہ ۱۸۸ |
| ۱۲-خسرو | صفحہ ۱۸۸ |


فوائد الناظرین کے نام سے نکلنے والے رسالہ میں ان کے مضامین اس طرح تھے۔

## جلد اول ۱۸۴۵ء تا ۱۸۴۶ء


| | | |
|---|---|---|
| ۱-بادشاہت غزنی کے بیان میں | نمبر ۱۳ | ۸ ستمبر ۱۸۴۵ |
| ۲-بادشاہت غزنی کے بیان میں | نمبر ۱۴ | ۲۲ ستمبر |




Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| ۳-حال بوعلی سینا کا | نمبر۱۶ | ۲۰ اکتوبر ۱۸۴۵ء |
| ۴-حال محمود غزنوی کا | نمبر۱۶ | ۲۰ اکتوبر ۱۸۴۵ء |
| ۵-حال نادرشاہ کا | نمبر۳۲ | یکم جون ۱۸۴۶ء |
| ۶-حال فتح علی شاہ پادشاہ ایرانی | نمبر۳۳ | ۱۵ جون ۱۸۴۶ء |

## جلد دوم ۱۸۴۷ء

| | | |
|---|---|---|
| ۷-مختصر حال سلطنت حضرت شاہ عالم بہادر | نمبر۲ | ۵ فروری ۱۸۴۷ء |
| ۸-حال حضرت اکبر بادشاہ دہلی کا | نمبر۱۳ | ۱۳ جولائی |
| ۹-حال دوست محمد خان والی کابل کا | نمبر۱۵ | ۱۹ اگست |
| ۱۰-ذکر شیر شاہ افغانی | نمبر۱۸ | ۲۰ ستمبر |
| ۱۱-حال فردوسی کا | | |
| ۱۲-حال نواب شجاع الدولہ (از رسالہ محبّ ہند) | نمبر۲۰ | ۱۱۸ اکتوبر ۱۸۴۷ء |
| ۱۳-حال نواب آصف الدولہ | نمبر۲۳ | ۲۹ نومبر |

۱۸۵۰ء

## جلد پنجم

| | | |
|---|---|---|
| ۱۴-حال بابر بادشاہ بادشاہ از تخت نشینی تا فتح ہندوستان | نمبر۱۰ | ۱ مئی ۱۸۵۰ء |
| ۱۵-بیان تیمور تا تاری | نمبر۱۱ | ۲۷ مئی |



Marfat.com

۱۶- حال حکمائے عرب نمبر۱۲ ۱۰ جون ۱۸۵۰ء

۱۷- بقیہ علوم اہل اسلام کا ہندوستان میں صرف ونحو عربی منطق وفلسفہ نمبر۱۳ ۲۴ جون ۱۸۵۰ء

۱۸- حال نصر اللہ خاں بہادر والی بخارا نمبر۱۴، جولائی ۱۸۵۰ء

۱۹- حال بقیہ اہل اسلام کا ہندوستان میں تصوف رمل جفر واحکام نجوم یکم اگست ۱۸۵۰ء (۱۸)

''خیر خواہ ہند'' اور ''محبّ وطن'' میں بھی ماسٹر صاحب کے مضامین مستقل شائع ہوتے تھے۔ خیر خواہ ہند ایک علمی اور ادبی ماہنامہ تھا جو ستمبر ۱۸۴۷ء میں دلی سے جاری ہوا تھا اس کے پبلشر پنڈت لال تھے۔ ماسٹر رام چندر اس کے مہتمم اور اڈیٹر تھے۔ یہ ایک مصور رسالہ تھا، جو مطبع دینی اردو اخبار مکان مولوی محمد باقر میں چھپتا تھا۔ اس کے دوسرے شمارے میں جو اکتوبر ۴۷ء میں منظر عام پر آیا تھا چھپنے والے کچھ مضامین اس طرح تھے۔

تاریخ ملک اوذھ، سعادت علی خان، نواب صفدر جنگ، نواب شجاع الدولہ، نواب غازی الدین حیدر، محمد علی شاہ، شاہ امجد علی خان، اس شمارہ میں شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کی تصاویر بھی شائع ہوئی تھیں۔

دو شماروں کے بعد ماسٹر صاحب نے اس کا نام محبّ ہند رکھ دیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ خیر خواہ ہند ہی کے نام سے ایک اور رسالہ مرزا پور سے شائع ہو رہا تھا۔ (۱۹)

محبّ ہند نومبر ۱۸۴۷ء سے شروع ہوا اس کی علمی ادبی اور تاریخی حیثیت



Marfat.com

جداگانہ تھی اس کی جلد چہارم میں مسجد کوٹلہ فیروز شاہ پر ایک مضمون تھا۔ چھٹے شمارے میں خاندان مغلیہ کا تذکرہ ابتدا سے اورنگ زیب تک موجود ہے بعد میں مختصر حال بخارا، سفر یوسف خان کمبل پوش جون کے پرچہ میں مختصر حال دمشق اور وہاں کے باشندوں کا مختصر حال، مصر اور وہاں کے باشندوں کا نامی مضامین ہیں۔ (۲۰)

محب ہند کا جو شمارہ ۱۸۴۹ء کا ہے اس میں شروع کے دس صفحے تک حیدر علی خان والی میسور کا تذکرہ ہے پھر ۹ صفحات میں بادشاہ کابل کے حالات ہیں۔ صفحہ ۳۹ اور ۴۰ پر طریقہ حج اسلام نام کا مضمون درج ہے اس رسالہ میں حیدر علی خان والی میسور اور خانہ کعبہ کی تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں۔

''محب ہند کی ایک کاپی مقامی کمیٹی کے سکریٹری مسٹر ٹیلر کو ضرور دکھائی جاتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ تاریخ مضامین اور خاص طور پر مسلمان بادشاہوں کے حالات زندگی میں انگریزوں کے منشا اور ان کے خیالات کو پیش نظر رکھا جاتا تھا۔ انگریز مسلمان بادشاہوں کو بدنام کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا اس لیے انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ماسٹر رام چندر صاحب اس قسم کے اکثر مضامین میں یہی طریقہ اختیار کرتے تھے لیکن بعض مقامات پر اصل واقعات و حالات ان کی قلم پر آجاتے تھے چنانچہ نواب حیدر علی خاں والی میسور کے مضمون میں ان کو یہ تسلیم کرنا پڑا۔

''حیدر علی اپنی رعایا پر ظلم ستم کم روا رکھتا تھا۔ ان نے ہندوؤں پر واسطے ان کی کتاب مذہب کے زیادتی نہ کی اور جاگیریں برہمنوں کو بموجب دستور قدیم کے جاری رکھیں۔ (۲۱)



Marfat.com

تذکرہ علمائے ہند میں صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳ پر ماسٹر رام چندر کی ایک کتاب (اعجاز القران) کا بھی ذکر ہے جو مخالفانہ نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے۔

## پنڈت رام کرن جوشی: (۲۲)

ٹونک کے غیر مسلم مصنفین میں پنڈت رام کرن جوشی بڑے پایہ کی شخصیت ہیں، وہ فارسی واردو کے علاوہ سنسکرت کے بھی بڑے عالم تھے ان سے بشاش جودھ پوری نے تصنیف وتالیف کے سلسلہ میں بار بار مدد لی ہے اور اس کا اعتراف اپنی تصنیف ''راج پرستی'' اور ''تاریخ تزک ہند'' میں کیا ہے۔ ان کی تصنیف ''تاریخ پرگنات ٹونک'' خاص اہمیت رکھتی ہے جس کے حوالے مورخین راجستھان مثل مصنف ''وقائع راجپوتانہ'' اور مصنف ''افتخار التواریخ'' وغیرہ نے دیے ہیں۔ بقول مصنف وقائع راجپوتانہ جون ۱۸۷۳ء میں حسب الحکم کپتان میور پولیٹکل ایجنٹ شہر ٹونک کی مختصر تاریخ تصنیف ہوئی اور نواب صاحب نے مفصل تاریخ مرتب کرانا تجویز کرکے یہ کام پنڈت رام کے سپرد کیا۔

جوشی نے یہ کتاب بڑی تحقیق وتدقیق اور محنت وعرق ریزی سے بیحد قابلانہ انداز میں تصنیف کی ہے۔ جس میں تاریخی حالات وواقعات کے علاوہ ٹونک کی عمارتیں، محلے اور جملہ کتبوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان کی عبارت کے لیے جوشی جیسے عالم کی ضرورت تھی۔ بہت سی جگہ جوشی نے خود جاکر حالات معلوم کیے ہیں۔ کتبات دیکھے ہیں اور تاریخی واقعات دریافت کیے ہیں یہ کتاب گویا پوری ریاست ٹونک کی مفصل تاریخ ہے۔ اس کی نقل فل اسکیپ کے چارسو صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے، نقل کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ



111916

Marfat.com

۱۹۶۱ء میں راقم الحروف نے اصل مبیضہ جوشی جی کے فرزند پنڈت دامودر جی کے پاس دیکھا تھا جو اردو رسم الخط میں تھا اور دامودر جی نے یہ کہتے ہوئے دیکھایا تھا کہ ہمارے بزرگوں نے بھی اردو کی خدمت کی ہے۔انھوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کی ایک نقل دیوناگری رسم الخط میں میرے بھتیجے وکیل رمادت شرما کے پاس بھی ہے لیکن اب وہ نسخہ لا پتہ ہے دامودر جی کا انتقال ہوگیا اور باوجود تلاش اصل کتاب دستیاب نہیں ہوئی، بہرحال نقل سے نمونہ نگارش ذیل میں درج کیا جاتا ہے، ابتدائی عبارت رنگین ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے۔

''عندلیب قلم رنگین رقم اس طرح بزم تحریر میں زمزمہ سنجی کرتا ہے کہ کیفیت خاص شہر ٹونک جنت بنیاد نہایت دلکش وآباد ہے کہ نسیم عنبر شمیم اس کے معشوقانہ طناز سے باج ستاں ہے''۔

بعد کی عبارت نہایت صاف وسلیس ہے مثلا:

راوجگناتھ کی بیٹی کی مہاراجہ مان سنگھ والی آمیر سے نسبت ہوئی تھی اور اس کا کنور مسمی کلیان سنگھ دہلی کے بادشاہ کی خدمت شریف میں رہا کرتا تھا وہیں راجہ مان سنگھ مذکور بھی رہتے تھے ایک روز اتفاق سے دربار شاہی میں آئے ہوئے کنور کے جامے پر ایک سیاہی کا داغ دیکھ کر راجہ مان سنگھ نے از راہ شوق اپنے سالے کنور مذکور سے کہا کہ دربار شاہی میں سیاہی کے داغ کا جامہ پہن کر جانا مناسب نہیں۔کنور نے فورا جواب دیا کہ ہاں میرے جامہ کا داغ تو شوب سے جاتا رہے گا مگر تم نے بادشاہ کو بیٹی دے کر اپنے خاندان میں ایسا داغ لگایا ہے کہ تا قیامت نہیں جائے گا۔(۲۳)



Marfat.com

## منشی رام سہائے تمنا لکھنوی:

منشی رام سہائے تمنا ساکن محلّہ بوبستہ لکھنو ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ تمنا خاندانی شاعر تھے۔ چنانچہ ان کے پردادا منشی اودے راج مطلع اور دادا منشی ایشری پرشاد شعاعی فارسی کے مستند شاعر تھے۔ تمنا کے والد کا نام پورن چند تھا۔ جنھوں نے ۱۹۰۰ء میں انتقال کیا۔ سولہ برس کی عمر میں اودھ کے ڈائرکٹر سرشتہ تعلیم کے دفتر میں ملازم ہوئے۔ سرشتہ تعلیم کی طرف سے اردو میں ایک گزٹ بھی نکالا گیا جس کی ادارت بھی تمنا کے سپرد کی گئی۔ اس گزٹ کو وہ تقریبا ستائیس برس تک نکالتے رہے۔ ان مشغلوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے شعروسخن کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ تیرہ سال تک ضلع اناو میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر فائز رہنے کے بعد مئی ۱۹۱۰ میں پنشن پائی۔

تاریخ پر ان کی مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:-

(۱) احسن التواریخ اودھ

(۲) افضل التواریخ اودھ

(۳) اشرف التواریخ اودھ

احسن التوریخ اودھ کی تاریخ ہے بعد میں یہ کتاب ذکی کاکوری نے مرتب کی اور مرکز ادب لکھنو سے شائع ہوئی۔

## مرأۃ دولت عباسیہ:

۱۲۲۴ ہجری دولت رائے بھاول خان پانی پتی دولت عباسیہ بہاول



Marfat.com

پور کا ملازم تھا اس کتاب میں عباسی خاندانی بہاولپور کے حالات ہیں۔ (۲۴)

وقائع شورش افغانیہ ۱۲۳۷، برج نرائن خیال یہ حیدر آباد میں مہدوی افغانوں کی شورش کا حال ہے (۲۵)

## خلاصۃ التواریخ:

مہاراجہ کلیان سنگھ بہادر کی تصنیف کا پہلا حصہ ہے جو مغل حکمرانوں سے بحث کرتا ہے، اورنگ زیب سے لیکر اکبر ثانی تک کے مفصل حالات ہیں۔

## واردات قاسمی:

مذکورہ بالا کتاب کا دوسرا حصہ ہے جو ناظمان بنگالہ سے متعلق ہے اس حصہ میں میر قاسم خان اور اس عہد تک کے حالات مفصل بیان کیے گئے ہیں خود مصنف کا باپ شتاب رائے بنگالہ کا ناظم رہ چکا تھا، ۱۱۸۷ ہجری میں کلیان سنگھ کو یہ عہدہ پیش کیا گیا اپنے بیان کے مطابق وہ پہلا ہندوستانی ہے جس نے انگریزوں کی ملازمت اختیار کی لیکن پھر وارن ہٹنگ کے عتاب کا شکار ہو کر معزول ہوا۔

## منتخب التواریخ: سدا سکھ نیاز

یہ تاریخ ۱۲۳۳ء کے حالات پر مشتمل ہے۔ نیاز دہلی میں پیدا ہوا اسکی وفات الہ آباد میں ہوئی۔ فرشتہ کے اسلوب اور طرز پر تنقید کے باجود اس نے فرشتہ ہی کی پیروی کی ہے اس نے چونکہ مسلم حکمرانوں کو اپنی تنقید کا ہدف بنایا ہے اور انگریزی راج کی تعریف وتوصیف کی ہے اس لیے انگریز مؤرخ اس کی کتاب کی کافی تعریف کرتے ہیں ایلیٹ نے اپنی تاریخ میں منتخب کے ترجمے



Marfat.com

شامل کیے ہیں۔

## آنند رام مخلص (۲۶)

آنند رام مخلص سودھرہ ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا، والد کا نام راجہ ہردی رام تھا۔ مخلص محمد شاہ کے زمانہ میں وزیر اعتماد الدولہ کا وکیل تھا اسکی حسن کارکردگی کی وجہ سے اسے رائے رایان کا خطاب بھی ملا تھا شاعری میں شروع میں مرزا بیدل کا شاگرد تھا پھر سراج الدین علی خان آرزو سے شرف تلمذ حاصل کیا اس کے کلام کے نمونے مجمع النفائس میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

### مرأۃ الاصطلاح:

مخلص کی اہم تصنیف ہے اور بنیادی حیثیت سے یہ ایک لغت ہے جس میں مصنف کے ذاتی حالات، آرزو سے اس کے تعلقات کے تفصیل سب کچھ موجود ہے لیکن جو چیز مرأۃ کو اس عہد کی دیگر تصانیف سے ممتاز کرتی ہے وہ اس کے مشاہدے کی وسعت ہے جس میں انتظام سلطنت، ہندوستانیوں کے رسوم اور دیگر چیزیں مل جاتی ہیں؛ مثلا:

۱-ضوابط (۲۷) "یعنی وہ تمام رواج جو حکومت کا دستور العمل تھے ان کے متعلق کتاب میں جا بجا منتشر طور پر ذکر آیا ہے، منصب کی تفصیل (ص ۱۵) جاگیر کی اقسام مثلا خالصہ شریعہ، صرف خاص، جاگیر تنبول برگ بہا اور ان میں فرق (ص ۱۱۴ اقطاع) احوال دستور اعظم ص ۱۷، احوال تنخواہ ص ۱۶ وزیر کے تقرر کا قانون (۱۷)، القاب وخطابات کا تفصیلی حال، سلطنت مغلیہ کے بعض امراء کا حال، تنخواہ دار و خاص لباس کی تخصیص (۱۸) داروغہ خان صدر کا مفہوم، خان ساماں میر ساماں کا منصب ص ۹۳ خلعت ص ۹۹ زنجیر عدالت ۱۲۲ کرائے



Marfat.com

کے متعلق ضابطہ ص ۱۳۴ فرمان نویسی کے مختلف طریقے (۱۶۱) میر شکار کا عہدہ (۱۷۰)

رسوم کا تذکرہ مثلا، بیڑہ و پان، شادی کی رسوم پر تبصرہ ص ۴۴ سالگرہ کی رسم ص ۱۲۷ ستی کا ذکر ص ۱۲۹ وغیرہ۔

(ج) مفید معلومات شیشے کے آلات پٹنہ میں نہایت عمدہ بنتے ہیں ص ۲۹ قلم نیشکر اور خوشنویسی ص ۳۸، تخت طاؤس کا مفصل حال ص ۵۸ تا ۶۰ قلم فرنگی یعنی پنسل پر دلچسپ تبصرہ ص ۶۸ جمعہ بازار کی کیفیت ص (۱۷۷) نمک کی کانیں ہندوستان میں (ص ۱۳۷) فن تصویر کشی (۱۵۸) قہوہ پھولوں کی اقسام مینا کاری لباس ص ۱۶۵ تا ۲۰۵

اس کتاب کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں معاصرین کا حال بھی ملتا ہے جیسے القاب نواب آصف جاہ ص ۱۸ قزلباش خان امید کا حال ص ۱۱۹۔ زاہد علی خان سخا ہدایت اللہ خوشنویس مرزا صائب، محمد احسن سامع، جہاں آرا بیگم ارادت خان، معزز خان افسر ہاشم خان محزون محمد علی حزیں، مرزا عبد الغنی بیگ قبول میر شریف الدین پیان حشمت اس فہرست مین اکثر لوگ مخلص کے معاصر ہیں۔

مزید کچھ ہندو مورخین کے نام ان کی کتابوں کے ساتھ دیے جا رہے ہیں:

(۱) تاریخ ظفرہ (حیدرآباد) مصنف گردھار لال احقر ۱۹۲۷ مطبع حکیم ہرہم



Marfat.com

(۲) تواریخ تعلقدارن اودھ کشوری لال مطبوعہ ۱۸۷۹ء اودھ پریس لکھنو

(۳) تواریخ کانپور درگا ہی لال ۱۸۴۷ مطبع شعلہ طور

(۴) عہد جدید میں عہد عثمانی (حیدرآباد کی ترقی) جانکی پرشاد ۱۹۳۴ اعظم پریس، ضخامت ۱۰۵ صفحات

(۵) وقائع راجپوتانہ ۳ جلدیں مصنف جوالا سہائے ۱۸۷۸ مفید عام آگرہ

(۶) کرنل بھولا ناتھ ائی، این ایس، مصنف تاریخ شہر لاہور

(۷) رمن راج سکسینہ مصنف تذکرہ حیدرآباد

(۸) آج کے سوویت روس کے مسلمان مصنف کے. کے. سنہا

(۹) فتح علی شاہ قاچار اردو ترجمہ خسروان از سردار پرتاپ سنگھ

(۱۰) وقائع شاہ معین الدین چشتی مصنف بابو لال مطبوعہ: ۱۸۸ نول کشور

(۱۱) مسلم دیش بھگت مصنف رتن لال بنسل ۱۹۴۹ء، سلپی پریس الہ آباد

(۱۲) تاریخ جہانگیر مصنف بنی پرشاد مترجم رحم علی ہاشمی ۱۹۷۹ ترقی اردو بورڈ

## امیر نامہ (۲۸)

منشی بساون لال شاداں نے ٹونک کی یہ تاریخ (۱۸۳۵ء) ۱۲۴۱ ہجری میں لکھی تھی۔ شاداں خود نواب امیر خاں بہادر والی ریاست ٹونک کی شجاعانہ سرگرمیوں میں ان کے ساتھ رہے تھے۔ اس لیے تاریخ میں بہت سے واقعات



Marfat.com

ان کی چشم دید ہیں۔

اصل کتاب تو طبع نہیں ہوسکی لیکن انگریزی اور اردو میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں ایچ.ٹی. پرنسپ کا انگریزی ترجمہ ۱۸۳۲ء میں انگلینڈ میں چھپا تھا۔ احمد علی سیماب نے اردو نثر میں اور پائندہ خاں نکہت رامپوری نے نظم میں اس کا ترجمہ کر کے شائع کرایا۔ نواب وزیر الدولہ جانشیں نواب امیر الدولہ کے زمانے میں خوشنویسوں کی ایک جماعت امیر نامہ کی نقول کے لیے مامور کی گئی تھی، اور اس طرح اس کے بہت سے نسخے مرتب کرا کے مختلف رئیسوں کے یہاں تحفتا بھیجے گئے تھے اس لیے امیر نامے کے بہت سے قلمی نسخے مل جاتے ہیں۔ خصوصا عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک میں اس کے چند نسخے محفوظ ہیں۔

اس کتاب میں مصنف نے تاریخی حالات کے علاوہ بعض معاصر اہل علم وفضل اور شعراء کا بھی ذکر کیا ہے نیز خود مصنف کا کچھ فارسی کلام بھی شامل ہے جس میں متفرق اشعار کے علاوہ نواب موصوف کی مدح میں ایک قصیدہ اور چند نظمیں بھی ہیں جس سے شاداں کی شاعرانہ شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔

امیر نامہ مرتب کرنے کے انعام میں نواب صاحب نے شاداں کو جاگیر دینا چاہی مگر انھوں نے باظہار تشکر مستقل ماہانہ رقم علی الدوام نسلاً بعد نسل لینا پسند کی جو ان کو ملتی رہی اس کا ذکر شاداں نے اپنی نظم میں کیا ہے۔ (۲۹)

منشی بساون لال شاداں: ۱۰ محرم ۱۳۱۰ھ

ریاست ٹونک قائم ہونے کے بعد جس غیر مقامی مصنف کا نام سب



Marfat.com

سے پہلے سامنے آتا ہے وہ منشی بساون لال شاداں ہے جس نے ۱۲۴۱ ہجری مطابق ۱۸۲۵ء میں امیر نامہ بزبان فارسی لکھا۔ ان کے لیے مصنف کایستھ سجن چرتر نے لکھا ہے کہ:

''یہ بلگرام علاقہ لکھنو کے رہنے والے تھے اور منشی تن سکھ رائے کے فرزند تھے، آپ کی تعلیم حسب رواج زمانہ فارسی کی اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ رائے داتارام ورائے ہمت رائے صاحبان دربار ٹونک راجپوتانہ میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے اور یہی وجہ ہے کہ منشی بساون لال صاحب بھی دربار ٹونک میں ملازم ہوئے۔ پہلے آپ کا تقرر صیغہ فوج میں ہوا مگر ۱۲۳۰ ہجری (مطابق ۱۸۱۴ء) میں قائم مقام نائب منشی ہوئے .....اب منشی صاحب کو یہ موقع ملا کہ نواب امیر خاں صاحب کے حضور میں بلا تکلف حاضر ہو سکتے تھے۔

''شاہزادہ وزیرالدولہ بہادر آپ سے بہت خوش تھے اور ہر دم آپ کی قابلیت کے ثناخواں تھے۔ حسب تحریک شاہزادہ موصوف ۱۲۴۱ ہجری (م ۱۸۲۵ء) امیر نامہ تصنیف کیا..... بعد انتقال نواب امیر الدولہ نواب وزیر الدولہ مسند نشین ہوئے اور ۱۲۵۰ ہجری (م ۱۸۳۴ء) میں منشی صاحب کو منصب میر منشی گری سے سرفراز فرمایا اور بعد ازیں منشی صاحب بحیثیت وکیل دربار ٹونک گورنمنٹ آف انڈیا کونسل کلکتہ روانہ کیے گئے۔ آپ کا انتقال ۱۲۵۳ ہجری (م ۱۸۳۷ء) میں ہوا۔

اس زمانہ کے مذاق کے موافق شاداں نے بھی فارسی میں شعر گوئی شروع کی اور اچھی مہارت وقدرت حاصل کر لی۔ جس کا اندازہ امیر نامہ کی نظم سے ہوتا ہے۔



Marfat.com

## تاریخ طرزِ نو (مخطوطہ) (۳۰)

یہ منظوم مجموعہ گنج بہاری سہائے طرب ٹونکی نے ۱۸۶۴ء میں مرتب کیا تھا۔ اس میں نواب محمد علی خاں والی ٹونک (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۷ء) کے جشن سریر آرائی سے متعلق تاریخی قطعات کے علاوہ وہ تمام تاریخی قطعات بھی شامل ہیں جو مرتب نے ایسے اصحاب کی شان میں لکھے تھے جن کو جشن مذکور کے موقع پر خطابات دیے گئے تھے۔ ان میں سے بیشتر قطعات میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ ممدوح کے نام کا ایک ایک لفظ ہر مصرع میں شامل کیا گیا ہے۔ اور آخری شعر میں کوئی ایک یا زائد ایسا لفظ لایا گیا ہے جس کے کسی حرف یا پورے لفظ کے اعداد کے تخرجہ سے مطلوبہ سن معلوم ہوتا ہے۔

## منشی دیبی پرشاد بشاش: (۳۱)

دیبی پرشاد بشاش خلف منشی نتھن لال بہجت ۱۸۴۸ء میں بمقام جے پور پیدا ہوئے۔ اجمیر میں پرورش پائی۔ اردو فارسی کی تعلیم کے بعد اپنے والد کے ساتھ صاحبزادہ عبدالکریم خاں کی سرکار سے وابستہ ہوگئے۔ اسی زمانے سے شعر گوئی کا آغاز ہوا۔ صاحبزادہ مذکور کی فرمائش پر حریق اور اپنے والد کے حکم سے بشاش تخلص اختیار کیا۔ صاحبزادہ صاحب کے انتقال کے بعد اپنے والد کے ساتھ کچھ عرصہ اجمیر میں رہے اور بالآخر جودھ پور پہنچ کر محکمہ آثار قدیمہ کے سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ یہ عہدہ بشاش کے علمی مشاغل اور تحقیقی کاموں کے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ کیوں کہ ان کی طبیعت میں تحقیق کا مادہ تھا۔ اور اس محکمہ میں ان کے لیے کافی مواد بھی موجود تھا اور کام کے لیے وقت بھی۔



Marfat.com

جودھ پور میں انھوں نے منصف کے عہدے تک ترقی کی۔ جولائی ۱۹۲۳ء میں انتقال ہوا تو اسی ماہ کے شمارے میں ایڈیٹر ''زمانہ'' کانپور نے ان کی وفات پر بڑے دردناک انداز اور عقیدت مندانہ طریقہ پر مقالہ لکھے۔ ان کی ادبی، علمی، تاریخی اور تحقیقی خدمات کا اظہار و اعتراف کیا ہے اور اپنے بڑے معاون کے اٹھ جانے کا ماتم۔ بشاش کے مضامین ملک کے متعدد موقر جرائد میں شائع ہوا کرتے تھے۔ مثلاً ''زمانہ'' کانپور، شیو شمبھو لاہور اور آریہ سماج کانپور وغیرہ۔

بشاش کی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ''رائل ایشیاٹک سوسائٹی'' لندن نے انھیں اپنا ممبر بنایا۔ اسی طرح ہندوستان کے بلند مرتبہ ادیبوں اور شاعروں اور مورخوں نے ان کی ادبی خدمات کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ مولانا احسن مارہروی نے ''تاریخ نثر اردو'' میں بشاش کی مورخ ادب کی حیثیت سے تعریف کرتے ہوئے ان کی تصنیف ''تذکرہ آثار الشعرائے ہنود'' کا اقتباس بھی درج کیا ہے۔ علی ہذا (۱) لالہ سریرام مصنف خمخانہ جاوید (۲) رفیق مارہروی مصنف ''ہندوؤں میں اردو'' (۳) محمد شریف مصنف ''تذکرہ بہار سخن'' بھی بشاش کے مداح ہیں۔

## تصنیف و تالیف:

بشاش کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ ۱۸۷۲ء سے شروع ہوا ہے، انھوں نے نظم و نثر میں مختلف موضوعات پر حسب ذیل کتابیں لکھیں اور بعض کے ترجمے بھی کیے۔ ان میں زیادہ تر مطبوعہ ہیں۔ چند تصانیف پر ان کو حکومت نے انعام بھی دیا۔ مثلاً ''گلدستہ ادب'' اور ''تعلیم النساء'' پر گورنمنٹ ممالک شمالی مغربی



Marfat.com

ہند نے ان کو دو سو اور سو روپے انعام عطا کیا اور ''تواریخ مارواڑ'' پر تین سو روپے۔ان کی تصانیف درجہ ذیل ہیں: (۳۲)

## (۱) نفائس التواریخ:

مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۸۹۶ء بار دوم

اس میں ناسخ التواریخ سے اخذ کر کے یونان، فارس، عرب، روم، مصر اور ہند کے ۸۵ حکما کا مختصر تذکرہ ہے۔

## (۲) اکبر بادشاہ:

یہ تالیف چار سو آٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔اس میں اکبر کے اکیاون سالہ دورِ حکومت کے حالات ۱۵۵۳ء سے ۱۶۰۵ء تک کے سن وار بالترتیب تحریر کیے ہیں۔ جو اکبر نامہ، اقبال نامہ جہانگیری، مختلف التواریخ، طبقات اکبری اور آئین اکبری وغیرہ سے لیے گئے ہیں۔ بالخصوص وہ واقعات جن کا تعلق راجپوتانہ کے والیان ریاست سے رہا ہے اور بتایا ہے کہ اکبر نے ان روساء کو کس قدر نوازا اور انھوں نے کیا کیا کارنامے کیے۔ دیباچہ میں مولف نے لکھا ہے کہ:

''بادشاہ عالی جاہ ہندوستان کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ نیک نام گزرے ہیں اور ان کا احوال کئی مورخوں نے مثل ابو الفضل، خواجہ نظام الدین بخشی، ملا عبدالقادر بدایونی، خواجہ عطا بیگ قزوینی، معتمد خان میر بخشی اور محمد قاسم فرشتہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتب تواریخ میں لکھا ہے اور ان میں سے بہت سے حالات دیسی ریاستوں کے بھی ملتے ہیں اس لیے ہم ایک پورا خلاصہ



Marfat.com

ان کی پنجاہ سالہ سلطنت کا ان کتابوں سے بہ حساب سنین ہجری لکھتے ہیں۔"

طرز عبارت اس اقتباس سے ظاہر ہے۔ اس میں اکبری ممالک محروسہ ان کی آبادی جمع ہندی، نظم ونسق، انتظام وضابطہ، عدل وانصاف، فوج اور منصب وغیرہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ نیز اکبر نے جو برتاؤ ہندوؤں کے ساتھ کیا اور جو مراتب ومناصب ان کو عطا کیے ان کی طویل فہرست بھی درج کی ہے۔ رئیسوں کے ناموں کے علاوہ اکبری عہد کے ان پنڈتوں، شاستریوں، دیدوں اور گویوں کے نام ہیں جن کو اکبر نے نوازا ہے۔

## شاہ جہاں نامہ:

یہ ضخیم کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد ۱۸۹۶ میں دوسری اور تیسری ۱۸۹۷ میں شائع ہوئی۔ اس میں مختلف تواریخ سے واقعات لیے ہیں۔ عہد شاہ جہاں کے اہم تاریخی واقعات خصوصاً وہ کہ جن کا تعلق دیسی ریاستوں کے رئیسوں سے رہا ہے، درج کیے ہیں۔ راجپوتوں کے کارناموں اور ان کی وفاداری کا ذکر کیا ہے۔ ہر جلد کے آخر میں ہندو منصب داروں کی فہرست ہے اور آخری جلد کے آخر میں زوال حکومت اور شاہزادوں کے باہم جنگ وجدل کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے آٹھ ہزار بڑے بڑے، امیر، راجہ، مہاراجہ اور شہزادے منصب دار تھے۔ جن میں سے دو ہزاری سے ہفت ہزاری منصب داروں کے نام بھی درج ہیں اور دیگر مفید معلومات بھی مثلاً آمد و خرچ، خزانہ فوج، شاہی تقریبات وغیرہ ساتھ ہی معاصر سلاطین ایران وتوران کا بھی مختصر حال تحریر کیا ہے، واقعات کے سنہ وار ہیں اور طرز نگارش محققانہ و ادیبانہ ہے۔



Marfat.com

## خوشحال چند کائستھ:

محمد شاہ کے عہد میں دیوانی دفتر کا منشی تھا، اسکی کتاب تاریخ محمد شاہی کا سال تصنیف ۱۱۵۴ ہجری ہے۔ کتاب کا وہ حصہ جو محمد شاہ کے عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ زیادہ کارآمد ہے، جہاں جہاں ہندوستان کے اولیا کا ذکر آتا ہے مصنف اپنی عقیدت کا اظہار زیادہ ہی کرتا ہے اور یہی دو ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔

## رائے زاد چترمن

چہار گلشن: مصنف نے یہ کتاب وزیر غازی الدین حیدر کی فرمائش پر ترتیب دی ہے۔ اس کتاب میں بھی قابل ذکر وہ دور ہے جو ہندو مسلمان فقراء کے حالات سے متعلق ہے۔ مصنف کے پوتے نے (رائے بھان منشی) ۱۲۰۴ ہجری میں اس پر نظر ثانی کی۔



Marfat.com

# ہندوستانی تہذیب اور اسلام

از: مسٹر این بی مہتا آئی سی ایس

اسلام کا نام سن کر لا محالہ عرب کا خیال آتا ہے۔ اہل عرب اپنے ویران ملک کو جزیرہ کہتے ہیں۔ جغرافیہ، اقتصادی یا تمدنی حیثیت سے دیکھا جائے تو عرب سے زیادہ کوئی خطہ دنیا کے تختہ پر قدرت کی عنایتوں سے محروم نظر نہ آئے گا۔ اس کا رقبہ تو جرمنی سے تقریباً چوگنا ہے مگر آبادی صرف ستر لاکھ یعنی (لندن معہ مضافات) سے بھی کم ہے۔ صرف جنوبی اور مغربی ساحل کے حاشیہ پر انسان بود و باش رکھ سکتا ہے۔ ابن سعود کی اس مملکت میں اہل حجاز کا مخصوص پیشہ ان حاجیوں کی خدمت ہے جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں مقامات مقدسہ میں جمع ہوتے ہیں اور اگر چند لمحات ہی کے لیے سہی، مگر اس برق تجلی کا لطف اٹھاتے ہیں جس نے ساتویں صدی میں دنیائے سلف کو جگمگا دیا تھا۔

عرب دلچسپ جگہ ہے مگر وہاں زندگی بہت دشوار ہے اور جینا کچھ کھیل نہیں۔ عرب کا رہنے والا اگر سنجیدہ اور عملی طبیعت نہیں رکھتا تو سمجھ لیجیے کہ اس کا وجود ہی معدوم ہے کیونکہ بے آب و گیاہ ریگستان کا نامحدود افق ہر وقت دنیائے گرد و پیش کے مصائب یاد دلاتا رہتا ہے اور اتنی فرصت نہیں دیتا کہ فطرت عالم



Marfat.com

اور غایت وجود پر خیال آرائیاں کی جائیں۔ جغرافیائی اعتبار سے عرب کو افریقہ کے صحراء اعظم کا سلسلہ سمجھنا چاہیے۔ عدن ہی کی جدید بستی دیکھ کر جہاں آب رسانی کا مکمل انتظام ہے اور اہل برطانیہ کی انتظامی قابلیت نمک سازی کے کارخانوں میں نمایاں ہے۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جزیرۃ العرب آرام سے رہنے یا کسب معاش کے لیے کوئی مناسب مقام نہیں ہے۔

ہندوستان کی صورت اس کے بالکل برعکس ہے۔ گر تاریخ کی شہادت اور چینی سیاحوں کے بیان قابل اعتبار ہیں تو ساتویں صدی کے آخر میں ہندوستان میں زندگی بسر کرنا ہرگز مشکل نہ تھا۔ ۶۴۷ء میں جب کہ قنوج بلکہ تھانیسر کے راجہ ہرش وردھن نے انتقال کیا (تھانیسر اب کرنال کے ضلع میں ایک ویران جنگل ہے جس کے پہلو میں کرکشیتر کا عبرت خیز میدان جنگ واقع ہے) تو بدھ مت کے قویٰ مضمحل ہو چکے تھے۔ اہل ہند کی تاویل تراشی نے بدھ جی کے نفس کش مذہب کو ہشاش بشاش راہبوں کا ایک وسیع نظام بنا دیا تھا اور یہ خانقاہ نشیں (عورت و مرد) باوجود زعفرانی لباس کے دنیا کی لذتوں کو بے اعتنائی کی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ بہاروں میں بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ یہاں دونوں عالم کی بہترین نعمتیں موجود تھیں۔ نمائشی تقوی اور اس کے ساتھ عوام الناس کو سنانے کے لیے بلند آہنگ نصائح کا کافی ذخیرہ پاس ہو تو سمجھ لیجیے کہ زندگی کامیابی سے گزارنے کا پورا سامان مہیا ہے۔ بالخصوص ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مذہب انسان کے اہم ترین مشاغل اور ہمہ گیر دلچسپیوں میں داخل ہے۔ یہاں کے تاجدار بھی شاستروں پر مناظرہ کرنے کے لیے وقت نکال لیتے تھے۔ کبھی کبھی فرصت کے اوقات عشقیہ اشعار موزوں کرنے میں صرف کرتے تھے۔ چند صدی بعد یہی اشعار مصوری کی زبان میں ادا ہونے لگے۔ یہ مشغلے



Marfat.com

دلچسپ ضرور تھے۔ آج بھوانیشور اور کھجوراہو اس کے مندروں میں دیواروں کی شاندار زینت دیکھ کر ہم اس تمدن کے نوع بہ نوع کمالات پر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ اسلامی یورشوں کی آسان کامیابی کا ایک سبب یہیں نظر آجاتا ہے۔ آٹھویں صدی کے اوائل میں اسلام ہند کے دروازے پر تھا۔ دو صدی کے اندر قریب قریب سارا ملک رفتہ رفتہ اس کے قدموں کے نیچے آ گیا۔ پھر کیا تعجب ہے کہ ان شائستہ تاجداروں نے جنکو ادبیات اور مصوری میں نظم ونسق کے غیر دلچسپ معمولات سے زیادہ لطف آتا تھا فوراً فیصلہ کرلیا ہو کہ سرحد پار سے ان ملکسوں کا آنا کلجگ کا پیش خیمہ ہے۔ ان ابتدائی حملہ آوروں کا رنگ صاف نمایاں تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر (رضی اللہ تعالی عنہ) ہمیشہ کے لیے مثال قائم کر گئے تھے۔ رسول ہاشمیؐ ۶۳۲ء میں دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔ دو سال بعد خلیفہ اعظم حضرت ابوبکرؓ کا بھی انتقال ہوگیا مگر اب فتوحات عظیم کا دور شروع ہوا۔ ایران مغلوب ہو چکا تھا۔ مصر نے اطاعت قبول کرلی تھی۔ ۶۳۸ء میں یروشلم بھی حوالہ کر دیا گیا۔ لیکن مسیحی مذہب کے اس مولد نے شرط یہ ٹھہرائی تھی کہ خود خلیفۂ وقت کے سامنے سر اطاعت خم کیا جائے گا۔

ایک عربی ناقے پر خلیفۂ ثانی (رضی اللہ تعالی عنہ) نے چھ میل کا سفر طے کیا۔ چوبی رکابی، ایک مشکیزہ اور کھجوروں، خرموں کی ایک تھیلی ساتھ تھی۔ صرف ایک خدمت گزار ہمراہ چل رہا تھا۔ بیت المقدس پہونچے تو مسلم سرداروں کو شاندار پوشاکوں میں ملبوس پایا۔ ان کے رہواروں پر زرکار زین پوش پڑے ہوئے تھے۔ سادہ وضع سپاہیوں کی یہ نقل ہیئت دیکھ کر خلیفہ کو غصہ آ گیا۔ پیشتر اس سے کہ وہ مسیحی اسقف کے ساتھ شہر کا معائنہ فرمائیں انھوں نے سرداروں پر غصے کا اظہار کیا اور سنگریزے بین بین کر مارے۔ اسلامی تاریخ کے



Marfat.com

دوراول میں یہ واقعہ اس عہد کی مخصوص شاں کا آئینہ ہے۔

ساتویں صدی کے اوائل میں کوئی علامت یہ ظاہر کرنے والی نہ تھی کہ عرب کا ویرانہ بھی قعر گمنامی سے باہر نکلنے والا ہے۔ مکہ جہاں بیس ہزار نفوس آباد تھے اس وقت بھی کعبہ کی بدولت زائرین کا مرجع تھا۔ اس مقدس معبد کی تولیت بدوی قبائل کے سپرد تھی۔ جن کے لیے مہمانوں کے جذبات نیاز آمدنی کا بہانہ تھے۔ مدینہ جو رسول عربیؐ کا قیام گاہ تھا ایک نخلستان کے گرد واقع ہونے کے سبب کچھ بہتر مقام تھا۔ یہاں کم وبیش پندرہ ہزار انسان آباد تھے۔ اکیاون سال کی عمر کے بعد بانی اسلام کا بیشتر وقت اسی شہر میں گزرا۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ مکے اور مدینے کے درمیان جو معمولی مناقشے چھڑے ہوئے ہیں وہ ایک عالمگیر انقلاب کی تمہید ہیں جو چند ہی سال کے اندر ظہور میں آنیوالا تھا۔ ۶۲۲ء میں رسول اسلام کا مکے سے ہجرت کرنا تاریخ انسانی میں ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ عیسائی، مجوسی اور یہودی افراد کی ایک ناقابل التفات اور جاہل قوم کا یہ مذہبی مجادلہ اس وقت غیر نتیجہ خیز معلوم ہوتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے حیات عالم میں ایک جدید قوت کا اضافہ ہوا۔ ہادی اسلام کی وفات سے پچیس سال ہی کے اندر اندر ایران، آرمینیا، شام اور مصر کے ہمسایہ ممالک مسخر ہو گئے۔ آٹھویں صدی کے وسط تک اسلامی حکومت کی حدیں دریائے سندھ سے لیکر ہسپانیہ میں اقیانوس کے ساحل تک اور چین کی سرحدی یعنی کاشغر سے لیکر بالائی مصر تک وسیع ہو گئے ہیں۔

غلبۂ اسلام کا سبب یہ تھا کہ ہر جگہ مظلوم، جاہل اور غیر منظم قوموں سے مقابلہ ہوا جو ہراس اور غارتگری کا شکار ہو رہی تھیں اور سیاسی حق سے محروم تھیں۔



Marfat.com

ہر جگہ خود غرض اور غیر مستحکم حکومتوں سے جنگ ہوئی۔ جہاں حکمران کو رعایا کی کوئی خبر نہ تھی۔ اسلام نے ایک نیا سیاسی نظام پیش کیا جس سے زیادہ وسیع اور بہتر تخیل اب تک دنیا مین نظر نہ آیا تھا۔ اس نے عوام الناس کو جو مراعات دیں اب تک کبھی نہ ملی تھیں۔ سلطنت روما کا تمدن (جسکی خصوصیت غلامی اور سرمایہ داری تھی) ناکام ہو چکا تھا۔ یورپ کا ادب، تہذیب اور معاشرتی نظام بوسیدہ ہو کر مٹ گیا تھا اس وقت اسلام طلوع ہوا۔ پھر جس وقت نوع بشر کو اپنے رہنماؤں کے خلوص پر اعتماد نہ رہا تو اسلام بھی زوال پذیر ہونے لگا۔'' (صفحات ۳۲۰-۳۳۰ خلاصۃ تواریخ مصنفہ ایچ. جی. ویلز)

## اسلام کی عملی تعلیم:

یہ حقیقت اکثر نظر انداز ہو جاتی ہے کہ خیالات خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ ہوں اسی حد تک قابل قدر ہیں جہاں تک وہ عمل قابل قبول ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ ساتویں صدی میں اسلام نے جن خیالات کی اشاعت کی ان سے ہندوستان ایران روم اور یونان کے قدیم تمدن ناواقف نہ تھے۔ اس لیے اسلام کا کارنامہ تخیل کی کوئی جدت نہیں ہے بلکہ اس کے لیے باعث فخر یہ بات ہے کہ ان خیالات کو لوگوں کے دلوں میں اتار کر ایک عظیم الشان انقلاب کا سبب بنا دیا۔ توحید کا مسئلہ بالخصوص اہل ہند کے لیے کوئی نئی چیز نہ تھا لیکن یہاں بت پرستی انتہا تک پہونچ گئی اور نہ رک سکی۔

اسلام کی قوت اس کی سادگی اور رحمدلی میں ہے اور سب سے زیادہ اس کی دعوت عمل اور اس تنبیہ میں مضمر تھی کہ قول اور عمل کی مطابقت ضروری ہے۔ اس کی رواداری عام تھی۔ اسلامی اخوت، نسل اور مراتب کی برتری تسلیم



Marfat.com

نہ کرتی تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ اسلام ہمیشہ بت پرستی، باطل توہمات اور مذہب کے روپ میں چھپی ہوئی بربریت کو گوارا کرنے سے منکر رہا۔ چنانچہ دائرہ اسلام میں جو شخص داخل ہو جاتا تھا اس کو عبادت اور دیگر معاملات میں عملی طور پر مکمل مساوات حاصل ہوتی تھی۔ صرف خدائے واحد اور اس کے رسول پر ایمان لانا اسلام کی عظیم الشان برادری میں (جو ملکی اور نسلی امتیازات سے بالاتر ایک حقیقی اور واقعی وجود رکھتی تھی) شامل ہونے کے لیے کافی تھا۔ رسول عربی کا ارشاد یہ تھا کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور سب مساوی ہیں۔

ہادی اسلام کی سادہ تعلیم سے ایران اور ہندوستان، چین اور قسطنطنیہ کی قدیم تہذیبیں جیسی حیرت زدہ رہ گئی ہونگی اس کا آج اندازہ کرنا مشکل ہے۔ بے شک عرب کا نبیؐ انقلاب کا حامی تھا۔ مردوں سے نصف ہی سہی، مگر عورتوں کو حق وراثت دیا گیا۔ غلاموں کو وہی خوراک اور لباس دینے کی تاکید تھی جو مالک استعمال کرتے تھے اور علم کی طلب میں چین تک پہونچنے کی نصیحت کی گئی۔

میرا عقیدہ ہے کہ اس نئے مذہب کے پیرو سرحد سے داخل ہو کر ہندوستان کو اپنے خیر مقدم کے لیے تیار پاتے اگر وہ ملک کی دولت پر قناعت کر لیتے اور سلطنت میں اپنے عملی اخلاقیات کو دخل نہ دیتے۔ کیوں کہ ان کی اخلاقی تعلیم اپنی سادگی کے باوجود قدم قدم پر ہندو مذہب کے نظام سے متصادم ہوتی تھی آیئے آج ہم ان مسائل پر نظر ڈالیں جن میں آج سے ہزار برس پہلے ایک شائستہ ہندو کو مسلمان بدیسیوں کی دخل اندازی ناگوار لگی تھی۔ عورت کو ہندو ''شکتی''، یعنی ''قوت'' کا مظاہرہ سمجھتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے بموجب دیوتا وہیں رہتے ہیں جہاں عورت کا احترام کیا جاتا ہے۔ اگر چہ ہندو طاقت کے اس



Marfat.com

مجسم مظاہرے کو دیوی مانتے تھے۔ لیکن معاشرتی نظام میں وہ اس کی جداگانہ حیثیت تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ خصوصاً اس حالت میں جب وہ کسی کی بیٹی یا کسی کی بیوہ یا جورو ہو۔ اس کو مرد کی محبت آمیز نگرانی میں رکھنے کے بجائے وراثت کے جداگانہ حقوق دے دینا گویا دیوی کو اس کے تخت علوی سے اتار دینا تھا۔ اسی طرح شوہر کی چتا پر زندہ جل مرنا ایک ہندو بیوہ کے لیے کار عظیم سمجھا جاتا تھا جو زن و شوہر کی محبت کو تقدس کے درجے تک پہونچا دیتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس رسم کی بدولت دھرم بے نفسی اور ایثار کے متعلق ہندو عورت کی برتری مسلم ہوگئی۔ مگر اس مسئلہ میں بھی ہندوؤں کو مسلم زاویہ نظر تنگ اور مادیت پرست معلوم ہوتا ہوگا۔ مسلمانوں کی نظر میں عورتوں کی محبت و وفاداری کی یہ آتش آزمائش کوئی وقعت نہ رکھتی تھی۔ دیگر معاملات کی طرح اس بارے میں بھی ہندو اور عیسائی مذہب کے برعکس اسلام کی تعلیم زیادہ عملی اور دنیوی ضروریات کے مطابق ہے۔ اسلام کو ہندوستان میں آئے ہوئے ایک ہزار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں لیکن وراثت کا مسئلہ جہاں تک ہندو عورت کا تعلق ہے نہ ابھی تک ضروری سمجھا گیا ہے اور نہ عملی سیاسیات میں شامل ہوسکا ہے۔ حالانکہ عورت کا مرد کے ساتھ وراثت میں حصہ چاہنا ایسا دعوی ہے جس کے جائز ہونے سے کوئی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ہندو ذہنیت ایک چاپلوس ذہنیت ہے۔ وہ یا تو آپ کا دعوی تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے یا منطق کے آخری حدود تک استدلال کرسکتا ہے۔ مگر اسی حالت میں کہ قول اور عمل کی مطابقت کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ ہندوؤں کے لیے عقائد اور عبادات میں تمام آزادیاں جائز ہیں۔ اسلام کو عمل پر اتنا اصرار نہ ہوتا تو ہندو مذہب یا تو عرب کے نئے دین کو جذب کرلیتا یا اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہ کرتا۔ اسلامی



Marfat.com

عقائد کا کوئی جز ایسا نہیں جو آج سے ہزار برس پہلے کے راسخ العقیدہ ہندو کے لیے نا قابل قبول ہوسکتا۔ لیکن عہد حاضر کے اشتراکی کی طرح مسلم نے رسول خدا کی سادہ اور صریح تعلیم کو روزمرہ کی زندگی کے ساتھ شیرازہ بند کرنا ضروری سمجھا۔ مسلم کی فلسفیانہ دلچسپیاں محدود تھیں۔ اس کو دنیوی معاملات اتنا مصروف رکھتے تھے کہ وہ واقعات عالم کی حقیقت پر (جو ہندو فقراء اور علماء کو صدیوں سے اپنی طرف متوجہ رکھتی تھی) غور ہی نہ کرسکتا تھا۔ اسلام کی تعلیم خدا کی یکتائی پر سیدھا سادہ اعتقاد سکھاتی تھی۔ اس میں نہ شنکر اچاریہ مت کی وحدت الوجود کی سی موشگافیاں ہیں، نہ خود اسلام کے مابعد تصوف کی گلکاریاں ہیں جو ایران اور ہندوستان میں اس درجہ مقبول ہوئیں۔ رسول عربی کا پیغام عام انسانوں کے لیے تھا۔ ان کی نفسیات انسانی میں غیر معمولی بصیرت حاصل تھی وہ سمجھتے تھے کہ انسان کا جمود فطری مطالبات ہی سے شکست ہوسکتا ہے اور رفعت کے مدارج عمل صالح ہی سے طے ہو سکتے ہیں۔ گو اسلام میں پیشوایان مذہب یا پروہتوں کا کوئی طبقہ نہیں ہے تاہم اسلام بھی زمانہ کے اثر سے بہت عرصہ تک محفوظ نہیں رہ سکا۔ بہ ظاہر انسان کو اپنے شکوک کو مٹانے اور الہامی آیات کے معانی بتانے کے لیے ارباب ارشاد و ہدایت کے ایک جدا طبقے کی خواہش ضرورت رہتی ہے۔ چنانچہ اس عجیب خواہش کے اثر سے اسلام محفوظ نہ رہ سکا۔ اس میں شک نہیں کہ علم دین کسب معاش کا آسان وسیلہ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر انسانی قلوب پر مسلم علماء کی حکومت اور تسلط کا اندازہ کرنے میں مبالغے سے کام نہ لینا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ بعض اوقات علماء اسلام بھی بادشاہوں کی مجالس اور عوام الناس کے قلوب پر کافی اقتدار رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو ہندو برہمن کا سا مستحکم تقدس یا مسیحی کلیسا کی سی عالمگیر وسعت کبھی حاصل نہ ہوئی۔ جس کا



Marfat.com

اصلی سبب یہ تھا کہ وہ جداگانہ طبقے کی حیثیت نہ رکھتے تھے۔

## غلاموں کے بے نظیر کارنامے:

دور اول کے مسلمان عرب کے یہود، نصاری اور مجوس فرقوں ہی سے تبدیل مذہب کر کے آئے تھے اور ان میں سب عربی النسل بھی نہ تھے کیوں کہ بعض حبشی اور افریقی بھی اس انقلاب پسند برادری میں کامل حقوق کے ساتھ داخل ہو گئے تھے۔ اولین پیروان رسول میں بلال کا نام مشہور ہے۔ غلاموں کا وجود صرف خدمت کے لیے تھا۔ مگر ہادی اسلام کے پیغام میں وہ جادو تھا کہ غلاموں کو بھی ایک نئی زندگی کا احساس ہونے لگا۔ جس کی بدولت ان میں سے بعض دنیوی کامیابی کی اعلی ترین بلندی پر پہونچ گئے۔ اکثر حوصلہ مند غلاموں نے بڑے بڑے قدیم النسل تاجداروں کا غرور خاک میں ملا دیا اور ہندوستان ایران اور مصر میں اپنے فرزندوں کے لیے حکومتیں قائم کر گئے۔ خصوصا ہندوستان کے غلام خاندان تو یہاں اپنی تہذیب کی ابدی یادگاریں چھوڑ گئے ہیں۔ قطب مینار انھیں حکمرانوں میں سے ایک صحیح ذوق اور بلند ہمت والے فرماں روا کی نشانی ہے۔ فردوسی اور البیرونی کا زر پرست مربی بت شکن محمود بھی غلام تھا۔ احمد شاہ ابدالی بھی جس نے پیشوا کا بے شمار لشکر پانی پت کے میدان میں فنا کر دیا، غلام ہی تھا۔ غرض ان مسلم غلاموں کے کارنامے دنیا کی تاریخ میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ان میں اسلامی تعلیم کی روح موجود تھی وہ آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ بت پرستی باطل عقائد اور روایات اصنام پر ایمان لانا کیسا خسران عظیم ہے۔ چنانچہ ان باطل عقائد کے معبود خداوندوں کے پیکر ان کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہتے تھے۔ خصوصاً زیادہ صاحب جبروت لوگ حتی الوسع ان کو مٹا دیتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ عوام کا ذہن اندرونی حقیقت کا



Marfat.com

ادراک نہیں کرسکتا۔اس کا نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا۔ ہندوستان کی دولت سے لبریز مندر مسلمانوں کو ظلمت کدے نظر آئے۔ ان کو مسمار کردینا اور مسمار شدہ مندروں کے ملبے، منقش ستون اور مرصع پتھروں سے مسجدیں تعمیر کرنا دور اول کے مسلمانوں کو ناجائز نہ معلوم ہوا جس بات کو ہندو مذہبی بے حرمتی سمجھتے تھے وہ مسلمانوں کے نزدیک تبلیغ کا ایک مفید اور بہتر طریقہ تھا مسلمانوں کا جوش بت شکنی اسلامی نقطہ نظر سے ایک ثواب کا کام تھا جس کی وجہ سے صدیوں کی گندگی آن واحد میں دور ہوجاتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ مذہب سے گہری دلچسپی رکھتے تھے کیوں کی مذہب کا اثر زندگی پر ہزاروں صورتوں سے ہوتا تھا۔

ہندستان کے مسلمان بادشاہوں کی بت شکنی تو سب جانتے ہیں مگر یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ایک متقی مسلمان فرماں روا فیروز تغلق بڑے احترام واحتیاط کے ساتھ اشوک کے فرمان کا ستون میرٹھ سے دہلی لے گیا تھا۔شاید یہی پہلا سلطان تھا جس نے ہندستان کے آثار قدیمہ سے دل چسپی لی ۔ٹیپو سلطان کی نسبت طالب علمی میں جو رائے قائم ہوئی تھی اس مدنظر رکھتے ہوئے مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت اور خوشی ہوئی کہ میسور کے حیرت انگیز مندر ابھی تک بت شکن ہاتھوں سے محفوظ رہے ۔موجودہ زمانہ میں ہز اگزالیٹڈ ہائنس نظام حیدرآباد کی ان مہتمم باالشان مساعی سے کون واقف نہیں ہے جو اجنتا اور ایلورا کے برہمنی اور بدھی آثار کے تحفظ میں کی گئی ہیں ۔حیدرآباد کا محکمہ آثار قدیمہ سر اکبر حیدری کے زیر ہدایت مسٹر یزدانی ناظم محکمہ اور اجنتا کے باکمال کیورٹر منشی سید احمد جس ذوق اور دل چسپی کے ساتھ آثار ماضی کی خدمت کررہے ہیں اس کی مثال ہندستان میں نہیں مل سکتی مگر ہمیں متعجب نہ ہونا چاہیے کیوں نکہ اسلام نے ہندستان میں کوئی نئی قوم لاکر آباد نہیں کی ۔اسلام یہاں صرف ایک نورانی



Marfat.com

مشعل لایا تھا جس نے زمانہ قدیم میں جب کہ پرانے تمدن انحطاط پذیر ہورہے تھے اور پاکیزہ مقاصد محض ذہنی معتقدات بن کر رہے گئے تھے انسانی زندگی کو چھائی ہوئی ظلمتوں سے پاک کردیا۔ دیگر ممالک کی طرح ہندستان میں بھی سیاست سے زیادہ خیالات کی دنیا میں اسلام کی فتوحات کی دائرہ وسیع ہوا۔ آج کی وسیع اسلامی دنیا میں بھی ایک روحانی برادری ہے جس کو توحید اور مساوات کے مشترک عقیدے کا ایمانی رشتہ باہم منسلک کیے ہوئے ہے۔ بد قسمتی سے اس ملک میں اسلام کی تاریخ صدیوں تک حکومت سے وابستہ رہی ہے جس کی وجہ سے اسلام کی اصل نوعیت پر پردہ پڑ گیا اور اس کے فیوض نگاہوں سے مخفی ہو گئے۔

تین چار صدی کے اندر اسلام کا مشرق میں ایشیا کے بیشتر حصے یعنی جاوا سماترا اور چین تک اور مغرب میں ہسپانیہ اور ہنگری کے حدود تک پھیل جانا کوئی اتفاقی امر نہ تھا مصر ایشیاء کوچک اور ایران کے قدیم تمدن پہلے ہی سرنگوں ہو چکے تھے۔ قدیم آئین کا سرمایہ حیات ختم ہو چکا تھا اور نئے مذہب کے جوش و قوت سے دنیا حیرت زدہ ہوگئی۔

ہندستان میں داخل ہوتے وقت اگر مسلمان کی تلوار آب دار اور ان کی مسلمہ شجاعت اسلام کے ہم رکاب نہ ہوتی تو اس کا عروج کیا صورت اختیار کرتا؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا خیال کرنا ہی بے سود ہے ممکن تھا کہ سارا ہندستان نئے دین کے دائرے میں داخل ہوجاتا۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ ہندو دھرم کے گھنے جنگل میں اسلام کا وجود ہی گم ہوجاتا اس سے قطع نظر کہ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہوتی یہ امر یقینی ہے کہ اچھوتوں کا مسئلہ حل ہوگیا ہوتا۔ ''چھوت



Marfat.com

چھات'' جوسوامی وویکانند کے بموجب موجودہ ہندوویت کی مخصوص شان ہے مٹ گئی ہوتی اور ہندوعورت اقتصادی آزادی کے مرتبے تک پہنچ گئی ہوتی۔

اسلام کا اثر یہ ہوتا کہ مذہب کے بازار کے حدود میں داخل نہ ہونے پاتا اور گائے اور دوسرے جانوروں کے ساتھ وہی سلوک ہوتا جوان کے شایان ہے۔ مصریوں کا ضروریہ عقیدہ تھا کہ گائے کی سینگوں پر سوار ہوکر بہشت تک پہنچ سکتے ہیں لیکن ہندستان میں تقریبا آٹھویں صدی تک گائے کا گوشت قابل اعتراض نہ سمجھا جاتا تھا گائے کی پرستش درحقیقت قرون وسطی میں قائم ہوئی۔ بہر حال اہل اسلام اپنے مذہب کی پیروی کرتے ہوئے بھی ہندوتمدن سے قریب تر رشتہ اتحاد قائم کرتے تھے کیوں کہ اسلام نہ کسی وطن کا قائل ہے اور نہ حدو فاصل اور خطوط تقسیم کا پابند۔ بالفاظ دیگر اسلام ہندی تہذیب میں ایک جدید اضافہ ہوکر رہ جاتا جیسا کہ مشرقی جزائر اور خصوصا جاوا میں واقع ہوا ہے۔

یہ خیال غلط ہے کہ اسلام نے اس ملک کو پردے سے روشناس کیا عورتوں کی خانہ نشینی کا دستور تمام قدیم ملتوں میں پایا جاتا ہے اور ہندوتہذہب کے عروج کے زمانے میں بھی امراء کا طبقہ سختی کے ساتھ اس پر عامل تھا۔ بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ مسلمانوں نے اس ملک کے رسم کی پیروی کی اور شرافت کا مروجہ معیار اختیار کرلیا۔ یہاں پر ہندومسلمانوں کے ازدواج باہمی کا ذکر بھی بے جانہ ہوگا۔ بادشاہوں کے بین المملی شادیاں اتحاد کا باعث نہ ہوئیں آزاد اسلام کھانے پینے اور عبادت کے بے معنی پابندیوں سے متنفر نہ تھا ہندوتمدن رسمی احتیاط اور پاس داری کو سب سے مقدم سمجھتا تھا چناں چہ اسلام اور ہندو مذہب کا اتحاد ہونا مشکل تھا لہذا ہندووں کی نگاہ میں بین المملی ازدواج



Marfat.com

صلح کا پیام نہ تھا یہ شادیاں صرف ہندو قوم کی پستی کا ثبوت اس بات کی دلیل تھیں کہ اس کی جماعتی تنظیم کا دائرہ خود ہندوؤں پر تنگ ہو رہا ہے۔

چناں چہ مسلمان بادشاہوں کی مخلوط شادیوں کی اولاد بت پرست ہندوؤں سے نفرت کرنے میں خاندانی مسلمانوں سے بھی زیادہ سخت ثابت ہوئی مثال کے طور پر صرف فیروز تغلق اور شاہ جہاں کے نام کافی ہیں۔

ہندو مذہب کا اصلی جوہر مختلف طبقوں کا فرق مراتب ہے۔ جو خاندان کی بنیاد پر مبنی ہے عملی حیثیت سے ہندو ذہنیت بادشاہ کسان کے مساوات کا تصور نہیں کر سکتی ہے برہمن اور شودر عمرانی مراتب کے اعتبار سے ایک ذہنی کی بالائی اور زیریں سیڑھی پر کھڑے تھے جن کے لیے مقام کا باہمی تبادلہ ممکن نہ تھا یہ سچ ہے کہ کبھی کبھی شاعر اور مہاتما اور مصلحین قوم کی آواز ذلیل قوموں کی حمایت میں بلند ہوتی تھی مگر خاندان کی پستی کی اس دنیا میں کوئی تلافی نہ ہو سکتی تھی اسلام کا اصولی اعتقاد یہ تھا کہ معاشرتی اور مذہبی تمام امور میں مسلمان بلا لحاظ قومیت اور مرتبہ کامل مساوات رکھتے ہیں اور اسلام کو اس مساوات پر اتنا اصرار تھا کہ اس میں کسی قسم کے سمجھوتے کی گنجائش ہی نہ تھی مگر یہ بنیادی اصول ہندو تمدن کے تخیل کے لیے بالکل نئی چیز تھا۔

لہذا اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اشاعت مذہب میں اسلام کی فتح یابی کا باعث پست اقوام کا اس میں بخوشی داخل ہونا تھا مسلمانوں میں انسان کی قیمت اس کی ذاتی خوبیوں سے لگائی جاتی ہے اور قومیت اور نسب کے اتفاقی پہلوؤں پر چنداں توجہ نہیں کی جاتی لہذا اس جماعت میں شامل ہونے کے بعد پست قوموں کے لوگوں کو ایک نیا مستقبل پیش نظر ہوا ہوگا تلوار کی قوت



Marfat.com

حکومت کا زور اور اعلی ذات کے ہندووں کے طرز عمل سے اس بارے میں مزید امداد ملی اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی لیکن گمان غالب یہ ہے کہ اگر یہ مزید امداد نہ بھی ہوتی تو اسلام اور بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اشاعت پاتا ہندو قوم میں پنج ذاتوں کا ایسا جم غفیر موجود ہے اور ہندو تمدن کے اندر ان کا مستقبل اس قدر مایوس کن ہے کہ وہ ہر مذہب میں جہاں مساوات اور آبرو ملنے کی امید ہو اپنے لیے زبردست کشش محسوس کرتے چناں چہ اسلام سکھ اور مسیحی مذاہب میں انھیں ذاتوں کے باعث سب سے زیادہ اضافہ ہوا۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندو قوم مغرور اور بعد پسند ہے۔ اس نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ جب تک ہندو غیر قوموں سے مساویانہ سلوک نہ کریں گے اور کھانے پینے کے متعلق فرضی قیود کے پابند رہیں گے اس وقت تک ان میں باہمی اتفاق و اتحاد ناممکن ہے۔ ایک ہزار سال گزر چکے ہیں مگر یہ قدیم پابندیاں اب بھی موجود ہیں اور یہی اسباب اب بھی ان دو زبردست اقوام کے اختلاف کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ عوام کے عہد وسطی کے مسلمان کی وہی حیثیت تھی جو آج مغربی خیالات کے ہندوستانی کی ہے۔ وہ نہ پارینہ اوہام باطل کا معتقد تھا نہ ان کا روادار۔ وہ کبھی عملی مثال سے لوگوں کو متاثر کرتا تھا اور کبھی جبر سے۔ کیوں کہ اس کے پاس قوت اور حکومت دونوں تھیں مگر تلوار سے کبھی اعتقاد نہیں بدلتا، یہی وجہ ہے کہ سیاسی اقتدار کے ساتھ اتنی مدت تک وابستہ رہنے کے بعد بھی اسلام ہمیں اپنی برکات سے پوری طرح فیضیاب نہ کر سکا۔

شمشیر اسلام کی مسلسل کامیابی دیکھ کہ اہل ہند اپنے اندرونی حالات کا



Marfat.com

جائزہ لینے لگے۔ جس نے سب سے زیادہ صدمہ کثیر التعداد معبودوں کی پرستش کو پہونچا ابھی تک ان کا عقیدہ اہل ملک کی ضروریات کا کفیل رہا تھا اور اس کی بدولت برہمنوں کو معاش کا عمدہ وسیلہ حاصل تھا۔ آٹھویں صدی میں عربوں کی آمد سے لیکر سولہویں صدی تک جب مغلوں نے ہند میں قدم رکھا مختلف قسم کی مذہبی تحریکات نمایاں نظر آتی ہیں۔ ان تمام تحریکوں کی کم وبیش یہی غایت تھی کہ عوام الناس کا درجہ بلند کیا جائے۔ محض علمیت کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں رہی بلکہ جس خدا تک پہونچنے کی راہیں اب تک عوام کے لیے بند تھیں یا پیشوایان مذہب کی مخصوص جماعت کے وسیلے ہی سے کھل سکتی تھیں۔ اس خدا کی محبت اور بندگی کو روحانی زندگی کی کنجی ٹھرایا گیا۔ چنانچہ نیچے طبقہ کے لوگ بھی محسوس کرنے لگے کہ جذبہ صادق کی بدولت ہم بھی اعلی سے اعلی شرفاء کے ہمسر ہو سکتے ہیں۔ ''بھکتی'' کا مذہب جس کے معنی عشق الٰہی کے ہیں اسلام ہی کے سبب ہر دلعزیز ہوا۔ اس مذہب میں نہ پابندی رسوم کی پوری اہمیت تھی نہ شاشتر دانی کی اور نہ اس کو مورتوں اور عالی شان مندروں کی ضرورت تھی۔ سیدھی سادھی بھکتی پر سب کچھ منحصر اور یک رحمٰن ورحیم معبود پر ایمان کافی تھا۔ اس میں اسلام کا صاف اثر نظر آتا ہے۔ کبیر رامانند داود یال اور ملک داس عوام ہی سے پیدا ہوئے اور توحید اور مساوات کا پیغام سنانے لگے۔

کثیر التعداد لوگوں کے قبول اسلام نے ہندو تمدن کو اپنی پوری مدافعانہ قوت سے کام لینے پر مجبور کر دیا۔ ہندو مذہب کی اس خصوصیت نے کہ وقت ضرورت وہ ہر قالب اختیار کر سکتا ہے اپنی انتہائی استعداد دکھا دی۔ چنانچہ اسلام کی توحید کی بھی اس میں گنجائش نکل آئی۔ جین مذہب والے بڑے قدامت پسند ہیں مگر انھوں نے بھی عقائد کی از سر نو تشکیل کی۔ سترہویں صدی



Marfat.com

کے آخر میں لرنکا شاہ نے ایک نئے فرقے کی بناڈالی جو''استھا نک وسی'' کہلاتا ہے اور جس نے مندر اور مورت دونوں کو خیر باد کہہ دیا۔ یہ صوفی مشرب فرقہ اب تک موجود ہے۔ مگر جو فرقے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں وہ راما نند، کبیر اور نانک جیسے جہاں گرد فقر اور کلاونتوں کی بدولت جاری ہوئے۔ ہندو قوم کی نیچ ذاتوں میں اس جدید تبلیغ نے نئی زندگی پیدا کردی۔ اس کے فیض سے قدیم روایت سے بھی تعلق قائم رہا اور ان کے مردانہ وار اوصاف بھی از سرنو زندہ ہوگئے۔ ان فرقوں میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ دار سکھوں کا زبردست خالصہ تھا۔ مذہب کے نام پر جو سختیاں کی گئیں ان کی وجہ سے ایک آزاد خیال موحد گروہ میں ضدسی پیدا ہوگئی۔ چنانچہ یہ جماعت اسلام کے متعدد اصولی عقائد کی قائل ہونے کے باوجود اسلام میں داخل نہ ہوئی۔ آخری تاجداران مغلیہ کی تمام شاہانہ قوتیں اس اخلاقی طاقت کے سامنے جو عوام الناس میں پیدا ہوگئی تھی شکست کھا گئیں۔ مفلس اور پست حوصلہ افراد میں سے ایک جماعت پیدا ہوگئی تھی جس کی سادگی اور جس کی قوت خود اسلام کے عہد سابق کے مثل تھی۔ سکھوں کا وجود اسلام کے غیر ارادی مگر مہتم بالشان کارناموں میں ہے۔ وشنو پرستی کے اس عام پسند مذہب نے جس کے علم بردار بنگال میں ''چیتن'' اور متھرا میں ''ولبھ چاریہ'' تھے۔ غریب طبقے کی بڑی حمایت کی۔ مگر اس میں نہ سکھوں کا سا جوش تھا اور نہ ان کی جیسی قوت۔ جذبات میں مستغرق رہنے کی اہلیت معمولی انسان میں بہت کم ہوتی ہے۔ ہندوستان کے شاعر اعظم تلسی داس نے رام بھکتی کا جو مسلک قائم کیا تھا وہ بدقسمتی سے بہت فلسفیانہ اور عملا دشوار تھا۔ اسی سبب سے وہ بہت مقبول نہ ہوسکا۔ کرشن بھکتی نسبتاً زیادہ ہر دلعزیز اور لوگوں کی طبعی آرام پسندی کے مناسب حال ثابت ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ اسلام نے ہندو سماج



Marfat.com

کے وجود اور اسکی قدیم تنظیم کو پیام جنگ دیا۔ مگر ہندو مذہب کی صلح جوئی اور جدید تجربوں کی عادت کچھ دنوں کے لیے طوفان کی شدت میں بہت تخفیف کردی۔ البتہ اس کوشش میں اس کو قوم کے اندر اصولی تبدیلیاں کرنا پڑیں۔

اسی سلسلے میں آریہ سماج کا ذکر بھی ضروری ہے۔ کیوں کہ گو یہ تحریک دیر میں رونما ہوئی اس کا وجود بھی ہندو قوم کے تنزل اور اسلام کی طبعی قوت کا رہین منت ہے۔

اسلامی عقائد کی سادگی کے علاوہ جو چیز ہر غیر مسلم کو متاثر کرتی تھی اور اب تک کرتی ہے وہ حلقہ بگوشان اسلام میں ضبط و تنظیم کا قومی احساس ہے یہ تنظیم کے ساتھ ہر موقع پر نظر آتی ہے۔ خواہ وہ عبادت کے وقت ہو یا کسی قومی تقریب میں۔ تنظیم کے بغیر جماعت کے ساتھ عبادت قدرتی طور پر بحال ہے۔ اس سے زیادہ قابل لحاظ یہ ہے کہ صلوۃ بالجماعت ذہنیت کے حقیقی انقلاب کا ثبوت ہے۔ کیوں کہ نماز کے وقت اسلامی مساوات محض کتابی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اسلام دیگر اصولوں کی طرح یہ بھی ایک عملی چیز ہے اور اب تک اسلام کی یہ خصوصی شان غیر متغیر اور نمایاں حالت میں ہے۔ ہادی اسلام نے صحیح فرمایا تھا کہ خدا کی ساری زمین مسجد ہے۔ چنانچہ اس میں جو آنا چاہتا ہے اس کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے اور اندر داخل ہونے کے بعد کسی قسم کا فرق مراتب جائز نہیں ہے۔ بہ الفاظ دیگر صلوۃ بالجماعت سے فرد واحد ایک وسیع تر ملی اور روحانی وجود میں داخل ہو جاتا ہے۔

اسی اندرونی تنظیم کا یہ نتیجہ تھا کہ تین تین چار چار سو جاں بازوں کی مختصر جماعت عرب کے ریگستان سے نکلتی تھی اور اپنے سے زیادہ دولت مند اور



Marfat.com

قدیم تر مگر کمزور قوموں کے قلعے پاش پاش کر دیتی تھیں۔ اسلام کی زیر نگیں جماعتیں مسلم قوت کا زار جلد سمجھ گئیں اور بعض نے سبق لے کر نمایاں کامیابی بھی حاصل کی۔ مثال کے طور پر خالصہ اور آریہ سماج کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کی ایک خاص شان جسے خود مسلمان بھی اکثر محسوس نہیں کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ صلوۃ بالجماعت کی طرح ان کے تیوہار اور ان کا متبرک رمضان بھی اس نہج پر ترتیب دیا گیا ہے کہ جماعت کے تمام افراد زیادہ استحکام کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔ عید کی نماز کی طرح روزے اور تیوہار بھی اجتماعی زندگی کے اہم جزو ہیں۔ ان مواقع پر ملی احساس بڑھ جاتا ہے۔ عمل میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس ارشاد نبوی کی تعمیل کہ ہر مسلمان کو بھائی سمجھو آسان اور ممکن العمل نظر آتا ہے۔ اسلام نے عبادت میں جو اتحاد ساتویں صدی میں پیدا کر دیا تھا۔ ہندو آج تک اس کی پیروی نہ کر سکے۔ ہندو مذہب کا نام لینے والوں میں سب سے زیادہ معصوم گروہ کو اب تک مندروں میں داخل ہونے اجازت نہیں ہے۔ مذہبی امور میں جمہوریت کی لہر دوڑی تو دوسری فضائیں بھی متحرک ہونے لگیں۔ اب تک سنسکرت کے سرمایۂ ادب کا تفوق مسلم تھا۔ مگر اس پر ایک مخصوص طبقے یعنی برہمنوں کا اجارہ قائم ہو گیا تھا۔

اسلام کے قدم آتے ہی قدیم ادبیات کا تنزل شروع ہو گیا اور عہد حاضر کی کثیر التعداد صوبجاتی زبانیں جن کو اب تک صرف عوام الناس کی زبان سمجھا جاتا تھا۔ صف اول میں آ گئیں۔ مسلم بادشاہ اکثر عوام نواز ہوتے تھے اور ادبیات اور فنون سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے اور یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سنسکرت کے چند مقبول شاہکار بالخصوص قصص اور افسانے عربوں کی ہی وساطت سے بیرونی دنیا تک پہونچے۔ پنچ تنتر اور ہیتو اپدیش فارسی اور عربی



Marfat.com

لباس میں کلیلہ ودمنہ، عیار دانش اور انوار سہیلی کے ناموں سے مغرب میں مقبول ہوئیں۔ سیاسی اقتدار کے دوش بدوش عربوں کی زبان بھی کسب علوم کا بین الاقوامی ذریعہ بن گئی۔ چنانچہ فلسفہ، ریاضی ہئیت اور طب میں ہندوستان کے پاس جو سرمایہ تھا وہ عربی مصنفوں کی کاوشوں سے مہذب دنیا کو دستیاب ہوا۔ ہندی ادبیات اور علوم میں بھی انھوں نے جو اضافہ کیا وہ ایک جداگانہ چیز ہے۔ سنسکرت کی کتابیں صرف عربی اور فارسی ہی میں ترجمہ نہیں کی گئیں بلکہ خود اہل ملک کی روزمرہ بولی میں بھی منتقل ہوئیں۔ چنانچہ مسلمان بادشاہوں ہی کے فیض سے رامائن مہابھارت اور پران عوام کے ہاتھ تک پہونچیں ان سلاطین نے جس مذاق کا ثبوت دیا وہ دور مغلیہ میں انتہا کو پہونچ گیا۔ اکبر اور جہانگیر کا زمانہ ہندی ادب کے ترقی کا عہد زریں تھا۔ خود ہندوستانی مسلمانوں نے بھی ملک کے ادب میں بڑا اضافہ کیا۔ امیر خسرو کو جدید ہندی کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ مذہبی اختلاف سے یہ حقیقت مٹ نہیں سکتی کہ اسلام کو ہندوستان میں بسنا منظور تھا اس لیے مشترکہ تہذیب کی تعمیر میں حصہ لینا ہندی مسلمانوں کا بھی حق تھا جس سے ان کو محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یوں تو بیسوں ایسے شعرا گنائے جا سکتے ہیں جن کو شہرت عام کے دربار میں اعلی مرتبہ حاصل ہوا ہے۔ مگر میں صرف ایک کا ذکر کروں گا۔ یہ وہ شخص ہے کہ جس کو ہندی شاعری کی دنیا میں بے مثال درجہ مل چکا ہے۔ اور جو ہندی ادب کے چھ مشاہیر اعظم میں شمار کیا جاتا ہے میری مراد عبدالرحیم خانخاناں سے ہے۔ سپاہی اور مدبر رحیم اکبر کے اتالیق بیرم خان کا بیٹا تھا۔ ہندو عبدالرحیم کو صرف رحیم کہتے ہیں۔ وہ عربی، فارسی اور ترکی کا عالم تھا اور غالباً سنسکرت بھی جانتا تھا۔ ہندی کا وہ ایک قادرالکلام شاعر ہوا ہے۔ بابر کی ترکی تصنیف ''واقعات بابری'' اسی نے فارسی میں ترجمہ کی۔ اس کے سادہ اور



Marfat.com

سلیس دوہے اب تک ہندی شاعری کا بہترین سرمایہ سمجھے جاتے ہیں۔ رحیم کے سرمایہ نظم کا بیشتر حصہ اب صرف اہل علم کے سینوں تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کا رواج عام ہے۔ جاہل کسانوں کو بھی رحیم کے دوہے یاد ہیں۔ رحیم کا اگر کوئی ہمسر نظر آتا ہے تو غیر فانی تلسی داس ہے جو رحیم کا ہم عصر اور دوست تھا۔ کبیر کی نسبت آپ کیا کہیں گے؟ اس پر ہندو اور مسلمان دونوں کو دعوی ہے۔ میں یہاں یہ فرقہ وارانہ نزاع فیصل کرنا نہیں چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اس کی بے مثل شاعری سے کچھ بھی لطف اندوز ہوتا ہے اور اس کے تخیل کا تھوڑا سا عکس بھی قبول کرتا ہے وہی کبیر کو اپنا کہہ سکتا ہے۔

تصوف کا عطیہ نئی اسلامی تہذیب کو ایران سے ملا۔ ایران آکر اسلامی تہذیب کی از سر نو چمن بندی ہوئی جسکا نتیجہ تصوف ہے۔ شعرا کے طبقے میں بھی اس کے معتقدین موجود تھے۔ شیر شاہ کے عہد میں ملک جائسی نے ۱۵۱۰ء میں ہندی کی مشہور کتاب ''پدماوت'' تصنیف کی۔ جسکا قلمی نسخہ عموما فارسی رسم الخط میں لکھا ہوا ملتا ہے۔

عثمان، قاسم شاہ اور نور محمد کی شاعری میں بھی تصوف کی روح ہے۔ انھوں نے قصص کے پیرائے میں صوفی عقائد کی اشاعت کی۔

کرشن بھگت فرقے میں مسلمان بھی شامل تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور رس خان ہے جو سولھویں صدی میں گزرا ہے۔ پھر عالم اور اس کی قابل بی بی شیخ رنگریزن بھی قابل ذکر ہیں۔ یہ سب کے سب بہترین برج بھاشا لکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت ہندی ادب کے مسلمان شعرا پر ایک مستقل تصنیف موجود ہے۔



Marfat.com

اب اسلام کا ایک اور فیض بھی قابل ذکر ہے۔ مسلمانوں کی عملی ذہنیت نے ادبیات میں تاریخ اور سیرت کا بھی اضافہ کیا۔ وجہ کچھ بھی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے تاریخ نگاری (جس کو آج کل کے معنی میں تاریخ نگاری کہا جا سکتا ہے) تقریباً مفقود تھی۔ اسلام کے قبل عہد کا تاریخی مواد جیسا کم ملتا ہے اس کے مقابلے میں عہد اسلامی کے ہم عصر مصنفین کو رکھا جائے تو نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ اس صنف کے بارے میں زیادہ وقت صرف کرنا نہیں چاہتا۔ کیوں کہ مسلم تاریخ کی بعض بہترین کتابیں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ مگر ان عجیب وغریب سیرتوں کے متعلق کچھ عرض کرنا ضروری ہے جو مغل تاجداروں نے یادگار چھوڑی ہیں۔ بابر اور جہانگیر کی توزکیں دنیا کی بہترین سوانح عمریاں ہیں۔ میری تمنا یہ ہے کہ کلیتاً نہیں تو جزواً ہی تاریخ ہند کسی طرح ایسی دلچسپ بن جاتی جیسی بابر۔ گلبدن بیگم اور جہانگیر کی دلآویز تحریروں میں نظر آتی ہے۔ مغل اکثر فارسی میں لکھتے تھے کیوں کہ ہندی مسلمانوں نے ہمیشہ ایران کو اسلامی تہذیب کا سرچشمہ سمجھا ہے۔

ہندوستان نے فارسی ادب کا کثیر سرمایہ پیدا کیا۔ ایران کی تاریخ ادب میں اس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ نہیں ہے تو نہ ہو۔ لیکن ہندوستان کی تاریخ کے لیے بڑی دلچسپ چیز ہے اس کے علاوہ فارسی کے عام استعمال ہی کے باعث یہاں ایک نئی زبان اردو وجود میں آئی اردو کی شستگی اور اس کا مختصر موثر طرز ادا فارسی کی صحبت ہی کا نتیجہ ہے۔ اردو کا قالب ہندوستانی ہے اس کی روح ایرانی ہے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے اردو شاعر قدیم فارسی شعرا کے فرسودہ رنگ کی تقلید کرتے تھے اور یہ شوق ابھی تک بالکل ختم نہیں ہوا ہے۔ اردو کا نقص یہ ہے کہ اس کا خوبصورت رسم الخط مشکل اور موجودہ طباعت کے



Marfat.com

لیے ناموزوں ہے۔ اردو کی پیدائش ہندی ادب کا ایک پرتو ہے اور اس میں شک نہیں کہ مروجہ ہندی اور اردو کے اختلاط سے ایک زبردست اور سلیس زبان وجود میں آسکتی ہے۔

یہاں پر مشاعروں کی نسبت بھی جن کا اب تک رواج ہے چند کلمے عرض کرنا ضروری ہے۔ ان کی بدولت عوام کو مشہور شعرا کی صحبت نصیب ہوتی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ فریق ثانی کو اس سے فائدہ نہیں پہونچتا ہے۔

مسلمان بڑے کتاب دوست ہوتے تھے۔ انھوں نے جتنے کتب خانے تباہ کیے ہونگے۔ ان سے زیادہ قائم کر گئے۔ خوش نویسی ایک جداگانہ فن تھا۔ جن کی مسلمانوں میں بڑی قدر تھی۔ ایران اور ہندوستان کے درباروں میں خوشنویسوں کو جو مرتبہ حاصل تھا دنیا میں کہیں نہ تھا۔ یاقوت، سلطان علی، عبدالرحمٰن اور میر علی کے قلمی نسخے شاہی کتبخانوں میں آبائی دولت کی طرح محفوظ رکھے جاتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ دنیا میں جو بہترین قلمی نسخے ملتے ہیں سب اسلام کے عہد ثروت کی یادگار ہیں۔ خوبصورت خانہ ساز کاغذ پر مطلا و مرصع کلام پاک کے نسخے صنعت کے حقیقی نمونے ہیں۔ عربی رسم الخط سے تحریر اور تزئین دونوں کا ایسا کام لیا گیا جس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ در و دیوار کی پیچیدہ منبت کاری کے ساتھ آیات قرآنی کو مربوط کیا گیا۔ اور مغلوں کی شاہی تصویر خانوں میں جو نظر فریب مختصر شبیہیں کھینچی جاتی تھیں وہ قلمکار وصلیوں پر چسپاں کی جاتی تھیں۔

بعض مغل فرماں روا سلطان ماضی کے قابل ترین افراد میں تھے۔ ہندوستان میں قدم رکھے ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے کہ شاہی کتب خانوں



Marfat.com

کے لیے ایران ہندوستان کی قدیم کتابیں باتصویر لکھی جانے لگیں۔ ہزاروں خوبصورت پیکر مصوروں کے قلم سے نکلنے لگے اور یہ اہل کمال مفلس پیشہ وروں کے طبقے سے نکل کر دربار سلطانی کے معزز عہدوں پر پہونچ گئے جہاں ان کو الطاف واکرام خسروی مالا مال کردیتے تھے۔

یہاں ان کے کمالات کی تفصیل نہیں کی جاسکتی۔ ابوالفضل کہتا ہے کہ وہ مغربی مصوروں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ان کی ابتداء ایرانی اثر کے ماتحت ہوئی لیکن بہت ہی قلیل عرصے میں وہ اپنے مخصوص انداز کی طرف رجعت کر گئے۔ تاہم دمکتے ہوئے رنگوں کی پرکمال ترتیب اور طرز آرائش کی اعلیٰ ترین صناعی ایرانی اثر کی شاہد رہی نہ محض رنگینی بھی بجائے خود نظر فریب ہوتی ہے۔ یہ چیز بہزاد اور میرک کی تصاویر سے زیادہ اور کہیں نہیں ملتی۔ انھیں کے شاہکار عہد مغلیہ کے اوّل مصورین کے پیش نظر تھے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ درباری وقائع نگاروں کی تصانیف مصور کرنے کے لیے ان اہل ہنر کی خدمات طلب ہوتی تھیں۔ چنانچہ آج تک ایک بے نظیر مرقع موجود ہے۔ جس میں عہد مغلیہ کے واقعات اور مخصوص ہستیاں اپنے ماحول میں نظر آتی ہیں۔ ان تصاویر کی بدولت اس عہد کے حالات اور اشخاص ایک مسلسل افسانے کی شکل میں نگاہ کے سامنے آجاتے ہیں لیکن وہی روح کی تصویر کھینچنا شرع کے خلاف تھا۔ اس حکم نے تخیل کا میدان پرواز بہت تنگ کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فن تصویر میں تکلف اور تصنع دخل پاگئے۔ مصور کا موضوع لذات زندگی تک محدود رہا۔ اور نفسیاتی معنی خیزی پیدا نہ ہوسکی۔ ایسی حالت میں ہر قسم کی مجسمہ تراشی قدرتی طور پر ناممکن بھی تھی چنانچہ عہد مغلیہ میں یہ فن قریب قریب مردہ ہوگیا۔



Marfat.com

مگر مسلم تاجداروں کے اختراع اور تخیل کو تعمیر کے میدان میں پوری بلند پروازی کا موقع تھا۔ اسلامی مذہب کی ضروریات مخصوص تھیں۔ چنانچہ ان ضروریات کے مطابق تعمیر کے انداز بدل گئے۔ مساجد اور مقبرے عام ہو گئے۔ اس عہد کے تعمیری آثار تمام ملک میں کثرت سے موجود ہیں۔ جو فرمانرواں سابق کی قوت، دولت اور ذوق سلیم کے شاہد ہیں۔ عالی شان عمارات صرف دارالخلافہ ہی کا حصہ نہ تھیں۔ مختلف صوبوں میں جدید اور حسین طرز کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ گجرات کے علاقہ خصوصا احمد آباد میں چودھویں اور پندرھویں صدی کی خوشنما مساجد موجود ہیں۔ ان سے زیادہ نظر فریب عمارتیں میری نظر میں دو ایک ہی اور ہونگی۔

باغات کا تو کہنا ہی کیا۔ کشمیری باغات میں صرف نشاط باغ، شالیمار باغ، چشمہ شاہی اور ویری ناگ کا نام لینا کافی ہے۔ آگرہ کا آرام باغ خود بابر نے نصب کیا تھا۔ تاج اور اعتماد الدولہ میں بھی باغ ہیں۔ آگرہ اور دلی کے قلعوں میں بھی باغ تھے۔ لاہور میں شالیمار اب تک موجود ہے۔ ان حسین آثار ماضی کا حال مفصل پڑھنا ہو تو مسز دلیرس اسٹورٹ کی دلچسپ تصنیف دیکھیے۔ بابر کو ہندوستان میں آب رواں کی کمی محسوس ہوئی تھی۔ اس کے فرزندوں کو خصوصا جہانگیر کو کشمیر کے قدرتی باغوں میں یہ نعمت میسر آئی۔ شاندار چنار، سوگوار سرو، چمکتے دمکتے پھول، لبریز نہریں جن میں خوبصورت آبشار اور حسین بارہ دریاں بنی ہوئی تھیں۔ عہد مغلیہ کی خصوصیات میں ہیں۔

خوراک، لباس اور خانہ داری کے سامان بھی بدل گئے۔ چینی کے برتن اور قالین استعمال ہونے لگے۔ مسلمان کو دنیوی نعمتوں سے نفرت نہ تھی مگر اب عادات و



Marfat.com

اطوار تک تبدیل ہو گئے۔ اسلام کا نقطہ نظر عملی تھا وہ انھیں حالات سے سروکار رکھتا تھا جو خارج میں موجود ملتے تھے اور اپنے معتقدین کو ان سے بوجہ احسن مستفید ہونے کا حکم دیتا تھا۔ وہ جہاں پہونچتا تھا شوکت شائستگی اور آسانی کے اسباب مہیا کرتا تھا۔ کیوں کہ مسلمان بالطبع مدنیت پسند ہوتے ہیں۔ مسلمانوں نے ہندی موسیقی میں جو ترقیاں کیں ان میں بھی یہی زبردست عقل سلیم کارفرما نظر آتی ہے۔

ایشیا کے ہر گوشے سے مغنی آتے تھے اور ہندوستان میں مسلم سلاطین کے یہاں شاہی نوازشات سے فیضیاب ہوتے تھے۔ ہندوستان کی پیچیدہ ''بین'' کو دیکھ کر ایک اور آسان اور خوبصورت ساز ''ستار'' ایجاد کیا گیا، ''سرود'' اور ''دلربا'' عہد اسلام میں رائج ہوئے۔ ہندو کے استغراق اور محویت میں مسلمان کی طبعی خرمی اور لذائذ حیات سے لطف اندوزی اضافہ ہوگئی۔ خیال اور ٹھمری جیسے فرحت افزا راگ ایجاد ہوئے۔ ہندو اور مسلمان دونوں نے ایک دوسرے کی نفسی کیفیات محسوس کیں۔ جسکا نتیجہ یہ بے مثل امتزاج تھا نئے نغمات ترتیب دینے میں رسوم اور مذہبی عقائد کے اختلاف فراموش ہو گئے۔ ہندو تہذیب بلا امتیاز مذہب وملت ہر ہندوستانی کا آبائی ورثہ بن گئی۔ کیوں کہ گردوپیش کے موجودہ حالات میں دلچسپی لینا اور ان کو اپنی مخصوص نوعیت کے مطابق نئی صورت دے دینا اسلام کا کمال ہے۔

ابھی تک اسلام کے اثرات کا ذکر بحوالۂ ماضی کیا گیا اب مستقبل کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ مجھے محسوس ہوتا کہ وہ روحانی قوت جس نے معمولی ہاتھ پانوں کے انسانوں کو ہیت آفریں جانباز بنا دیا تھا۔ عصر حاضر میں بھی کارہائے عظیم ظہور میں لا سکتی ہے۔ اسلام کی تعلیم کسی مخصوص جماعت کی ملکیت نہیں ہے۔ ساری دنیا اس کی مشترکہ وارث ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں اسلام کی کامیابیوں سے صرف مسلمانوں کو ہی تعلق نہیں بلکہ ساری ہندوستانی قوم کو اس پر فخر ہوسکتا ہے۔

(زمانہ کانپور جولائی ۱۹۳۵ء)



Marfat.com

# سلاطین اسلام کا نظام عدالت

از: مسٹر جگیشور ناتھ ورما، بی. اے. ایل. ایل. بی.

سلاطین اسلام کا نظام عدالت ''زمانہ کانپور جون ۱۹۳۶ ص ۱۹

نفس موضوع کو سمجھنے میں مصنف خود عدل سے کام نہیں لے سکے ہیں ان کے خیال میں اس عہد میں شریعت اسلام کی پابندی سے بھی غیر مسلم اقوام کے ساتھ انصاف کے بجائے ظلم ہی ہوا، مضمون کی بنیاد زیادہ تر انگریز مصنفین کی کتابوں پر رکھی ہے اور اکثر جگہ ان کا قلم حد احتیاط سے آگے بڑھ گیا ہے، ایسے اہم موضوعات پر لکھنے والوں کی فارسی سے ناواقفیت اکثر ان کو حقیقت سے دور لے جاتی ہے۔

مسلمان اپنا نظام حکومت ضابطہ قانون اور مجموعہ تعزیرات اپنے ساتھ لے کر حدود ہند میں داخل ہوئے۔ ظاہر ہے کہ فاتحین کو زیردست اور ہزیمت خوردہ اقوام سے کوئی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اس جدال وقتال کے عہد میں جو کم وبیش محمد بن قاسم کے اولین جارحانہ اقدام سے لیکر غوری کے آخری حملہ تک حاوی ہے مسلمان اگر اہل ہند کے تحفظ حقوق سے بے نیاز ہوکر ان کی پامالی حقوق کے درپے رہے اور اگر مفتوح ہندوستانی عدل وانصاف کی نعمت عظمی سے بہرہ مند ہونے کے بجائے فاتحین کے بے پناہ جبر وتشدد کا شکار ہوئے تو



Marfat.com

مسلمانوں کو بدیں وجہ قصوروار نہیں ٹھہرایا جاسکتا کہ ان دنوں صرف مشرق ہی نہیں بلکہ دنیائے مغرب بھی مذہب کی آڑ میں بنی نوع انسان کے کِشت و خون کا بازار گرم کیے رہتی تھی.

اس دوران میں بھی بعض مسلم تاجدار ایسے ہیں جنھوں نے اپنی شرع کے مطابق داد جہانبانی دی اور عمال حکومت کو مطلق العنانہ کارروائیاں کرنے سے باز رکھا۔ لیکن شریعت اسلام کی پابندی سے بھی غیر مسلم اقوام کے ساتھ انصاف کے بجائے ظلم ہی ہوا۔ بات یہ تھی کہ شرع محمدیؐ ایک ایسی سرزمین میں خاص حالات کے تحت معرض وجود میں آئی تھی جس کی فضا آتش رقابت و جہالت کی امن سوز چنگاریوں سے لبریز تھی، لیکن اس کے برخلاف ہندوستان ان ایام میں تہذیب وتمدن کے انتہائی مدارج طے کر کے روحانیت کا گہوارہ بن چکا تھا۔ اس لئے ریگستان عرب کے قوانین کی ہوا اہل ہند کو راس نہ آنا قدرتی بات تھی۔

اگر کسی ملک کے قوانین کی ساخت و پرداخت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مختلف النسل اقوام اپنے اپنے معیار اخلاق و مذاق کو پیش نظر رکھ کر ضروریات وقت کے مطابق وضع قوانین کی فکر میں سرگرم کار رہا کرتی ہیں۔ لیکن مسلمان فاتحین کے جہل و بربریت سے اس باریکی کو ذہن نشین کر سکنے کی توقع کرنا حماقت کے مترادف ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہندو محمود غزنوی جیسے لٹیرے کی معدلت گستری کی قائل تھے۔ چنانچہ اس کی انصاف پسندی کی صدہا حکایتیں ہنوز زبان زد خلایق ہیں۔ لیکن اس کے عارضی قیام کے باعث مسلمانوں کے نظام عدالت پر اس کا



Marfat.com

مستقل طور پر کوئی اثر نہ ہوسکا۔ مسلمان حکمرانوں میں ایسے کتنے ہی نومسلم ملیں گے جو کسی نہ کسی وجہ سے قبول اسلام کرنے کے لیے معذور ہوئے ہوں۔ انھوں نے ہندشاستروں کا تھوڑا بہت علم ہونے کے باعث وقتاً فوقتاً اس پر عمل درآمد کر نیکی کوشش کی۔ اس کا بھی جدید نظام عدالت پر اگہرا اثر پڑا ورنہ مغلوں تک نے وہ بات نہ سوچی جو انگریزوں کو ابتدا ہی سے سوجھ گئی۔ اسلامی حکومت کے زوال وادبار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمانوں نے دیگر اقوام کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کی فاش غلطی کی۔

ڈاکٹر فرمنگر (FIRMINGER) کا خیال ہے کہ مغلوں کے نظام عدالت کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ اس بارے میں اہل الرائے کے بیانات متضاد ہیں۔ یہ مشکل اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے جب ہم مسلمانوں کی آمد کے وقت کی کیفیت کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوستان " INDIA UNDER MOHAMEDAN RULE" کے مصنف مسٹر روئی (RUI) کا قول ہے کہ اس معاملہ کی تحقیق کے لیے کافی مواد دستیاب نہیں ہوتا۔ تاہم جس قدر ذرائع اب تک محفوظ رہ سکے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) ترک اور شاہان اسلام کے خودنوشت سوانح مثلاً تیمور بابر اور جہانگیر کی تصنیفات یا ان کے ملازمین واقارب کے بیانات مثلاً آئین اکبری اور گلبدن بیگم وجوہر وغیرہ کی تصنیفات

(۲) ہم عصر مورخین کی تصانیف جو بالعموم غیر ملکی حضرات تھے۔ یہ تمام تر کتب عربی، فارسی زبانوں میں تصنیف ہوئیں اور ان میں سے بعض کے تراجم



Marfat.com

الیٹ اور داؤسن نے انگریزی زبانوں میں کئے ہیں.

(۳) ڈچ، اطالوی فرانسیسی انگریز اور عرب سیاحوں کے بیانات مثلا منیوسی MANNUCI سرطامس رو اور فرانسسکو پلزیریٹ FRANCISCO PELSARET وغیرہ کی تحریریں۔

(۴) شاہی فرمان، فتوے، قوانین احکام اور مہریں وغیرہ

لیکن یہ تمام تر بیانات اس وقت تک ہرگز قابل قبول نہیں ہیں جب تک کہ تحقیق و تدقیق کی شعاعوں میں ان کی تصدیق نہ ہو جائے۔ ان میں سے بعض کتب میں حقائق و قائع کا صحیح اندراج ہونیکی بجائے فحش اور لغو بیانات موجود ہیں۔ ہولڈن نے اپنی مشہور کتاب، ''ہندوستان کے مغل شہنشاہ'' میں تیمور کی توزک کو ''مجموعہ خرافات'' لکھا ہے۔

الیٹ اور داوسن کے نزدیک ہندستانی تواریخوں میں برائے نام حقیقت ہے۔ مینوسی کی نوشتہ کو تو اہل الرائے لغو اور واہیات قصص وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر اس عہد کا قانون باضابطہ تحریر میں آجاتا تو شاید یہ مرحلہ آسان ہو جاتا۔ لیکن مقامی حکومتوں کے نظام میں یکسانیت نہ ہونے کے باعث شاید کوئی مستقل مجموعہ قوانین مرتب نہ کیا جاسکا جیسا کہ سرطامس رو کے بیان سے ظاہر ہے، '' یہ لوگ کوئی تحریری قانون نہیں رکھتے۔ بادشاہ کا حکم ہی بمنزلۂ قانون ہے اس کا فیصلہ قطعی اور ناطق ہوتا ہے۔ بالعموم نہایت صبر و استقلال کے ساتھ معاملات پر غور کر کے فیصلہ سنایا جاتا ہے۔ معاملات کی نوعیت کے اعتبار سے سزا و جزا تجویز کی جاتی ہے عام اس کے کہ مقدمہ فوجداری کا ہو یا دیوانی کا۔ کبھی کبھی ملزموں کو ہاتھیوں سے روندوا کر مروادیا جاتا ہے۔



Marfat.com

خونخوار ہاتھیوں کو خون میں لت پت دیکھ کر بادشاہ وغیرہ نہایت خوش ہوتے ہیں۔ گورنر شاہی فرمان کے مطابق صوبجات پر حکمران ہوتے ہیں۔ اور اپنی مرضی کے مطابق رعایا کے جان و مال پر ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔''

آگرہ کے دربار میں قاضیوں کو قانون کی کتابیں استعمال کرتے دیکھ کر فرانسسکو پلزیریٹ اپنی جہانگیر نامی مشہور کتاب میں رقمطراز ہے کہ قوانین پر شاذ و نادر ہی عمل درآمد ہوتا ہے۔ حکومت قطعاً مطلق العنان اور قانون وضابطہ کی پابندی سے مبرا ہے۔ لیکن قاضیوں کے پاس قانون کی کچھ کتابیں محفوظ ضرور ہیں۔ یہ کتابیں ظاہر ہے کہ قران حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور دوسرے مسلم مجتہدوں کی تفاسیر وغیرہ کے علاوہ دوسری نہیں ہوسکتیں۔ اس کا مزید ثبوت پلزیریٹ کا بیان ہے جو کہ کتابوں کی فہرست سے متعلق ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ قوانین ہر بات کا ترکی بہ ترکی جواب تھے۔ ان سے عدل وانصاف کی بجائے جذبہ انتقام کی بو آتی ہے۔ اس کے نزدیک یہ اس امر کی شہادت ہے کہ شاہان اسلام نے ملک کے طول وعرض میں ''شرع'' کے احکامات ہی کا نفاذ کر رکھا تھا۔

دراصل فتاوائے عالمگیری ہی صرف ایسی کتاب ہے جسے مستند ضابطہ قانون کہا جاسکے۔ یہ مغل نظام حکومت کے مصنف مسٹر سرکار کے خیال کے مطابق اورنگ زیب کے ایماء سے مسلمانوں کی جمعیت العلماء نے مرتب کی تھی۔ اور اس کی ترتیب وتکمیل پر شاہی خزانہ سے دو لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ لیکن فتاوائے عالمگیری اس قانون کا مجموعہ نہیں ہے جو مغلوں کے عہد میں فی الواقعی رائج ونافذ تھا۔ بلکہ ان تجاویز کا مجموعہ ہے جن پر اورنگ زیب کے نقطہ نگاہ سے ہر مسلمان بادشاہ کو عمل پیرا ہونا چاہیے تھا۔



Marfat.com

نظام سلطنت کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانے میں جو دقتیں حائل ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مسلمانی عہد سلطنت میں قانون پیشہ اور وکلا نہیں ہوتے تھے جو قانونی ادبیات کی تحقیق و تدقیق اور مقدمات کی باقاعدہ پیروی کیا کرتے۔ مسلمان بادشاہوں نے اس نوع کی یونیورسٹیاں نہیں بنائیں جیسی کہ ہند قدیم میں عام تھیں یا جیسی کہ خود انھیں کے دور حکومت میں بغداد اور دمشق میں قائم ہوئیں۔ نہ ہی ایسے اداروں کے قیام کا بندوبست کیا جنھیں ابو حنیفہ، الغزالی، شافعی، مالک اور دیگر علماء دین کا اجتماع ہوتا اور علمی و قانونی مباحث پر بحث و تمحیص ہوا کرتی۔ اکبر نے اپنے اواخر ایام میں اس قسم کے مباحثوں مین دلچسپی لینا شروع کی۔ چنانچہ جہانگیر نے اپنی توزک میں لکھا ہے کہ ''میرے والد کے عہد میں ادب و قانون کے طلباء اور وزراء کی دو ہزار سے تین ہزار تک کی تعداد کو خاص خاص شہروں میں حکومت کی جانب سے وظیفہ ملا کرتا تھا جو ان کے مصارف کے لیے بخوبی کافی ہوتا تھا۔ ان وظیفہ خواروں میں زیادہ تر لوگ غیر ممالک کے باشندے ہوتے تھے۔ جو طلب علم میں اپنی پیاس بجھانے کے لیے ایران، روم، بخارا اور آذربائیجان وغیرہ دور دراز مقامات سے موروملخ کی طرح جود وسخا کے اس چشمہ شیریں پر امنڈے چلے آتے تھے۔''

بنی پرشاد نے اپنی کتاب ''جہانگیر'' میں وکلا کے فقدان پر اظہار طمانیت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس عہد میں ایسے لوگ نہ تھے جو نان و نمک کے لیے اپنا ضمیر اپنا دماغ اور اپنی قابلیت ادھر ادھر فروخت کرتے پھرتے۔ اور جنکا وجود سوسائٹی کے لیے بارگراں ہی نہیں بلکہ مضرت رساں بھی تھا۔ اس سے مسلمانوں کے نظام عدالت پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔



Marfat.com

اگر اس زمانہ کی سیاسیات عالم کو پیش نظر رکھکر مسلمانی نظام عدالت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سندھ میں مسلمانوں کے دور سلطنت میں جو رواجات عام تھے وہ ہر دو اقدام کے ،تحاد و اشتراک باہمی کی پیداوار اتھے۔ یہ اختلاط و ارتباط ایسا گہرا تھا کہ اب قومی تفریقات کا امتیاز کرنا محال ہے۔ سرکار نے اس امر حقیقت کی بایں الفاظ تائید کی ہے۔ ''پرانے اور نئے طریق معاشرت کچھ اس طرح مخلوط ہوگے کہ عوام کی روزمرہ زندگی سے اجنبیت کا عنصر یک بخت خارج ہوگیا۔ اور مقامی ضرورتیں بلا تردد و تکلف رفع ہوتی چلی گئیں۔ رفتہ رفتہ عدل و انصاف کے نظریے کی اہم تبدیلیوں کی باعث حسب حال نئے قوانین بھی وضع ہوتے گئے۔''

مسلمانوں کی ابتدائی یورشوں کا منشاء حقیقی حکمرانی نہ تھا بلکہ مال غنیمت کی ہوس انھیں کشاں کشاں بلاد ہند میں لائی۔ غالبا اس سے بھی پیشتر اہل ہند کے تجارتی تعلقات مسلمانوں سے قائم ہو چکے تھے بعض محققین کا خیال ہے کہ مسلمان حملہ آوروں کے اسلاف کا مسلک ''صلح کل'' تھا۔ اور وہ ہندوؤں سے محض کاروباری مراسم پیدا کرنے کی نیت سے ہندوستان آئے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد کی پیدائش سے ہزار ہا سال پہلے ہندوستانیوں کے یونانیوں اور عربوں سے تجارتی تعلقات مستحکم ہو چکے تھے (LAWBEFORE MOSES) ''موسی سے قبل قانون'' کے مصنف کو بھی متذکرہ حقیقت کا اعتراف ہے۔

بوسکیون اپنی مشہور کتاب " The First of the Empires" ''دول اولین'' میں لکھتا ہے کہ ہمیں دجلہ اور فرات



Marfat.com

کے درمیانی علاقہ میں ایک ایسی عظیم الشان اور بلند مرتبہ تہذیب کے آثار ملتے ہیں جو چار ہزار سال قبل مسیح کی ہندو تہذیب سے بعینہ مشابہ ہیں۔ اسٹین کی تحقیقاتی مہموں کے خوشگوار نتائج سے اس دعوی کی تصدیق ہوگئی ہے۔ وادی ذہاب (ZOHB) واقع بلوچستان کی کھدائی کا ذکر کرتے ہوئے اسٹین نے لکھا ہے کہ:

''موہن جوداڑو (Mohen Jodaro) اور ہندوستانی تمدن کی یگانگت وہمرنگی کا ثبوت مٹی کا ایک (TERRA COTTA) بت ہے جس کے ساتھ ہندی مذاہب کے دیگر مخصوص نشانات بھی موجود ہیں، مصور ومجلی ظروف پر جو سینگ وار بھیڑوں کی تصویریں ہیں، ان کی وضع قطع ایرانی ہے۔ لیکن بتوں کی تراش بالکل ہندوستانی اور ہندو مذہب کی علمبردار ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندوؤں نے اپنی عالمگیر تہذیب وشائستگی کے بیج ایران کی سرزمین میں بھی بوئے تھے۔ اس لیے کورانہ تعصب وعدم رواداری کے باوجود مسلمان حملہ آور ہندو تہذیب کے اثرات سے محفوظ ومامون نہ رہ سکے.

سندھ پر مسلمانوں کے جتنے حملے ہوئے ان کی محرک ملک گیری کی ہوس نہ تھی۔ یہ خیال تو بہت بعد میں پیدا ہوا جبکہ محمدؐ نے اسلام کی تلقین واشاعت شروع کی۔ اور لوگوں کو دین اسلام پھیلانے کے لیے مشتعل کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا حملہ محمد بن قاسم نے کیا اور بزور شمشیر اسلام کی نشر واشاعت کے خیال سے کشت وخون کا بازار گرم کیا۔ لیکن جب اس طرح کچھ پیش نہ گئی تو اس نے غیر مسلم رعایا پر جزیہ لگایا اور اسے رسول کے مجوزہ قوانین پر عامل ہونے کے لیے مجبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جیسی کہ توقع کی جاتی تھی اسے اپنی ان



Marfat.com

مصروفیات میں نمایاں کامیابی نہ ہوئی.

الادریسی کے (ALIDRISI) ''نزهته المشتاق'' میں درج ہے کہ قاسم نے بقائے سلطنت کے لیے مجبور ہو کر یہی قرین مصلحت سمجھا کہ ہندووں کا اتحاد و اعتماد حاصل کیا جائے۔ چنانچہ اس نے بہت سے برہمنوں کو بلا کسی ضمانت کے محصل لگان کے عہدہ پر فائز کیا۔ اور اس طرح خود پیش دستی کر کے ہندووں کی جانب صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ قاسم کے اس اقدام کو اس کے آقا نے بھی پسند کیا۔ حجاج سے اس کے نام جو پیغام موصول ہوا اس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ ''ملکی قوانین کے احترام و پابندی کے ضمن میں تم نے عوام کی جو حوصلہ افزائی کی ہے وہ قابل ستائش ہے اس سے اسلامی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہونگی۔''

اگر مسلمان گورنر قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کیا کرتے تو بغداد کے حکمران ان سے باز پرس کرنے کی بجائے ان کی پیٹھ ٹھونک دیا کرتے تھے۔ انھوں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ ملکی رسوم بہت قدیم ہیں اور انھیں کسی طرح مٹایا نہیں جا سکتا۔ محمد یافع ''جامع الحکایات'' میں رقمطراز ہے کہ نو شیرواں نے اپنے ایک گورنر کو ہدایت کی تھی کہ ہندوستانی رعیت کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے طور طریق، رسم و رواج اور دیگر قوانین کی پابندی کرے۔ لہذا نئے قوانین ہرگز جاری نہ کیے جائیں۔ چنانچہ سندھ میں پرانے رواج بدستور قائم و برقرار ہے، اور دیہات کا قدیمی نظام رد و منسوخ نہ ہو سکا، لیکن شہروں میں ملاؤں کے فتووں کی سختیاں برابر محسوس کی جاتی رہیں۔ الیٹ اور ڈوسن نے ساری کیفیت یوں بیان کی ہے۔ ''سندھ جیسے ملک میں



Marfat.com

جہاں کی بیشتر آبادی اپنے آبائی مذہب کی پیرو تھی عدالتیں نہیں تھیں۔ جہاں مظلوم رعایا نسلی قضیوں کی دادخواہی کرسکتی۔ ہر وہ سردار جو ذرا بھی آزاد و مختار تھا موت کی سزا دے سکتا تھا۔ امیروں کو بھی یہی حقوق حاصل تھے۔ لیکن وہ لوگ ضابطہ کی کچھ نہ کچھ پابندی ضرور کرتے تھے۔ حالانکہ ان کے ہاتھوں انصاف کا خون ہونا ایک معمولی بات تھی۔ امیروں کے ہاں قاضی مقرر ہوتے تھے۔ جو قرآن کے احکام کو مشعل ہدایت مان کر مقدمات فیصل کیا کرتے تھے۔ قاضی ذرا سے لالچ میں اپنے ضمیر کو فروخت کر سکتے تھے۔ جس سے ہندوؤں کی سخت حق تلفی ہوتی تھی۔ سیاسی نوعیت کے جرائم کی سزا امیر خود تجویز کرتے تھے۔ لیکن جائداد املاک اور وراثت وغیرہ کے جھگڑے بکھیڑے ہندو اپنی پنچایتوں میں خود طے کیا کرتے تھے فی الحقیقت ذات برادری سے خارج کئے جانے کا ڈر ہی ایک ایسی چیز تھا جو ہندوؤں کا محافظ تھا۔ ورنہ عام قاضیوں کی عدالتیں تو تبلیغ اسلام کا ہی نہایت موثر ذریعہ تھیں۔ غیر مسلم ملزمان کو قبول اسلام کا پروانہ بڑے سے بڑے جرم کی پاداش سے مخلصی دلا سکنے کو کافی تھا۔ ہندوؤں کا گھوڑے پر چڑھنا قانونا ممنوع تھا۔ گھوڑے کی سواری کی ہندوؤں کو صرف اسی وقت اجازت تھی جبکہ وہ صاحب ریش ہوں اور اسلامی جامہ زیب تن کرنے کو تیار ہوں، مسلمانوں کے خیال میں ڈاڑھی لگالینے ہی سے آدمی مسلمان ہوسکتا تھا۔ ہندوؤں کے جلوس اور مذہبی جلسے خلاف قانون سمجھے جاتے تھے، انھیں باجہ تک بجانے کی اجازت نہ تھی۔

متذکرہ کیفیت سے ڈاکٹر بارنس (Barnes) نے حسب ذیل نتائج اخذ کئے ہیں:



Marfat.com

(۱) مسلمانوں کے مسطورہ رویہ کے باعث فاتح اور مفتوح حاکم اور محکوم میں کسی قسم کی ہمدردی نہ تھی۔

(۲) ہندو مسلمانوں سے ہمیشہ خائف ومتنفر رہتے تھے۔ انھیں حکام کے انصاف پر اعتماد نہ تھا، لیکن بارنس کی مذکورہ بالا رائے ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی، اور یہ اس لیے کہ انگریز مغلوں کے عہد میں ہندوستان آئے۔ اور انھوں نے اس وقت ملک کی جو حالت دیکھی اسی کے مطابق دیگر سلاطین اسلام کے نظام عدالت کے متعلق اپنی رائے قائم کرلی۔ لیکن انھوں نے اس بات پر مطلق غور نہ کیا کہ جو مسلمان سندھ کے راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوئے وہ عربی النسل تھے اور اپنا جداگانہ نظام حکومت ساتھ لائے تھے۔ ان پر اس وقت تک یونانیوں کا کوئی اثر نہ پڑ سکا تھا عربوں کی انصاف پسندی مسلم تھی لیکن مغل اس کے برخلاف عیاش تنگ دل اور ناخواندہ تھے۔

عربوں کو وقتاً فوقتاً خلیفہ بغداد سے ہدایات موصول ہوتی رہتی تھیں۔ مغل بالکل مطلق العنان تھے۔ خلیفہ کے مشورے بڑے بڑے سیاستدانوں اور علماؤں کی روشن خیالی، دوراندیشی اور بالغ نظری کا نتیجہ ہوتے تھے۔ اسی لیے مغلوں کی معدلت گستری اور اولین فاتحین اسلام کی عدل پروری میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ امی وناخواندہ مغل تعصب مذہب کے جس سپاہیانہ جوش سے سرشار تھے ان کے پیش رو حکمران سندھ اسے بہت جلد علم ودانش کی روشنی میں کھو چکے تھے۔ مغل ہندوستان میں آنے سے پہلے کابل اور قندھار میں لڑتے بھڑتے اور دیگر سرحدی قبائل کی طرح لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ لیکن عرب اپنی چڑھائیوں سے پیشتر اپنی خوش معاملگی اور دیانتداری کی ساکھ ہندوستان



Marfat.com

کے بازاروں میں قائم کر چکے تھے۔ عربوں نے اپنی گمراہی کے ایام میں بھی تلاش حق کی مساعی جمیلہ کو خیر آباد نہ کہا۔ انھیں ہمیشہ یہی فکر دامنگیر رہی کہ جہاں تک ہو سکے کسی فرد واحد پر بلا امتیاز ملت پیدا نہ ہونے پائے جس طرح ممکن ہو اس کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ محمد قاسم کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے برہمن آباد کے انتظام وانصرام کے لیے اوراد ور سیر اور دیگر اہل کار مقرر کیے۔ ادر ملک و جائداد کے متعلق تاجروں کے چار اراکین کی مجلس کو کلی اختیارات سونپ دیے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قاسم اور اس کے جانشینوں کے عہد میں سندھ کا جو حال تھا وہ مغلوں کے زمانہ جیسا نہ تھا۔

جب مغلوں نے اپنی حدود سلطنت کو وسعت دی تو حالات بالکل تبدیل ہو گئے اکبر اور جہانگیر نے بھی اوائلِ حکومت میں علاء الدین کی طرح اسی بوسیدہ نظام کی نشر واشاعت کی۔ مغل شمال ومغرب کی جانب سے جو نظام اپنے ساتھ لائے وہ اتنا بلند و بالا نہ تھا جس کا مظاہرہ سندھ میں ان سے پیشتر ہو چکا تھا۔ انھوں نے ترکوں، ایرانیوں اور عربوں سے جو کچھ سیکھا تھا اسی کے برتے پر حکومت ہند کا بار گراں اپنے سر پر لے لیا تھا۔

مسلمان حملہ آور جو شمال ومغرب کی سمت سے ہندوستان آئے ان کا مدعا لوٹ مار، قتل و غارت گری اور بزور شمشیر اسلام کی اشاعت کرنا تھا یہ لوگ ملک میں مستقل طور پر اقامت گزیں ہونے کے بجائے چند روز شر برپا کر کے اپنے اپنے وطن کو واپس ہو جاتے تھے کچھ عرصہ کے بعد انھوں نے مفتوحہ علاقوں میں اپنے سرداروں کو ماتحت حکمران مقرر کرنا شروع کر دیا تا کہ وہ ایک نئی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ سکیں۔ ان لوگوں کا طریق حکومت بھی بالکل ویسا ہی



Marfat.com

تھا جیسا کہ وہ اپنے وطن میں دیکھتے چلے آئے تھے اور جس کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ سرکار کا مقولہ ہے کہ ہمارے ترکی فاتح مصر اور عراق کا نظام اپنے ساتھ لائے۔

مغل بادشاہوں نے اپنے درباوں میں ہمیشہ ایرانیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا۔ اور سلطنت کا سارا کاروبار ان کے سپرد کر دیا خود اورنگ زیب معترف ہے کہ ایرانی ہندوستانی مسلمانوں سے بدرجہا بہتر و ذہین اور قابل ہیں'' مغلوں کی کامیابی کا راز ہندوؤں کی خانہ جنگی اور شیعہ مسلمانوں کے اتحاد عمل میں مضمر ہے سترھویں صدی میں صفوی شاہوں کا زور اقتدار زوال پذیر ہوا اور ایران کی عنان حکومت ان کے ہاتھ سے نکلتی دکھائی دینے لگی۔ سنیوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر اورنگ زیب کو شیعوں کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا۔ ان ریشہ دوانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اورنگ زیب شیعوں کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گیا۔ اور سلطنت مغلیہ اہل تشیع کی مخلصانہ اعانت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی اورنگ زیب کو شروع ہی سے تخت حاصل کرنے اور اپنے گناہوں پر پردہ ڈالنے کے لیے مذہب کی پناہ لینا پڑی تھی۔ لیکن شیعوں پر جو بے پناہ مظالم کیے گئے اسی کے کفارہ میں اسے خود کو سنیوں کے رحم و کرم کے سپرد کر دینا پڑا، جنھوں نے اس کے کان بھر بھر کر اس کی غیرت اسلامی کو جوش دیوانگی کی حدود میں داخل کر دیا اور ایک دن وہ آیا کہ اسی ادھیڑ بن میں سلطنت مغلیہ کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ مغل بالعموم نہایت عیاش اور پست اخلاق تھے انھیں کبھی کبھی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کٹر مسلمان بھی بننا پڑتا تھا۔ ان کی



Marfat.com

عیاشانہ ذہنیت کا انکی یکتائے روزگار یادگاریں جیتا جاگتا نمونہ ہیں واقعات بتا رہے ہیں کہ ان کی لاثانی تعمیرات ان کی انتہائے حسن پرستی کی غماز ہیں چنانچہ تاج جیسے روضہ کا وجود بھی شاہ جہاں کے جذبہ عشق کا رہین ہے۔ اکثر ہندو خواتین کو حلقۂ اسلام میں منسلک کرنے کے بہانہ سے حرم میں داخل کرلیا جاتا تھا۔

فتاوئے عالمگیری کے مطالعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قوانین عہد عالمگیری میں رائج تھے ان سے ہندوؤں پر کیسی کیسی سختیاں ہوتی ہونگی مغلوں کا وطیرہ تھا کہ وہ کرسئ عدالت پر بیٹھ کر ہمیشہ قران کو اپنے پیش نظر رکھتے تھے لیکن وہ قوانین جو ریگستان عرب میں خاص حالات کے تحت اور ایک جداگانہ معیار اخلاق اور طرز معاشرت کے موافق مرتب کیے گئے ہوں وہ اہل ہند کو کس طرح راس آسکتے تھے اور وہ بھی اس وقت جبکہ ہندو ہزاروں برس سے اپنا قانون اپنے پاس رکھتے تھے۔ لیکن یہاں اس کی پرواہی کسے تھی؟

مسلمان بادشاہوں کی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی قرآن کے قوانین ہند میں عام نہ ہوسکے ملیسن (Malleson) اپنی مشہور تصنیف ''اکبر'' میں بابر کے بارے میں رطب اللسان ہے، بابر جیسا بیدار مغز سپہ سالار بھی ایک لمحہ کے لیے یہ نہ سوچ سکتا تھا کہ قرآن کے ان قوانین کی پابندی ترک کردے جن پر اس کے متقدمین افغانی جان دیتے تھے۔ بابر کی وفات کے بعد بیرم خان نے بھی اسی غلطی کا اعادہ کیا ایشری پرشاد اپنی ''ازمنہ وسطی میں ہندوستان'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ فیروز کی نظر میں قانون اور انصاف کا مطلب تعصب اسلام کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ تیمور کی توزک شاہد ہے وہ ہندوؤں سے جبراً قرآن



Marfat.com

کی تعظیم اور شرع محمدی کے احکام پر عمل کرانا چاہتا تھا۔

ہندوؤں کے قوانین سے مسلمان ہمیشہ نفرت ہی کرتے رہے ذیل کے ایک مستند تاریخی واقعہ سے اس دعوی کی تائید ہوتی ہے۔ سدی مولا اور قاضی جلال الدین بغاوت کے جرم میں ماخوذ ہو کر فیروز خلجی کے حضور میں پیش ہوئے۔ لیکن جب ان کے خلاف کوئی گواہ نہ ملا تو بادشاہ نے برہان پور کے میدان میں آگ مشتعل کرائی تا کہ ملزم آگ میں سے گزر کر اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کریں۔ واضح رہے کہ یہ وہی اگنی پریکشا ہے جس کا رامائن میں مذکور ہے۔ لنکا سے واپسی پر سیتا جی کے لیے بھی یہی سزا تجویز ہوئی تھی جب شاہی مجرم آگ کی جانب بڑھے تو بادشاہ نے انھیں روک کر قاضیوں سے دریافت کیا کہ آیا یہ سزا خلاف شریعت تو نہیں ہے؟ جواب ملا کہ ہاں کافروں کے یہاں اس کا رواج ہونے کے باعث یہ تجویز اسلام کے منافی ہے۔ چنانچہ جلال کو بدایوں میں اور مولا کو شاہی محل میں مقید کر دیا گیا، (فرشتہ)

لیکن جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ یہ نظام صرف دارالسلطنت اور حکومت کے دیگر صدر مقاموں ہی میں کامیاب رہ سکا۔ جہاں حکمرانوں کا اثر اقتدار اور رعب و دبدبہ عام طور پر محسوس کیا جاتا تھا۔ دور دراز کے مقامات اور دیہی رقبہ میں اس کی دال نہ گل سکی۔ اس فقدان و کمزوری کا سبب یہ تھا کہ حکمرانوں کی رہنمائی غیر ممالک سے کی جاتی تھی اور مقامی حکومتوں کا دیہاتوں میں کوئی خاص اثر نہ تھا آمد و رفت کے وسائل قطعا ناکافی و نامناسب تھے علاوہ ازیں پرانی تہذیب کی دلداہ اور زیور علم و فضل سے آراستہ ہندو قوم اس نئی طرز معاشرت و تہذیب کے گورکھ دھندے سے فطری طور پر متنفر تھی ملک کا عرض و طول بھی اس



Marfat.com

نظام، کو مستحکم بنانے میں حارج تھا۔ ان تمام وقتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی مسلمان بادشاہ کو گھڑی بھر کے لیے بھی رعایا کی بغاوت کے خطرے سے فرصت نہ ملی اور اسلامی حکومت کے قدم مستقل طور پر نہ جم سکے۔

مسلمان بادشاہ مطلق العنان تھے اور ایک اجنبی وغیر قوم اس لیے ان کے تابع تھی کہ وہ تاب مقاومت نہ لاسکتی تھی، ہندوؤں کو نظام حکومت میں منسلک کرنے کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ فاتح اجنبی و بیگانہ کی حیثیت سے آئے اور غیروں کی طرح رہتے سہتے چلے گئے۔

بابر اور بعدہ اس کے جانشیوں نے محسوس کیا کہ ملک پر شرع اسلام کے ماتحت حکومت کرنا محال ہے۔ انھوں نے اپنے طرز عمل میں بعض ضروری تبدیلیاں کرنے کی سعی بھی کی۔ رواداری بیاسی ضرورت تھی اور حکومت کا وقار قائم رکھنا اس وقت تک مشکل تھا جب تک کہ قوانین اسلام کی پابندی کا خیال ترک نہ کر دیا جاتا۔

ڈاکٹر ہولڈن نے اس حقیقت کو یوں برانگندہ نقاب کیا ہے: ''اکبر نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ کثیر التعداد ہندوؤں کو قرآن کے زیر اطاعت نہیں رکھا جاسکتا۔ چنانچہ اس نے ایک نیا میدان عمل تلاش کیا۔ مگر اکبر کی ان مساعی جمیلہ سے سنی مسلمان برہم ہو گئے۔ اور انھوں نے جہانگیر کو اکبر کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کر کے اس کے دست راست کو قتل کرا دیا۔

اکبر کی رواداری کے متعلق جہانگیر رقمطراز ہے کہ: ''انھوں نے بت شکنی کو حکماً بند کر دیا جب میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ ملک کی پانچ حصہ آبادی ہندوؤں اور غیر مسلموں کی ہے اگر میں ایسا نہ کروں تو اس کا یہ



Marfat.com

مطلب ہوگا کہ میں اپنی رعایا کو تہ تیغ کرادوں۔''

بابر کی آمد پر ارسکن (Erskine) لکھتا ہے کہ شمالی ہند نے اپنے قدیمی نظام کو برابر قائم رکھا اور ان کا کاروبار اسی ڈھرے پر چلا گیا رعایا کو اس کی وفاداری کا نعم البدل یہ ملا کہ حکومت نے قدیم رواج کی پابندی میں اس حد تک کوئی دخل نہ دینا ہی مناسب سمجھا جہاں تک وہ اسلامی قواعد وضوابط کے منافی نہ ہوں۔ اورنگ زیب کی وفات کے ساتھ مسلمانی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب جو برائے نام مسلمان بادشاہ رہ گئے ان کی حکومت محلوں کی چہار دیواری ہی کے اندر مقید رہی۔

(زمانہ جون ۱۹۳۶ء)



Marfat.com

# ہندی مسلمان حکمرانوں کے سیاسی اصول

ڈاکٹر ایشور ٹوپا

انجمن ترقی اردو علی گڑھ مسلم ایجوکیشنل بک ہاؤس سے ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔

پیش لفظ: پروفیسر محمد مجیب کے قلم سے ہے ''حالانکہ یہ کتاب صرف ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے لیکن مصنف کے وسیع تاریخی مطالعہ اور علمیت کا پتہ دیتی ہے۔ فارسی مآخذ بہت احتیاط سے استعمال کیے گئے ہیں۔''

کتاب دو حصوں میں تقسیم ہے، پہلا حصہ ابتدائی ہندی مسلم تمدنی تعلقات دوسرا باب عربی راجیتی، تیسرا باب غزنی راجیتی چوتھا باب غوری راجیتی، پانچواں باب عربی بلبن شاہی، چھٹا باب کیقبادشاہی، ساتواں باب مجلسی شاہی، آٹھواں باب تغلق شاہی، نواں باب فیروز شاہی، دسواں باب ہندوستانی مسلمان راج کا سرسری جائزہ، گیارہواں باب مغل دور کے چند ممتاز بادشاہوں کی تمدنی خصوصیات۔

اس کے بقول ''سندھ فتح کیا جارہا تھا تو اس وقت سپہ سالار لشکر محمد بن قاسم نے اعلان کیا کہ جو لوگ ہماری امان میں آنا چاہتے ہیں ان سے جنگ نہیں



Marfat.com

ہوگی اور ان کی جان و مال کی حفاظت ہمارا فرض ہوگا - ملک فتح ہو جانے کے بعد سندھ میں اسلامی قانون کا دور دورہ رہا اور سندھی عربی حکومت نے رعایا کے ساتھ اسلامی انصاف اور رواداری برتی (صفحہ نمبر ۳۱)

اس نے بلبن اور بالخصوص کیقاد کے دور حکومت کا بہت اچھا تجزیہ کیا ہے (صفحہ ۵۰-۵۱)۔ یہی حال جلال الدین خلجی کے سلسلے میں ہے (صفحہ ۵۴) وہ غیاث الدین تغلق اور محمد تغلق کا بہت مداح ہے۔ صفحہ (۶۱-۷۱) فیروز شاہ کا جائزہ اس کی حکومت پر تبصرہ سفحہ ۷۳-۸۳، جزیہ کی تشریح و تفسیر صفحہ ۷۸-۸۴، صفحہ ۸۵ پر اس نے فیروز شاہ کے ٹیکس کی عام معافی کا تذکرہ کیا ہے یہ ٹیکس تھا جو عوام پر قرض کی صورت میں باقی تھا صفحہ ۸۹ پر اس نے فیروز شاہ پر عائد کردہ الزام کی تردید کی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ اس نے مندروں کو منہدم کر دیا تھا مندروں کا غلط استعمال ہوتا تھا۔

''یہ خیال عام طور سے پھیلا ہوا ہے کہ اسلام تلوار یا موت کا نام ان لوگوں کے لیے ہے جو مسلمان نہیں ہیں یعنی اسلام قبول کرنا جان کا بچنا ہے ورنہ اسلام کی تلوار موت کے گھاٹ اتارتی ہے ہندوستان کی بیش تر تاریخی کتابوں میں یہ بیان ملتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ جو برتاو کیا وہ یا تو اسلام قبول کرو یا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو'' کا تھا۔ یہ خیال دراصل ایک تعصب، جہالت، کوتاہ نظری اور لاعلمی کا نتیجہ ہے جیسا کہ ہم پچھلے باب میں ایک جگہ کہہ آئے ہیں کہ اسلام نے اپنی تاریخی حیثیت میں دو پہلو اختیار کیے پہلا پہلو اس کا وہ ہے جب کہ اسلام بحیثیت ایک مذہب کے تھا دوسرا بحیثیت ایک سیاسی طاقت کے تھا- اس اسلام کا تعلق اس اسلام سے مطلق



Marfat.com

نہیں جو تلوار کی قوت کی بنا پر ملکوں کو فتح کرتا رہا، یہ اصل میں اسلام نہ تھا بلکہ بادشاہوں کا اسلام تھا جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے صفحہ ۹۱ ان کا ایک بیان دلچسپی سے خالی نہیں کہ (صفحہ ۱۰۳) ممکن یہ بھی ہو کہ جنگی حالات میں مقدس عمارتیں ڈھا گئی ہوں جس میں مسجد اور مندر دونوں شامل تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری تاریخ یہ شہادت کافی قوی طور سے دیتی ہے کہ ملک میں عام جبری تبلیغ کہیں دکھائی نہیں دیتی نہ بادشاہوں کی تاریخوں میں اس امر کی وضاحت ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے لوگوں کو جبری اسلام کی دعوت دی اور تلوار کے زور پر ان کو مجبور کیا کہ وہ اسلام قبول کریں، اگر ایسا ہوتا تو ملک میں عام ہنگامے برپا ہوتے۔



Marfat.com

# ہند اسلامی نظام: ایک تعارف

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا آغاز ۷۱۲ء میں سندھ پر محمد بن قاسم کے حملے کے ساتھ ہوا تھا۔ کچھ عرب تاجروں کو ہندوستانی ڈاکوؤں نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر لوٹ لیا تھا اور اس کے لیے بغداد کے خلیفہ نے سندھ کے راجہ کو ذمے دار ٹھہرایا تھا کیوں کہ راجہ نے نہ تو ڈاکوؤں کے خلاف کوئی قدم اٹھایا اور نہ ہی عرب تاجروں کو ہرجانہ ادا کیا تھا۔ اس لیے محمد بن قاسم کی قیادت میں ایک فوج بھیجی گئی۔ یہ فوجی مہم کامیاب رہی اور اس کے نتیجے میں سندھ کی چھوٹی سی ریاست خلیفہ کے وسیع و عریض سلطنت کا حصہ بن گئی۔ سندھ پر عربوں کی حکومت تقریباً ڈیڑھ سو برس تک قائم رہی۔ بغداد کی خلافت کا کمزور ہو جانے کے بعد سندھ پر عربوں کا کنٹرول کم ہوتا گیا۔ اور بالآخر وہ بالکل ہی ختم ہو گیا۔ اسی دوران وسطی ایشیا کے ترکوں نے اسلام قبول کر کے خلافت میں اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا۔ انھوں نے وسطی ایشیا میں ہندوستان کو چھین کر اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اس سے ان کے لیے ہندوستان پر فوج کشی کرنے کے لیے راہ ہموار ہو گئی تھی۔ ایسا دسویں صدی میں ہوا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب شمالی ہندوستان کا سیاسی شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔ ۶۴۷ء میں ہرش کی موت کے بعد اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی۔ پنجاب سے لے کر آسام تک اور ہمالیہ



Marfat.com

سے وندھیا چل کے درمیان متعدد چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہوگئی تھیں۔ان کی آپسی لڑائیوں نے ان کو کمزور کردیا تھا۔مسلمان ترکوں نے اس صورت حال کا پورا فائدہ اٹھایا۔انھوں نے پنجاب پر کئی حملے کیے۔محمود غزنوی نے گیارہویں صدی کی پہلی چوتھائی میں پنجاب سے آگے بڑھ کر مشرق میں بنارس تک اور جنوب میں گجرات تک فوج کشی کی۔اس نے شمالی ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا تھا۔اس کے انتقال کے وقت مسلمانوں کی حکومت پنجاب میں قائم ہوچکی تھی۔اس کی موت کے ڈیڑھ سو برس بعد تک مسلمانوں کی حکومت صرف پنجاب تک محدود رہی تھی۔بارہویں صدی کے آخر میں ایک نئے حملہ آور محمد غوری نے دہلی اور اجمیر پر حملہ کر کے گنگا اور جمنا کے درمیانی علاقے پر قبضہ کرلیا۔اس کے جنرل قطب الدین نے اس کی فتوحات کو اور آگے بڑھایا اور ہندوستان میں پہلی مسلمان سلطنت کی بنیاد ڈالی۔اس کو دہلی سلطنت کہا جاتا ہے۔

دہلی کے بادشاہوں کو شمالی ہندوستان پر قبضہ کرنے اور اس پر اپنا تسلط جمانے میں تقریباً سو برس صرف ہوئے۔جنوب پر قبضہ سولہویں صدی کے پہلے نصف میں ہوا لیکن جنوب پر دہلی سلطنت کی حکومت زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہی۔کچھ عرصے بعد یہ دوبارہ آزاد ہوگیا تھا۔وہاں دو بڑی اور طاقت ور سلطنتیں ابھریں۔ان میں سے ایک ہندوؤں کی تھی اور دوسری مسلمانوں کی۔جنوب کی دو صدیوں کی تاریخ ان کی آپسی لڑائیوں سے پر ہے۔سولہویں صدی کے آخر میں دہلی سلطنت کا زوال ہوگیا۔اس کی وجہ اندرونی کمزوریاں اور مغلوں کے حملے تھے۔



Marfat.com

دہلی سلطنت کا شیرازہ منتشر ہونے کے بعد شمالی ہندوستان میں نئی سلطنتیں قائم ہوئیں اور سیاسی اتحاد پارہ پارہ ہوکر رہ گیا۔ شمالی ہندوستان کی کم و بیش وہی حالت ہوگئی جو پانچ سو برس قبل محمود غزنوی کے حملے کے وقت تھی۔ اس سے مغل حملہ آوروں کا کام آسان ہوگیا۔ افغانستان کے بادشاہ بابر نے ۱۵۲۶ء میں دہلی کے افغان حکمراں ابراہیم لودی کو اور ۱۵۲۷ء میں راجپوتانہ کے حکمراں رانا سنگرام سنگھ کو شکست دی۔ بابر ایشیا کے دو عظیم فاتحوں کی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ ماں کی طرف سے وہ چنگیز خان کی اولاد میں تھا اور باپ کی طرف سے اس کا سلسلہ تیمور سے ملتا تھا۔ افغانوں اور راجپوتوں پر فتح پانے کے بعد ہندوستان میں مغل شہنشاہوں نے تقریباً دو سو برس تک اس ملک پر حکومت کی۔ انھوں نے پورے ہندوستان کو سیاسی طور پر اس طرح متحد کر دیا تھا جس کی مثال موریہ اور گپت دور کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ اکبر اعظم نے ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کی تھی جس میں افغانستان کشمیر اور تمام ہند گنگا کا میدان شامل تھا یہ سلطنت شمال میں ہمالیہ، جنوب میں وندھیا چل، مشرق میں خلیج بنگال اور مغرب میں بحر عرب سے گھری ہوئی تھی۔ اس نے ایک ایسا انتظامی نظام قائم کیا تھا اور ایک ایسا سیاسی اعتماد قائم کیا تھا جو اس کی موت کے بعد بھی عرصے تک قائم رہا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغلوں کے زوال کے بعد بھی یہ انتظامی نظام بدستور قائم رہا۔ مرہٹوں نے اور ان کے بعد انگریزوں نے اپنے انتظامی نظام میں اس کو استعمال کیا۔ اس سے مغلوں کے کام کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن مغل حکومت دراصل اسی نظام کی ترقی یافتہ شکل تھی جو ابتدائی مسلم حکمرانوں یعنی محمود غزنوی اور قطب الدین ایبک نے قائم کیا تھا۔ اس مطالعے میں اس کا ہند اسلامی نظام حکومت کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔



Marfat.com

مسلمانوں نے ہندوستان میں جو سیاسی نظام قائم کیا اس کو ہند اسلامی نظام حکومت اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اس کا سرچشمہ اور اس کے اجزائے ترکیبی کچھ اس قسم کے تھے کہ اس میں ایسے سیاسی آدرش روایات اور ادارے یکجا ہو گئے تھے جن کا تعلق اگر ایک طرف ہندوستان کی قدیم تاریخ سے تھا تو دوسری طرف اس میں ایسے اجزاء بھی شامل تھے جو مسلمان اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اور جن کو انھوں نے اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد اس ملک میں رائج کیا تھا۔ یہ آمیزش آہستہ آہستہ چھ صدیوں تک پھیلتی رہی۔ اس کی ابتدا ۱۰۰۰ء میں محمود غزنوی کے دور میں ہوئی تھی اور اکبر کے دور کے خاتمے یعنی ۱۶۰۰ء تک یہ اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

مسلمان اپنے ساتھ کچھ سیاسی تصورات اور ادارے لے کر آئے تھے جن کا جنم اور نشو ونما عرب اور ایران میں ہوا تھا۔ ابتدائی اسلامی ریاست جس کو پیغمبر اسلام نے قائم کیا تھا اور جو بعد میں خلفائے راشدین، بنو امیہ اور عباسیوں کے دور میں کسی قدر بدلی ہوئی شکل میں پائی جاتی تھی، ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے لیے ایک نمونہ یا ماڈل کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کا قانونی نظام وہی تھا جو عرب میں پہلے تو پیغمبر اسلام کی تعلیمات اور فیصلوں کی بنیاد پر قائم ہوا تھا اور بعد میں جس کی شرح اور تعبیر فقیہہ اور قانون دانوں مثلاً ابو حنیفہ وغیرہ نے کی تھی۔ ان کا مالی نظام بھی خلافت کی طرز پر تھا لیکن یہ ادارے ہندوستان کے انتظامی ڈھانچے میں بغیر تبدیلیوں کے رائج نہیں کیے جا سکتے تھے۔ مسلمان حکمرانوں کے لیے ہندوستان کا ماحول خلافت سے بہت مختلف تھا۔ یہاں غیر مسلموں کی بڑی تعداد کی موجودگی نے جن کا عقیدہ، فلسفہ، تمدن اور سیاسی ادارے مختلف تھے اور جو اپنا عقیدہ تبدیل کرنے پر آمادہ نہیں تھے، مسلمان



Marfat.com

حکمرانوں کے لیے شدید مشکل مسائل پیدا کردیے تھے۔ اس کے علاوہ وہ مسلمان جو پہلے سے اس ملک میں بس گئے تھے، اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کے ساتھ رہتے رہتے اس ملک کے باشندے بن گئے تھے، آپسی میل جول کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے نزدیک آگئے تھے۔ اس کے نتیجے میں مسلم حکمرانوں نے رواداری کی پالیسی اپنائی تھی اور ہندو رعایا کے ساتھ بہتر برتاؤ کیا تھا۔ دہلی سلطنت کے زوال اور مغلیہ سلطنت کے عروج کے درمیانی عرصے میں ہندوستان بھر میں چھوٹی چھوٹی علاقائی سلطنتیں قائم ہوگئی تھیں جہاں ہندو راجہ مسلمان رعایا اور مسلمان بادشاہ ہند رعایا پر حکمرانی کررہے تھے۔ مسلمان حکمرانوں کے لیے اپنی حکومت کی بقا اور تحفظ کے لیے ایک غیر فرقہ وارانہ رویہ اپنانا ضروری ہوگیا تھا۔ اس کے لیے باہمی سمجھوتے کی ضرورت تھی۔ اس کے نتیجے میں زندگی کے مختلف شعبوں میں ایک آمیزش پیدا ہوئی تھی جس کا اظہار زبان، ادب آرٹ، فن تعمیر مذہب لباس اور طرز زندگی میں ہوا تھا۔ ہندوستان میں مسلم دور حکومت میں اس آمیزش کا اظہار کیونکر ممکن ہوا تھا؟ اور ہندوستانی سیاسی روایات اور ادارے ایک اجنبی اور اسلامی طرز حکومت سے کس طرح ہم آہنگ ہوئے تھے؟ ان سوالات کے جواب کے لیے اسلام سے قبل اس ملک کے سیاسی ارتقا اور اس ملک میں پہلے سے پائے جانے والے سیاسی اداروں اور روایات کا جائزہ لینا ضروری ہوجاتا ہے۔

قدیم ہندستان میں ریاست ایک طویل ارتقائی دور سے گزری تھی۔ اس کی جڑیں پندرہ سو قبل مسیح یعنی ویدک دور میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ ویدک سیاسی نظام میں قبائلی بادشاہت رائج تھی۔ اس کو راشٹریہ کہا جاتا تھا۔ اس سے مراد وہ خطہ زمین تھا جس پر بادشاہ کی حکومت قائم تھی۔ بادشاہ کا اکثر انتخاب ہوتا



Marfat.com

تھا۔اس کو قبائلی لیڈروں کی اکثریت کی رائے سے معزول بھی کیا جا سکتا تھا۔ یہ لیڈر ایک اسمبلی میں جمع ہوتے تھے۔ دو مجلسیں ہوتی تھیں ایک کو سبھا کہا جاتا تھا جو ممتاز اور سرکردہ افراد پر مشتمل کونسل ہوتی تھی۔ دوسری مجلس کا نام 'سمیتی' یا مجلس عام ہوتا تھا۔ سلطنتیں چھوٹی اور منظم ہوتی تھیں ان میں اضلاع اور گاؤں شامل ہوتے تھے ان کے رقبے مختلف ہوتے تھے بادشاہ کو عوام اپنی مرضی سے نذرانے پیش کرتے تھے۔ یہ بادشاہ کی آمدنی کا ذریعہ تھا اور اس سے وہ اپنا وقار قائم رکھتا تھا۔ وہ جنگ میں لوگوں کا لیڈر ہوتا تھا۔ بادشاہ کی اہمیت جنگ کے دوران لیڈر کی اور امن کے دوران محافظ کی حیثیت سے ہوتی تھی۔ اس سے اس کی سماجی حیثیت اور اختیارات میں زبردست اضافہ ہوگیا تھا۔ ہندستان میں آریوں کی آمد سے پہلے ایسا نہیں تھا۔ جلد ہی بادشاہت کا ادارہ اہم ترین سماجی ادارہ بن گیا تھا۔ اس کا کردار سیکولر تھا۔

ریاست یا راشٹریہ کی اکائی گاؤں یا گرام تھا۔ اس کی اپنی ایک سبھا ہوتی تھی۔ یہ گاؤں کی مشترکہ زندگی کا مرکز ہوتی تھی۔ یہاں لوگ جمع ہو کر روز مرہ کے مسائل کے بارے میں بحث کرتے تھے اپنے کاموں کو منظم کرتے تھے اور جائداد وغیرہ کے جھگڑے نپٹاتے تھے۔ سبھا گاؤں کی خودمختاری کی علامت تھی۔ یہ ہند آریائی سیاسی نظام کی امتیازی خصوصیت تھی۔ گاؤں کا سربراہ گرامی کہلاتا تھا۔ اس کے پاس کسی قسم کے اختیارات نہیں ہوتے تھے۔ وہ اس قسم کا ظالم حکمراں نہیں ہوتا تھا جیسا کہ وہ بعد میں برطانوی دور میں بن گیا تھا۔ جنگ کے درمیان وہ گاؤں کی رضاکارانہ فوج کا لیڈر ہوتا تھا۔ وہ ان لوگوں میں تھا جو بادشاہ کا انتخاب کرتے تھے۔



Marfat.com

ویدک سیاسی نظام یا ہند آریائی نظام میں اس وقت تبدیلی آئی جب آریوں کی حکومت پھیلی اور انھوں نے پورے ہند گنگا کے میدان پر قبضہ کرلیا۔ اس دور میں جو برہمن دور کہلاتا ہے قدیم ہندوستان کی ریاست کی شکل اور اس کے کاموں میں اہم اور دورس تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایک بات تو یہ ہوئی کہ چھوٹے ویدک راشٹر پھیل کر بہت بڑے ہوگئے۔ ان کی حکومتیں زیادہ طاقت ور ہوگیں۔ بادشاہت منتخبہ ہونے کے بجائے موروثی بن گئی، سبھا اور سمیتی کی حیثیت میں فرق آ گیا۔ اب وہ مشاورتی ادارے بن گئیں اور ان کی اہمیت گھٹ گئی۔ ان کی جگہ نئے اداروں نے لے لی جو بادشاہ کے افسران پر مشتمل ہوتے تھے۔ ان کو رتن کہا جاتا تھا۔ یہ بادشاہ کو اس کے کاموں میں مدد دیتے تھے۔ وہ شاہی حکومت کے مختلف شعبوں کے انچارج ہوتے تھے۔ اس کا اظہار ان کے عہدوں سے ہوتا ہے۔ رتن آگے چل کر بادشاہ کے وزیر بن گئے تھے۔ گاؤں کو خود مختاری حاصل تھی۔ اس خود مختاری کا اظہار سبھا کے ذریعے ہوتا تھا۔ متعدد ریاستوں کا وجود میں آنا شاہی اختیارات میں اضافہ، موروثی بادشاہت اور ایک ایسی انتظامیہ کا قائم ہونا جس میں ریاست کے اعلا ترین افر شامل ہوتے تھے، اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ برہمنی دور میں ویدک سیاسی نظام نے کس قسم کی ترقی کی تھی۔ اس کے علاوہ بادشاہت کے بارے میں ایک ایسے نظریے نے جنم لیا تھا جو ہابس کے سماجی معاہدے کے نظریے سے ملتا جلتا تھا اور جس کا ہابس نے پانچ سو برس بعد پیش کیا تھا۔ بادشاہ کے عہدے کو تقدس حاصل ہوگیا تھا۔ اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے پر بادشاہ کو معزول بھی کیا جاسکتا تھا۔ اس دور میں بحیثیت ایک ادارے کے بادشاہت کو ایک فلسفیانہ بنیاد، تقدس اور مقبولیت حاصل ہوگئے تھے۔



Marfat.com

بادشاہت کے ساتھ ساتھ ملک کے مختلف حصوں میں جمہوری ریاستیں بھی قائم ہوگئی تھیں۔ یہ قبائلی جمہوریتیں یا گن راشٹریہ ہمالیہ کے شمالی علاقوں، گنگا کے میدان کے شمالی حصوں اور سندھ کے میدانوں میں قائم تھیں۔ ان ہی جمہوریتوں میں سے ایک میں یعنی گوتم میں مہاتما بدھ کا جنم ہوا تھا یہ ریاستیں اپنے قبائلی ناموں سے مشہور تھیں۔ یہ بہت چھوٹی چھوٹی سلطنتیں تھیں۔ ان کا اجلاس اسمبلی ہال میں ہوتے تھے۔ اس میں قبیلے کے سبھی بالغ افراد اکٹھا ہو کر اپنے مسائل طے کرتے تھے وہ مختلف افسروں کا بھی انتخاب کرتے تھے۔ ان افسروں کا ایک بورڈ ہوتا تھا جو قبیلے کی حکومت چلاتا تھا۔ یہ قبائلی جمہوریتیں سیاسی طور پر نہایت بیدار منظم اور جنگجو تھیں۔ یہ تھا برہمنی دور میں سیاسی نظام کا ارتقاء۔

اس کے بعد یعنی سات سو سے دوسو قبل مسیح کے دور میں ایک نیا سیاسی نظام ابھرا۔ یہ شہنشاہیت یا وسیع سلطنت کا آدرش تھا۔ اس کا مطلب تمام متحد ہندستان پر ایک بادشاہ کی حکومت تھی۔ اس آدرش کو حاصل کرنے کے لیے دنیا پر فتوحات حاصل کرنے اور چکروزتی یا سمراٹ یا شہنشاہ کا لقب حاصل کرنا ضروری تھا۔ یہ آدرش طاقت ور شاہی ریاستوں کے درمیان طویل باہمی جنگوں کا نتیجہ تھا۔ سکندر اعظم کے حملے نے اس کے لیے راہ ہموار کردی تھی، سکندر پنجاب سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا کیونکہ کچھ قبائلی جمہوری سلطنتوں نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ ہندستانی بادشاہوں نے سکندر کی مثال سامنے رکھی اور چندر گپت موریہ نے اس کی واپسی کے بعد فتوحات کے سلسلے کو شروع کیا اور اس کے نتیجے میں وہ ایک وسیع سلطنت کا مالک بن گیا۔ اس کی عظیم الشان سلطنت کی راجدھانی پاٹلی پتر تھی۔ اس کے بیٹے بندوسار اور پوتے اشوک نے اس کی



Marfat.com

سلطنت کو مزید مستحکم کیا اور اس کی طاقت اور خوش حالی میں اضافہ کیا۔ اس نے اپنے ہم عصر حکمرانوں مثلاً مصر، یونان، ایشیائے کوچک وغیرہ کے حکمرانوں سے تعلقات قائم کیے۔

موریہ شہنشاہیت میں بے شمار خود مختار قبائلی ریاستیں شامل تھیں جو موریہ شہنشاہ کی اطاعت گزار تھیں۔ برہمنی دور کا بادشاہ شہنشاہ تھا اور اقتدار کا اعلا مالک۔ اس کو تقدس حاصل ہو گیا تھا۔ اس کو سماجی اور اخلاقی نظام کا نجات دہندہ مان لیا گیا تھا۔ اتنی زبردست پوزیشن کا مالک بن جانے کے بعد شہنشاہ کے مطلق العنان حکمراں بننے کے امکانات تھے۔ اس کی روک تھام کے لیے بادشاہ کے فرائض اور اختیارات کے مقاصد کے بارے میں ایک مجموعۂ قوانین وضع کیا گیا تھا۔ اس کو مذہبی اور سماجی تائید حاصل تھی۔ بادشاہ کو بچپن سے ہی احتیاط کے ساتھ ٹریننگ دی جاتی تھی۔ اس ٹریننگ کے دوران اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ وہ بے نفسی کے ساتھ لوگوں کی فلاح کے لیے کام کرے، اپنے عہدے اور اختیارات کو اپنے مفاد کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کی بھلائی اور مفاد کے لیے استعمال کرے۔ اس کو تخت نشین ہونے کے وقت بھی اس طرح کا حلف اٹھانا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کو قانون کے مطابق حکومت کرنا ہوتی تھی۔ یہ قوانین ناقابل تنسیخ تھے۔ اس طرح مذہبی احکامات، روایات اور سماجی توقعات بادشاہ کی مطلق العنانی پر پابندی عائد کرتی تھیں۔ بادشاہ کو اس کے فرائض میں مدد دینے کے لیے ایک وزارتی کونسل یا منتری پریشد ہوتی تھی۔ یہ حکومت کے مختلف شعبوں کو کنٹرول کرتی تھی۔ یہ اس طرح سے بادشاہ پر اثر انداز ہوتی تھی کہ وہ مطلق العنان نہ بن سکے۔



Marfat.com

وسیع سلطنت کے فروغ کے ساتھ جمہوری روایات کمزور ہوئیں اور تقریباً سب ہی قبائلی جمہوریتیں موریہ شہنشاہیت میں ضم ہوگئیں۔ ان کو اس شرط پر برقرار رہنے دیا گیا تھا کہ وہ شہنشاہ کے اقتدار اعلا کو تسلیم کرلیں۔ شہنشاہ ریاست کی علامت تھا۔ ریاست کا مطلب شہنشاہیت یا عالمگیر سلطنت تھا۔ شاہی اقتدار اعلا نے ایسی نوعیت اختیار کرلی تھی جس کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی۔ اشوک جیسے بادشاہ نے سماجی قوانین وضع کیے اور ان پر عمل درآمد کرایا۔ اس نے مذہبی رواداری کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے اس پر سختی سے عمل کیا تھا اس کا قائم کردہ بادشاہت کا آدرش اس کی موت کے بعد بھی عرصے تک قائم رہا اور قدیم ہندوستانی سیاسی نظام کی نمایاں خصوصیت بن گیا تھا۔

موریہ حکومت وحدانی اور متوازن بن گئی تھی۔ اس میں مرکزی اور مقامی انتظامیہ متعدد شعبوں پر مشتمل تھی جن کا مرکز راجدھانی میں اور شاخیں ریاستوں میں ہوتی تھیں۔ مقامی انتظامیہ دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک شہری اور دوسرا دیہی علاقوں کے لیے۔

سلیوکس کے یونانی سفیر میگھستنیز کے بیان سے پتا چلتا ہے کہ شہری انتظامیہ جمہوری اصولوں پر مبنی تھی اور ماڈرن ڈھنگ کی تھی۔ دیہی علاقوں پر بھی توجہ دی جاتی تھی۔ فلاح عامہ کے کام مثلاً اسپتال، کنویں، تالاب سڑکیں سرائیں، سنگ میل، اسکول اور پارک وغیرہ کی تعمیر کثرت سے کی جاتی تھی ریاست کردار کے اعتبار سے ایک فلاحی ریاست بن گئی تھی۔

موریہ دور کے بعد یعنی دوسری صدی قبل مسیح اور چوتھی صدی عیسوی کے دوران جو سلطنتیں قائم ہوئیں وہ نہ تو موریہ سلطنت کی طرح دیرپا ثابت



Marfat.com

ہوئیں اور نہ اتنی وسیع اور ہمہ گیر۔ عام طور سے ان حکمرانوں نے اپنے اپنے مذہب کے تئیں جانب دارانہ رویہ اپنایا اور اپنے مذہب کے اصولوں کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ اس دور کے بادشاہوں نے اپنے لیے خدا کا بیٹا اور عظیم برہمن جیسے القاب وضع کیے سیاسی نظریے کے طور پر اب بادشاہ کو عظیم خدا کا انسانی قالب کہا جانے لگا۔ ان باتوں سے مذہب کے تئیں جانب دارانہ رویے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، سیاسی نظریے کے مطابق اب ریاست سات اجزاء یعنی بادشاہ، وزارت، اتحادی، مالیات، قانون وانصاف، کا نظام دفاع اور فوج پر مشتمل تھی۔ اس دور میں بین ریاستی تعلقات کے بارے میں بھی کچھ متعین نظریے ابھرے اور موجودہ ڈپلومیسی کے کچھ مقاصد اور طریقے اپنائے گئے۔ غرض یہ کہ تیسری صدی عیسوی کے آخر تک ہندوستانی سیاسی نظام نے نظریاتی اور عملی دونوں لحاظ سے بلوغت کی منزلیں طے کرلی تھیں۔

چوتھی صدی کے شروع میں گپت سلطنت قائم ہوئی۔ یہ مختلف حیثیتوں سے موریہ سلطنت سے بھی بازی لے گئی۔ اس کا دور حکومت تقریباً دو صدی تک رہا اس دور میں پورا ہندوستان ایک بار پھر متحد ہوکر ایک سیاسی اکائی بن گیا تھا۔ یہ سلطنت مستعدی کا نمونہ تھی اور ایک فلاحی ریاست تھی اس نے مذہبی رواداری کی پالیسی اختیار کی اور ادب و آرٹ کی سرپرستی کی، غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کی۔ اس دور کو قدیم ہندوستان کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں بادشاہ کو خدا کا انسانی روپ سمجھا جاتا تھا، اس کو سماجی بھلائی اور سب کو مسرت بخشنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ موریہ دور کی طرح اس دور کی ریاست بھی ایک فلاحی ریاست تھی۔[11]



Marfat.com

سلطنتوں کے عروج وزوال کا اثر گاؤں پر نہیں پڑا۔ وہاں کا خود مختار نظام برقرار رہا۔ اس کی زندگی اور معیشت پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ اس کے برعکس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت میں اضافہ ہوتا رہا۔ وہاں امن وسکون قائم رہا۔ جنگی قوانین اور ڈپلومیسی میں گاؤں کو تباہ کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ اس طرح سے گپت دور کے آخر تک ہندوستانی سیاسی نظام کے ارتقا میں پانچ اہم خصوصیات ظاہر ہوئیں۔ یہ تھیں شہنشاہیت کا آدرش، بادشاہ کا تقدس، مذہبی رواداری کی پالیسی، گاوں کی خود مختاری اور فلاحی ریاست کی روایات۔ ان سیاسی روایات اداروں اور آدرشوں نے بعد کے زمانے کے لیے ماڈل کا کام کیا تھا۔

چھٹی صدی کے آخر تک گپت سلطنت کا زوال ہوگیا تھا۔ شمالی اور جنوبی ہندوستان اس کے ایک ہزار سال بعد تک پھر کبھی ایک بادشاہ کے تحت متحد نہیں ہوئے۔ یہ اتحاد دوبارہ مغلوں کے دور میں قائم ہوا۔ آٹھویں صدی میں مسلمانوں نے سندھ پر اپنی حکومت قائم کی لیکن انھوں نے کوئی دیرپا اثر نہیں چھوڑا۔ ایک عرصے بعد جب مسلمانوں نے اس ملک میں اپنی مستقل سلطنتیں قائم کیں اور اس ملک کو اپنا وطن بنایا تو وہ قدیم ہندوستان کی سیاسی روایت اور اداروں سے متاثر ہوئے اور انھوں نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اسی سے ہند اسلامی سیاسی نظام کا آغاز ہوا۔ محمود غزنوی، علاء الدین خلجی اور شیر شاہ نے اس کی بنیادیں ڈالیں اور اکبر نے عمارت کی تکمیل کی۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے اشتراک سے ایک ایسے سیاسی نظام کا جنم ہوا جو نہ ہندو تھا اور نہ اسلامی بلکہ جس میں دونوں نظاموں کے اجزاء شامل تھے۔

(ہندوستانی سیاسی نظام کا تدریجی ارتقا- مصنفہ ایچ سنہا، مترجم ڈاکٹر محمد سلیم قدوائی، اردو دنیا فروری ۲۰۰۰، صفحہ ۶۰)



Marfat.com

# عرب اور منگول (۳۳)

جس زمانہ میں ہرش شمالی ہندوستان کی طاقتور سلطنت پر حکومت کر رہا تھا اور چینی عالم ہواں سانگ نالندہ کی درسگاہ میں تعلیم پا رہا تھا عرب میں اسلام کا ظہور ہوا۔ ہندوستان میں اسلام ایک مذہبی اور سیاسی طاقت کی حیثیت سے آیا اور یہاں کی تاریخ میں اس نے بہت سے نئے مسائل پیدا کر دئے، لیکن یہ بات خوب اچھی طرح سے یاد رکھنی چاہئے کہ اس کے اثر سے تاریخ میں جو تبدیلی ہوئی اسے کافی مدت لگی، مسلمان ہندوستان کے وسط تک تقریباً چھ سو برس میں پہنچے، اور جس وقت یہاں انہوں نے اپنی سلطنت قائم کی ہے اس وقت تک اسلام اور اس کے علمبردار دونوں بہت کچھ بدل چکے تھے، وہ عرب جنھوں نے اپنی قوت عمل اور اپنے غیر معمولی جوش کی وجہ سے اسپین سے منگولیا کی حدود تک فتوحات کیں اور اپنی شاندار تہذیب کو ان ملکوں میں پھیلایا ہندوستان میں نہ آسکے، وہ بس ہندوستان کے شمالی مغربی کنارے تک پہنچے اور وہیں رہے، اس کے بعد عربوں کی تہذیب کا آفتاب رفتہ رفتہ ڈھلنے لگا اور وسطی اور مغربی ایشیا میں مختلف ترک قبائل نمایاں حیثیت حاصل کرنے لگے، یہی ترک اور افغان قبائل سرحد پار سے اسلام کو ایک سیاسی طاقت کی حیثیت سے ہندوستان میں لائے،



Marfat.com

میرا خیال ہے کہ ان واقعات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے چند تاریخیں ہمیں مدد دیں گی اسلام کی ابتدا یوں سمجھئے کہ ہجرت سے ہوئی یعنی سن ۶۲۲ء میں جب کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ میں سکونت اختیار کی، اس کے دس سال بعد ان کی وفات ہوئی، شروع کا تھوڑا زمانہ تو عرب کے اندر طاقت مستحکم کرنے میں صرف ہوا، اس کے بعد وہ حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے جنہوں نے اسلام کے علمبرداروں کو مشرق کی طرف پورے وسط ایشیا میں، اور مغرب کی طرف کل شمالی افریقہ اور پھر وہاں سے اسپین اور فرانس تک پھیلا دیا، ساتویں صدی کے ختم تک اور آٹھویں کے شروع زمانہ میں عراق، ایران اور وسط ایشیا ان کے قبضہ میں آ گئے ۷۱۲ء میں انھوں نے سندھ پر بھی قبضہ کر لیا لیکن اس سے آگے نہ بڑھے کیونکہ ہندوستان کے زیادہ زرخیز علاقوں اور سندھ کے درمیان ایک بڑا ریگستان حائل تھا۔ مغرب میں انھوں نے افریقہ اور یوروپ کی اس درمیانی تنگ آبنائے کو عبور کیا جو اس وقت سے آبنائے جبرالٹر کے نام سے مشہور ہوئی اور ۷۱۱ء میں اسپین میں داخل ہو گئے، یہاں ۷۳۲ء میں چارلس مارٹل نے ٹورس کے مقام پر انھیں شکست دی اور وہ اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

ان فتوحات کی اہمیت اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ اس قوم کے کارنامے ہیں جو عرب کے ریگستانوں سے نکلی تھی اور جس نے اب تک تاریخ میں کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا تھا، اس طرح غیر معمولی طور پر ان کی قوتوں کے ابھرنے کا سبب ان کے پیغمبر کی وہ شخصیت تھی جس میں عمل اور انقلاب کی قوتیں بھری ہوئی تھیں اور ان کی یہ تعلیم کہ دنیا کے سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔



Marfat.com

یہ خیال غلط ہے کہ عرب تہذیب، اسلام کے پیدا ہوتے ہی یکا یک وجود میں آگئی مسلمان عالموں کا میلان یہ رہا ہے کہ وہ اسلام سے پہلے کی عربوں کی تہذیب کو بہت گھٹاتے ہیں اور اس دور کو جاہلیت کے نام سے پکارتے ہیں یعنی ایسا زمانہ جس میں جہالت اور توہم پرستی تھی۔ دنیا کی تمام دوسری تہذیبوں کی طرح عرب تہذیب بھی اپنا ایک ماضی رکھتی تھی جس کو سامی فونیقی، کرٹیلی، کاٹولی اور عبرانی نسلوں کی ترقی کے ساتھ بہت قریب کا تعلق تھا، یہ صحیح ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو باقی ساری نسلوں سے الگ کرلیا تھا' اوران میں آپس کے جھگڑے بھی رہتے تھے تاہم پورے سامی علاقے کے بسنے والوں میں آپس کا میل جول اور ربط ضبط پایا جاتا تھا اور کسی حد تک سب کی تہذیب کا پس منظر ایک ہی تھا، اسلام سے پہلے کی عرب تہذیب نے یمن میں خصوصیت کے ساتھ نشوونما پائے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے ظہور کے وقت عربی زبان بہت ترقی یافتہ زبان تھی جس میں فارسی الفاظ کے علاوہ ہندی کے لفظ بھی شامل تھے۔ فونیقیوں کی طرح عرب بھی تجارت کے سلسلہ میں دور دراز کے سفر کیا کرتے تھے، اسلام سے پہلے عربوں کی نوآبادی جنوبی چین میں بھی کینٹن کے قریب تھی۔

تاہم یہ حقیقت ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی قوم میں یقین اور جوش پیدا کر کے ان کو ایک نئی زندگی بخشی۔ عرب اپنے آپ کو ایک نئے پیام کا حامل سمجھنے لگے اوراس خیال نے پوری قوم کے اندر وہ جوش اور خود اعتمادی پیدا کردی جو کبھی کبھی تاریخ کی کایا پلٹ دیتی ہے، ان کی کامیابی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وسط ایشیا شمالی افریقہ اور مغرب کی سلطنتیں اس وقت تک کمزور ہو چکی تھیں شمالی افریقہ میں تو اس زمانہ میں ایسی خانہ جنگی پھیلی ہوئی تھی کہ وہاں کے



Marfat.com

عیسائی فرقوں میں سیاسی اقتدار کے لئے اکثر آپس میں خونریز لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں پھر اس عیسائیت میں جو اس وقت ان ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی وسعت نظر اور رواداری بالکل نہ تھی، اس کے برعکس اسلام میں رواداری عام تھی اور اس کا یہ پیام تھا کہ سب انسان بھائی بھائی ہیں۔ اصل میں یہی چیز تھی جس کی وجہ سے تمام وہ قومیں جو عیسائیت کے آپس کے جھگڑوں سے تنگ آچکی تھیں ٹوٹ کر مسلمانوں سے آملیں۔

خود وہ تہذیب جسے عرب اپنے ساتھ دور دراز ملکوں تک لے گئے برابر بڑھتی اور بدلتی رہی، گو اس تہذیب پر اسلام کے عقائد کا بہت گہرا اثر تھا پھر بھی اسے اسلامی تہذیب کہنا دماغ کو الجھن میں ڈالتا ہے اور غالباً صحیح بھی نہیں ہے، جب سے دمشق مسلمانوں کا پایۂ تخت ہوا ان کی معاشرت کی سادگی ختم ہوگئی اور اس کی جگہ تصنع آ گیا۔ ان کی اس دور کی تہذیب کو ہم عرب سامی تہذیب کہہ سکتے ہیں اس کے بعد بازنطینی اثرات ان کی تہذیب میں نمایاں نظر آنے لگے۔ لیکن جب پایہ تخت بغداد کو منتقل ہوا تو عرب تہذیب پر ایران کی قدیم تہذیب کا سب سے زیادہ اثر ہوا اور اس کی وجہ سے عرب ایرانی تہذیب وجود میں آئی جو بعد میں ان تمام علاقوں میں پھیل گئی جو عربوں کے قبضہ میں آئے۔

عربوں کی یہ سلطنت جو اتنی وسیع تھی اور جس کو عرب سے باہر پھیلنے میں بہ ظاہر کوئی دشواری بھی پیش نہ آئی تھی ہندوستان میں سندھ سے آگے نہ بڑھ سکی، کیا یہ اس وجہ سے تھا کہ اس زمانہ میں بھی ہندوستان اتنا طاقتور تھا کہ وہ باہر کے حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتا تھا؟ غالباً یہی وجہ تھی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سندھ کی فتح کے کئی صدیوں بعد مسلمانوں نے شمالی ہند پر حملہ کیا، اور اس وقفہ کا



Marfat.com

بہ ظاہر یہی سبب نظر آتا ہے کہ ہندوستان ان کے حملوں کو روکنے کی طاقت رکھتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا دوسرا سبب عربوں کی اندرونی دشواریاں ہوں، کیونکہ سندھ بغداد کی مرکزی طاقت سے الگ ہوکر ایک چھوٹی سی آزاد اسلامی ریاست بن چکا تھا، بہرحال گوشمالی ہند پر عربوں کا حملہ نہیں ہوا پھر بھی ہندوستان کے اور عربوں کے درمیان تعلقات بڑھتے رہے، سیاح ادھر سے ادھر آتے جاتے تھے، سفیروں کے تبادلے ہوتے تھے ہندوستانی علوم خصوصا ریاضی اور فلکیات کی کتابیں بغداد لے جائی گئیں اور عربی میں ان کے ترجمے ہوئے پھر بہت سے ہندوستانی طبیب بھی بغداد گئے، یہ تجارتی اور تہذیبی تعلقات صرف شمالی ہند کے ساتھ محدود نہ تھے بلکہ جنوبی ہند کی ریاستیں بھی ان میں شامل تھیں، اور ہندوستان کے مغربی ساحل کے راشٹرکوٹ تو تجارتی تعلقات کے سلسلہ میں خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔

آپس کے اسی ربط کی وجہ سے ہندوستانیوں کو اس نئے مذہب یعنی اسلام سے واقفیت ہوئی، اسلام کے مبلغ یہاں آئے اور ان کا خیر مقدم کیا گیا، اس ملک میں مسجدیں بنیں اور اس پر نہ حکومت کی طرف سے اعتراض ہوا، نہ عام باشندوں کی طرف سے، نہ کبھی کسی قسم کے مذہبی جھگڑے فساد ہوئے ہندوستان کی روایت تھی کہ سب مذہبوں کو اور عبادت کے سب طریقوں کو یہاں روا رکھا جاتا تھا، اس طرح اسلام ہندوستان میں سیاسی طاقت بن کر آنے سے کئی صدی پہلے مذہب کی حیثیت سے آچکا تھا۔

خلفائے بنوامیہ کے زمانہ میں عربوں کی اس نئی سلطنت کا پایۂ تخت دمشق بنا جو رفتہ رفتہ ایک بڑا شاندار شہر ہوگیا۔ لیکن جلد ہی تقریبا ۷۵۰ء میں



Marfat.com

خلفائے بنی عباس نے دمشق کے بجائے بغداد کو پایۂ تخت بنالیا، اس کے بعد مسلمانوں میں اندرونی لڑائی جھگڑے شروع ہوئے اسپین مرکزی حکومت سے الگ ہوگیا اور مدت تک ایک آزاد عرب سلطنت بنا رہا، رفتہ رفتہ پوری سلطنت بغداد کمزور ہوگئی اور بہت سی ریاستوں میں بٹ گئی، سلجوقی ترکوں نے وسط ایشیا سے آکر اپنا ایسا اثر جمایا کہ ساری سیاسی قوت ان کے ہاتھوں میں آگئی، خلیفہ بس نام کے لئے باقی رہ گیا جن کے تمام احکام محض ترکوں کی خوشی پر موقوف تھے ۔ادھر سلطان محمود غزنوی جو ایک بڑا دلیر اور باہمت سپہ سالار تھا افغانستان میں طاقت پکڑ گیا۔ وہ تو خلیفہ کی کچھ پرواہ ہی نہ کرتا تھا بلکہ اکثر اس پر منہ آتا تھا، اس کے باوجود بغداد اسلامی دنیا کی تہذیب کا مرکز بنا رہا، یہاں تک کہ گو اسپین اس مرکز سے ہزاروں کوس دور تھا پھر بھی اس کی عظمت کو تسلیم کرتا تھا، یہ صرف عرب اسپین تھا جس نے یورپ کے اس تمام تاریک دور میں علم اور تحقیق کی شمع کو روشن رکھا اور جس کی تھوڑی سی روشنی یورپ کے دوسرے ملکوں تک بھی پہنچی۔

۱۰۹۵ء میں صلیبی جنگیں شروع ہوگئیں اور تقریباً ڈیڑھ سو برس جاری رہیں، ہلال اور صلیب کے یہ معرکے دراصل محض دو مذہبوں کی جارحانہ جنگ نہ تھی بلکہ جیسا کہ مشہور مورخ جی، ایم ٹری ول یاں کہتا ہے: صلیبی جنگیں اس شوق کا مذہبی اور عسکری پہلو تھیں جو یورپ کی از سر نو ترقی کرنے والی قوتوں کو مشرق کی طرف بڑھنے کے لئے مجبور کر رہا تھا، یورپ نے ان جنگوں میں جو چیز جیتی وہ نہ تو ارض مقدس کی مستقل آزادی تھی اور نہ مسیحی دنیا کا کوئی پائدار اتحاد، صلیبی جنگوں کی ساری کہانی اس بات کی نفی کرتی ہے ہاں یورپ مشرق سے فنون لطیفہ، دستکاریاں، تعیشات، اور علم و تحقیق کا شوق لے کر لوٹا ظاہر ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جسے پیٹر وی ہرمٹ پسند کرتا۔



Marfat.com

آخری صلیبی جنگ کے ناکامی کے ساتھ ختم ہونے سے پہلے ہی وسط ایشیا سے ایک زبردست طوفان اٹھا یعنی چنگیز خان کے حملے شروع ہو گئے تھے جنھوں نے مغربی ملکوں کو تاراج کر دیا چنگیز خاں ۱۱۵۵ء میں پیدا ہوا تھا اور اس کے یہ حملے جنھوں نے پورے وسط ایشیا کو ویران کر دیا ۱۲۱۹ء میں ہوئے اس وقت چنگیز کوئی بچہ نہ تھا اس نے بخارا، سمرقند، ہرات اور بلخ جیسے بڑے شہر جن میں سے ہر ایک کی آبادی ایک لاکھ سے اوپر ہی اوپر تھی اس طرح برباد کئے کہ وہاں کھنڈروں کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ وہ روس میں کیوتک پہنچا اور پھر وہاں سے لوٹا اتفاق سے بغداد اس کے راستے میں نہ پڑا اور اس طرح یہ شہر اس کی تباہ کاریوں سے بچ گیا ۱۲۲۷ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ ہلاکو تخت پر بیٹھا تو یہ بڑھتا ہوا یورپ تک پہنچا اور ۱۲۵۸ء میں بغداد بھی اس کے قبضہ میں آ گیا، علوم وفنون کا یہ مشہور مرکز جس نے پانچ سو برس تک دنیا کے ہر حصہ کے علمی خزانے جمع کئے گئے تھے، ہلاکو کے ہاتھوں ختم ہو گیا، عرب ایرانی تہذیب منگولوں کے دور میں باقی تو رہی لیکن بغداد کا تباہ ہو جانا اس کے لئے بڑا شدید صدمہ تھا۔ اب اس کا مرکز شمالی افریقہ اور اسپین کو منتقل ہو گیا، عالموں کے گروہ کے گروہ اپنی کتابیں لے کر قاہرہ اور اسپین چلے گئے اور یہاں پھر علوم وفنون کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو گیا لیکن اسپین خود عربوں کے قبضہ سے نکلتا جا رہا تھا، ۱۲۸۶ء میں قرطبہ پر زوال آیا اور اس کے بعد ڈھائی سو برس تک غرناطہ بھی عربوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور فردیناڈ اور ازبیلا نے اسپین میں عرب سلطنت کو ختم کر دیا، اس کے بعد قاہرہ عرب تہذیب کا خاص مرکز بنا حالانکہ حکومت یہاں ترکوں کی تھی، ۱۴۵۳ء میں ترک قسطنطنیہ کو فتح کر چکے تھے، اور یہ فتح ان تمام قوتوں کے وجود میں آنے کا باعث ہوئی جو یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی محرک



Marfat.com

بنیں۔

ایشیا اور یورپ میں منگولوں کی فتوحات نے ایک نئ قسم کے طریق جنگ کی بنیاد ڈالی، لڈل ہارٹ کہتا ہے: حملوں کی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے دشمن پر اچانک ٹوٹ پڑتے ہیں، اپنی فوجوں کو آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں، دشمن پر لشکر کشی کرنے اور اس پر پوشیدہ چالوں سے ٹوٹ پڑنے میں منگول دنیا کی تاریخ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ چنگیز خاں اگر دنیا کا سب سے بڑا سپہ سالار نہیں تو چند سب سے بڑے سپہ سالاروں میں سے ایک ضرور کہا جا سکتا ہے یورپ اور ایشیا کی مردانگی اور شجاعت اس کے اور اس کے جانشینوں کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی تھی یہ محض اتفاق تھا کہ وسطی اور مغربی یورپ منگولوں کے حملوں سے بچ گئے۔ ان منگولوں سے یورپ نے جنگ اور لشکر کشی کے فن سیکھے۔ بارود کا استعمال بھی یورپ والوں نے منگولوں ہی سے سیکھا جو چین سے اسے اپنے ساتھ لائے تھے۔

منگول ہندوستان میں نہیں آئے، وہ سندھ سے ادھر ہی رہے اور دوسرے ممالک فتح کرتے رہے، جب ان کی بڑی سلطنت پر زوال آیا تو یہ ایشیا میں چھوٹی سلطنتوں میں بٹ گئ، ۱۳۶۹ء میں تیمور جو ترک تھا اور اپنے آپ کو ماں کی طرف سے چنگیز کے خاندان سے بتاتا تھا اٹھا اور اس نے چنگیز کے حملوں کی یاد تازہ کر دی سمرقند اس کی سلطنت کا پایہ تخت بنا لیکن سلطنت بہت تھوڑے دن چلی، تیمور کے جانشینوں کو جنگی کارناموں کے مقابلہ میں امن اور سکون کی زندگی زیادہ پسند آئ اور وہ فنون کی ترقی میں مصروف ہو گئے، اب وسط ایشیا میں وہ دور شروع ہوا جسے تیموری نشاۃ ثانیہ کہتے ہیں اور یہی وہ ماحول تھا جس میں



Marfat.com

بابر جو تیمور ہی کے خاندان سے تھا پیدا ہوا اور اس نے پرورش پائی۔ بابر نے ہندوستان میں مغلوں کی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یہ ہندوستان کے بڑے مغل شہنشاہوں میں سب سے پہلا شہنشاہ تھا۔ اس نے ۱۵۲۶ء میں دہلی فتح کی۔

چونکہ آج کل بعض مسلمانوں کے ناموں کے آگے ''خان'' لگا ہوتا ہے اس وجہ سے بعض لوگ چنگیز خاں کو مسلمان سمجھتے ہیں مگر وہ مسلمان نہیں تھا اس کے مذہب کے متعلق خیال یہ ہے کہ وہ شمانیت یعنی آسمانی مذہب کا پیرو تھا، مجھے اس مذہب کا کچھ علم نہیں البتہ لفظ شمانیت سے لامحالہ خیال ایک عربی لفظ شمان کی طرف جاتا ہے جو بودھوں کے لیے استعمال ہوتا تھا اور سنسکرت لفظ شرون سے بنا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں بودھ مت کی بگڑی ہوئی شکلیں ایشیا کے مختلف حصوں میں رائج تھیں اور ان میں منگولیا بھی شامل تھا اس لئے گمان ہوتا ہے کہ چنگیز نے بھی انھیں اثرات کے ماتحت پرورش پائی ہوگی۔ یہ خیال ہے واقعی عجیب کہ تاریخ کا یہ سب سے بڑا فوجی سپہ سالار اور فاتح بودھ متی تھا خواہ وہ بودھ مت کیسا ہی کیوں نہ ہو!

وسطی ایشیا میں آج بھی ان چار مشہور عام شخصیتوں کے نام لوگوں کی زبان پر ہیں۔ سکندر، سلطان محمود، چنگیز خاں اور تیمور۔ ان چار ناموں کے ساتھ اب ایک پانچویں نام کا اور اضافہ ہونا چاہئے اور وہ لینن ہے جس کی شخصیت ان چاروں سے بالکل مختلف ہے، اس نے ایک جنگجو سپاہی کی حیثیت سے دنیا کو فتح نہیں کیا بلکہ اس نے دنیا کو ایک نیا فلسفۂ حیات دے کر انسانوں کے دماغوں پر حکومت کی اور اسی وجہ سے آج اس کے نام کو شہرت دوام حاصل ہے۔



Marfat.com

## ۲۔عرب تہذیب کا فروغ اور ہندوستان سے تعلقات

ایشیا اور افریقہ کے بڑے بڑے حصے اور یورپ میں بھی تھوڑا سا حصہ فتح کرنے کے بعد اب عرب علم و عمل کے میدانوں کی فتوحات میں مصروف ہوئے۔ سب سے پہلے انھوں نے اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کی فکر کی، بہت سے نئے ملک ان کی مملکت میں شامل ہو چکے تھے اس لئے اب اپنی اس نئی دنیا کی ضروریات کے لیے انھیں نئے طریقے سوچنے کا شوق پیدا ہوا، آٹھویں اور نویں صدی کے عربوں کا ذہنی تجسس، ان کے عقلی نظرے اور سائنس کی تحقیقات سے ان کی دلچسپی درحقیقت ہمیں بہت متاثر کرتی ہے۔

عموماً ہر اس مذہب کے ابتدائی دور میں جس کی بنیاد مقرر معتقدات اور مسلک پر ہوتی ہے مذہب کے برحق ہونے کا یقین لوگوں پر غالب رہتا ہے۔ عقائد کے معاملہ میں اختلافات کو تسلیم نہیں کیا جاتا اور نہ انھیں آگے بڑھنے دیا جاتا ہے یہی یقین عربوں کو بھی دنیا کے دور دراز حصوں تک لے گیا یہاں عربوں کو جو کامیابیاں نصیب ہوئیں ان سے ان کے یقین کو بھی ضرور تقویت پہنچی ہوگی لیکن اس سب کے باوجود ہم انھیں اپنے مقررہ معتقدات اور مسلک کی حدوں سے تجاوز کرتے ہوئے بھی دیکھتے ہیں وہ لاادریت سے بھی ہم خیال نظر آتے ہیں اور وہ ہر قسم کے ذہنی کارناموں میں بھی وہ اپنا جوش اور اپنی قوتیں صرف کرتے ہیں عرب سیاح جو اپنے زمانہ کے بہترین سیاح تھے دور دراز ملکوں میں یہ دیکھنے کے لئے جاتے ہیں کہ وہاں کے لوگ کیا کر رہے ہیں اور کیا سوچ رہے ہیں ان کے فلسفہ اور معاشرت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے نظریے قائم کرتے ہیں۔



Marfat.com

بغداد میں دور دور سے کتابیں لائی گئیں اور عالم بلائے گئے؛ خلیفہ منصور نے آٹھویں صدی کے وسط میں علمی تحقیق اور ترجمے کے لئے ایک سرکاری دفتر قائم کیا جہاں یونانی ،سریانی ،زند، لاطینی اور سنسکرت کے کتابوں کے عربی میں ترجمے کئے گیے ،شام ،ایشیائے کوچک اور لیوانٹ کی خانقاہوں میں قلمی کتابوں کی تلاش کی گئی ،اسکندریہ کے پرانے مدرسوں کو مدت سے عیسائی پادری بند کر چکے تھے اوران میں رہنے والے عالموں کو وہاں سے نکال چکے تھے ان عالموں میں سے بہت سے ایران اور دوسرے مقامات کو چلے گئے تھے بغداد اب ان سب کے لئے ایک نہایت خوشگوار اور محفوظ جائے پناہ تھا اور یہاں یہ سب اپنے ساتھ افلاطون ، ارسطو، بطلیموس اور اقلیدس کا فلسفہ ، سائنس اور ریاضی لے کر آئے ۔یہاں نسطوری اور یہودی عالم بھی تھے اور ہندوستانی طبیب،فلسفی اور ریاضی داں بھی ،خلیفہ ہارون الرشید اور مامون کی حکومتوں کے سارے زمانے ( آٹھویں اور نویں صدی ) میں یہ حالات بدستور جاری رہے اور روبہ ترقی رہے یہاں تک کہ بغداد مہذب دنیا کا سب سے بڑا علمی مرکز بن گیا۔

اس زمانے میں ہندوستان کے ساتھ بھی عربوں کے تعلقات قائم ہوئے اورانھوں نے ہندوستانی ریاضی ہیئت اور طب میں بہت سیکھا بہ ظاہر ان تعلقات کی ابتدا زیادہ تر عربوں ہی کی طرف سے ہوئی اورانہوں نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا لیکن خود ہندوستان نے عربوں سے کچھ زیادہ حاصل نہیں کیا ہندوستانی خود بینی میں اس درجہ مبتلا تھے کہ انھوں نے اپنے گوشۂ خلوت سے باہر آنا گوارہ نہ کیا، سب سے الگ تھلگ ہی رہے یہ چیز افسوسناک ہے کیوں کہ یہ زمانہ بغداد کے ذہنی جوش اور عربوں کے نشاۃ ثانیہ کا تھا اس کے اثر سے وہ



Marfat.com

ہندوستانی دماغ جو اپنی تخلیقی قوتیں برابر کھو رہا تھا ضرور جاگ اٹھتا۔

ذہنی تجسس کا یہ جذبہ اگر اس وقت کے ہندوستانیوں میں پیدا ہو جاتا تو وہ بہت جلد محسوس کر لیتے کہ فکر و نظر میں وہ اور عرب غیر نہیں تھے،

بغداد میں ہندوستانی علم و حکمت کو برامکہ کے بااختیار خاندان سے بڑی مدد ملی، یہ لوگ ہارون رشید کی علالت کے زمانہ میں ہندوستان سے ایک طبیب بھی جس کا نام مانک تھا بلایا گیا، مانک نے بغداد ہی میں سکونت اختیار کر لی اور وہاں وہ ایک بڑے شفاخانہ کی نگرانی پر مامور ہوا۔ عربوں کی کتابوں سے مانک کے نام کے علاوہ چھ اور ہندوستانی طبیبوں کے ناموں کا پتہ چلتا ہے جو اسی زمانے میں بغداد میں رہتے تھے، عربوں نے ہندوستان اور اسکندریہ دونوں کے علم ہیئت میں اضافہ کیا، مسلمان ہیئت دانوں میں دو نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں خوارزمی جو نویں صدی کا مشہور ریاضی داں اور ہیئت داں گزرا ہے اور عمر خیام جو بارہویں صدی کا ہیئت دان ہے اور ساتھ ہی شاعر بھی ہے۔ طب میں عرب طبیب اور جراح پورے یوروپ اور ایشیا میں مشہور تھے، ان میں بوعلی سینا خاص طور پر مشہور ہوا یہ بخارا کا رہنے والا تھا، شیخ الاطباء کے لقب سے پکارا جاتا تھا اور اس نے ۱۰۳۷ء میں وفات پائی مشہور عرب مفکروں اور فلسفیوں میں ابونصر فارابی کا نام قابل ذکر ہے۔

فلسفہ میں ہندوستان کا اثر کوئی نمایاں حیثیت نہیں رکھتا، فلسفہ اور سائنس دونوں کے لئے عربوں نے یونان اور اسکندریہ کی طرف رجوع کیا، افلاطون اور بالخصوص ارسطو نے عربوں کے دماغوں پر بڑا اثر ڈالا اور اس وقت سے آج تک ان دونوں فلسفیوں کا فکر ان کی کتابوں سے زیادہ ان عربی حواشی



Marfat.com

میں ہے جو اسلامیات کے مطالعہ میں نہایت اہم مضامین سمجھے جاتے ہیں ۔ اسکندریہ کی اشراقیت نے بھی عربوں کے دماغوں کو بہت متاثر کیا، یونانی فلسفہ کے مادیت پرست مذہب کے اثرات بھی عربوں تک پہنچے اور انھیں کی وجہ سے عربوں میں عقلیت اور مادیت کے مذاہب وجود میں آئے ۔عقلیت پسند جماعت کے مذہبی اصول اور احکام کی توجیہہ محض عقل کی روشنی میں کرنے کی کوشش کی اور مذہب کو قریب قریب رد ہی کر دیا۔ یہاں یہ چیز خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ بغداد میں ان تمام متضاد اور مختلف فیہ مسائل اور نظریات پر بحث وتمحیص کی عام اجازت تھی ۔عقل اور مذہب کی یہ آویزش اور اختلاف کل عرب دنیا میں پھیل گیا اور اس کے اثرات اسپین تک پہنچے ۔اسپین اختلافات کے سلسلہ میں خدا کا تصور بھی معرض بحث میں آیا اور یہ کہا گیا کہ خدا کی ذات ان تمام صفات سے پاک ہے جن کے ساتھ اسے عام طور پر متصف کیا جاتا ہے یہ انسانی صفات ہیں، خدا کو عادل اور کریم کہنا بھی ایسی ہی بے ادبی ہے جس حد تک یہ کہنا کہ خدا کے داڑھی ہے۔

عقلیت سے تشکک اور لادینیت کی بنیاد پڑی لیکن بغداد کی تباہی کے بعد جب ترکوں کو عروج حاصل ہوا تو رفتہ رفتہ عقلی تجسس کا یہ جذبہ کم ہونے لگا پھر بھی عربی اسپین میں عقلی تحریک جاری رہی اور اسپین کے عرب فلسفیوں میں ایک فلسفی تو لامذہبیت کی حد تک پہنچ گیا، یہ بارہویں صدی عیسوی کا فلسفی ابن رشد تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے تمام مذاہب کی بابت کہتا ہے کہ یہ بچوں کے لئے ہیں یا بے وقوفوں کے لئے ، اور ان پر عمل کرنا بالکل ناممکن ہے، ہم صحیح طور پر یہ نہیں کہ سکتے کہ واقعی ابن رشد کا یہ قول ہے یا نہیں اس طرح کی روایات کے پیش نظر یہ سمجھ لینا مشکل نہیں ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی تھا، اسے اپنے خیالات



Marfat.com

کی پاداش بھی اٹھانی پڑی۔اور بھی بہت سی باتوں کی وجہ سے یہ شخص قابل ذکر ہے اس نے نہایت شد ومد کے ساتھ عورتوں کی حمایت کی۔وہ کہتا ہے کہ سماج میں انھیں مردوں کے دوش بدوش رہنے کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ اس کی مستحق ہیں اس نے یہ بھی تجویز کیا کہ وہ لوگ جو لاعلاج امراض وغیرہ کی وجہ سے بیکار ہو چکے ہیں ختم کر دئے جائیں تا کہ سوسائٹی کے کاندھوں سے یہ بوجھ ہلکا ہو۔ اس زمانہ میں اسپین یورپ کے تمام علمی مراکز سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ تھا اور قرطبہ کے عرب اور یہودی عالم پیرس اور دوسرے مقامات پر بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے یہ عرب حقیقتاً دوسرے یورپ والوں کے متعلق کچھ اچھی رائے بھی نہ رکھتے تھے، ایک عرب مصنف جس کا نام سعید ہے اور جو ٹولیڈو کا رہنے والا تھا کوہ (برانس) کے شمالی حصہ میں بسنے والے یورپی لوگوں کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ سرد مزاج کے لوگ ہیں اور بلوغ کو کبھی پہنچتے ہی نہیں ان کا قد وقامت اچھا ہے، رنگ بھی سفید ہے، نکتہ سنجی اور ذہانت کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی۔

مغربی اور وسطی ایشیا میں عرب تہذیب وتمدن کے خاص ماخذ دو تھے عرب اور ایران، اور ان دونوں کے اثرات ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح سموئے گئے کہ سماج کے اعلی طبقوں میں ذہنی جودت بھی پیدا ہوگئی اور ان کا معیار زندگی بھی بلند ہوگیا، عربی اثر نے ذہنی تجسس کا شوق دلایا اور ایرانی اثر نے زندگی کی لطافتیں، فنون اور عیش پرستی پیدا کی جب بغداد پورے طور پر ترکی اثرات سے مغلوب ہوگیا تو عقلیت اور تحقیقات کا یہ شوق بھی سرد پڑ گیا پھر چنگیز خاں اور منگولوں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوگیا سو برس کے بعد وسطی ایشیا پھر نیند سے چونکا اور سمرقند اور ہرات مصوری اور فن تعمیر کے مرکز



Marfat.com

بنے۔ یہاں بھی اسی عرب ایرانی تہذیب کے اثرات تازہ ہوئے لیکن عقلیت اور سائنس سے دلچسپی کی جو روایات عربوں نے چھوڑی تھیں اس تمدن میں بھی پیدا نہ ہوسکیں اسلام میں اب ایک قسم کا کٹرپن پیدا ہوگیا تھا جو ذہنی فتوحات کے بہ نسبت ملکی فتوحات کے لئے زیادہ موزوں تھا، ایشیا میں اب اس کے نمائندے عرب نہ تھے بلکہ ترک تھے منگول تھے (جو بعد میں مغلوں کے نام سے موسوم ہوئے) اور کسی حد تک افغان بھی منگولوں نے مغربی ایشیا میں اسلام قبول کرلیا اور مشرق بعید اور وسطی علاقوں میں ان میں سے بہت سے بودھ متی ہوگئے۔

## ۳۔ محمود غزنی اور افغان

آٹھویں صدی کے آغاز میں عرب سندھ تک پہنچ گئے اور ۷۱۲ء میں انھوں نے اس صوبہ پر قبضہ کرلیا، لیکن اس سے آگے نہ بڑھے اور یہ صوبہ بھی نصف صدی کے اندر ہی اندر عرب سلطنت سے جدا ہوگیا اور ایک چھوٹی سی آزاد اسلامی ریاست بن گیا اس کے بعد تقریباً تین سو برس تک ہندوستان میں مسلمانوں کے حملے بالکل نہیں ہوئے ۱۰۰۰ء کے لگ بھگ افغانستان کے سلطان محمود غزنوی نے جو ایک ترک تھا اور وسط ایشیا میں برسر اقتدار آگیا تھا ہندوستان پر چڑھائی کی ہر دفعہ قتل وخونریزی کے بعد بہت سا مال ودولت اپنے ساتھ سمیٹ کر لے گیا۔ خیو کا ایک ہمعصر عالم البیرونی محمود کے ان حملوں کی بابت کہتا ہے ہندوریت کے ذروں کی طرح یا پرانی کہانیوں کے مثل جو لوگوں کی زبانوں پر پھیلی ہوتی ہیں ہر سمت تتر بتر ہوگئے اور ہر جگہ اپنے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف شدید قسم کی نفرت اور بیزاری کو پالتے رہے۔ ہمیں بیرونی کے اس شاعرانہ بیان سے بربادی کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے جو محمود کے ہاتھوں



Marfat.com

ہوئی ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ محمود نے شمالی ہند کے صرف ایک حصہ کولوٹا اوراس میں محض وہ مقامات جواس کے راستہ میں تھے پوراوسطی، مشرقی اور جنوبی ہندوستان محمود کی دست برد سے محفوظ رہا جنوبی ہند میں اس وقت بھی اور بعدکوبھی طاقتور چول سلطنت برسراقتدار رہی جس کا سمندری راستوں پر بھی قبضہ تھا اور جس کی حدیں سماترا اور جاوا میں سرسی وجے تک پہنچتی تھی مشرقی سمندروں میں بھی ہندوستانی نوآبادیاں خوب پھل پھول رہی تھیں اور کافی طاقتور ہوگئی تھیں۔سمندری طاقت میں وہ اور جنوبی ہند دونوں شریک تھے، لیکن یہ بحری طاقت شمالی ہندوستان کو بری حملہ سے نہ بچاسکی محمود ہر حملہ کے بعد غزنی واپس چلا جاتا تھا اس نے سندھ اور پنجاب اپنی سلطنت میں شامل کر لئے لیکن کشمیر کو فتح نہ کرسکا یہ پہاڑی ملک اسے اندر آنے سے روکے رہا اور جب وہ کاٹھیاوار میں سومنات پر حملہ کر کے واپس ہوا ہے تو رجپوتانہ کے علاقوں میں بھی اسے ایک بڑی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ اس کا آخری اوراس کے بعد پھر واپس نہ آیا۔

محمود ایک مذہبی آدمی ہونے سے کہیں زیادہ ایک سپاہی تھا اور بہت سے دوسرے فاتحین کی طرح اس نے بھی مذہب کو ملکی فتوحات کی آڑ بنایا۔ ہندوستان اس کے لئے ایسا ملک تھا جہاں سے وہ اپنے ملک کو دولت اور سامان لے جاسکتا تھا۔اس نے خود ہندو سپاہیوں کی ایک بڑی فوج جمع کی اور اپنے ایک مشہور سپہ سالار تلک کو سپرد کی، اس فوج کو خود اپنے ہم مذہبوں کے خلاف محمود نے وسط ایشیا میں استعمال کیا۔وہ چاہتا تھا کہ اس کا اپنا شہر غزنی وسطی اور مغربی ایشیا کے بڑے شہروں کی ٹکر کا ہو جائے اوراس غرض کے لئے وہ ہندوستان سے اس زمانہ کے بہترین صناعوں اور کاریگروں کی ایک بری تعداد



Marfat.com

اپنے ساتھ لے گیا۔ دہلی کے قریب متھرا کا فن تعمیر اسے بہت پسند آیا تھا اس کی بابت وہ لکھتا ہے یہاں ہزاروں عمارتیں ایسی مستحکم ہیں جیسے مومن کا ایمان، شہر کی اس وقت جو حالت ہے یہ تو لکھو کھا دینار صرف کر کے بھی نہیں حاصل کی جاسکتی اور اس جیسا دوسرا شہر دوسو برس میں بھی نہیں بنایا جاسکتا۔

لڑائیوں کے دوران میں جو مہلت مل جاتی تھی محمود اسے تمدنی سرگرمیوں میں صرف کرتا تھا چنانچہ مشاہیر وقت کی ایک بڑی تعداد اس کے دربار میں جمع ہو گئی تھی، ان میں مشہور ایرانی شاعر فردوسی بھی تھا جس نے شاہنامہ تصنیف کیا اور جو بعد میں محمود سے ناراض بھی ہو گیا تھا البیرونی بھی اسی دور کا عالم اور سیاح ہے، اس کی کتابوں سے ہمیں اس زمانہ میں وسط ایشیا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا پتہ لگتا ہے، البیرونی ایرانی النسل تھا اور خیو میں پیدا ہوا تھا، یہ ہندوستان بھی آیا اور بہت سیاحت کی وہ ہمیں بتاتا ہے کہ اس زمانہ میں جنوبی ہند میں چولوں کی سلطنت میں آب پاشی کا انتظام بڑے وسیع پیمانہ پر کیا گیا تھا مگر یہ صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ البیرونی نے یہ انتظامات خود اپنی آنکھ سے دیکھے یا نہیں اور وہ جنوبی ہند تک خود پہنچا، یا نہیں، اس نے کشمیر میں سنسکرت سیکھی اور ہندوستان کے مذہب، فلسفہ، سائنس اور فنون کا مطالعہ کیا، اس کی تصانیف محض معلومات کے ذخیرے نہیں ہیں بلکہ وہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ کس طرح جنگ، قتل وغارت، اور خونریزی کے بعد خاص علمی مشاغل جاری ہوئے کس طرح ایک ملک والوں نے دوسرے ملک والوں کو سمجھنے کی کوشش کی حالانکہ غم اور غصہ نے آپس کے تعلقات کو بہت کچھ بگاڑ رکھا تھا اس غم وغصہ کا اتنا اثر تو ضرور تھا کہ دونوں فریقوں کی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑے رہے اور ہر فریق اپنی قوم کو دوسری قوم سے برتر سمجھتا رہا، ہندوستانیوں کے متعلق



Marfat.com

البیرونی کہتا ہے کہ یہ لوگ مغرور ہیں خود فریبی میں مبتلا ہیں، کم گو اور اٹھس ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں نہ ان کے ملک جیسا کوئی دوسرا ملک ہے، نہ ان کی قوم جیسی کوئی قوم نہ ان کے بادشاہ جیسا کوئی بادشاہ اور نہ ان کے علوم جیسے کہیں علوم غالباً ہندوستانی قوم کے مزاج کا یہ بہت ہی صحیح نقشہ ہے۔

محمود کے حملوں کا سلسلہ ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے حالانکہ بحیثیت مجموعی ان حملوں کا ہندوستان کی سیاست پر کچھ اثر نہ پڑا کیونکہ حملہ آور ہندوستان کے وسط تک پہنچ ہی نہ سکے، ان کی اصل اہمیت یہ ہے کہ انھوں نے شمالی ہندوستان کے تنزل اور ہندوستانیوں کی کمزوریوں کا پردہ فاش کر دیا، اور البیرونی کے بیانات نے تو شمال مغرب کی طرف سے یہ بار بار کے حملے ہندوستان کے محدود فکر اور اجتماعی تنظیم میں نئے عناصر شامل کر گئے۔ اور سب پر مستزاد یہ کہ ان کے ساتھ اسلام اپنی زبردست عسکری فتوحات کے ذریعہ ہندوستان میں داخل ہوا، اب تک تقریباً تین سو برس اسلام مذہب کی حیثیت سے پر امن طریقہ پر پھیلا تھا اور اس نے ہندوستان کے مذاہب میں بغیر کسی تصادم اور اختلاف کے اپنی جگہ حاصل کر لی تھی، لیکن اب جس نئے طریقہ پر یہ ہندوستان میں آیا اس کا عوام پر نفسیاتی رد عمل ہوا اور ان کے دل تلخی سے بھر گئے، انھیں ایک نئے مذہب کے آنے پر اعتراض نہ تھا بلکہ ہر ایسی چیز پر تھا جو بہ جبر ان کے طریق زندگی میں مداخلت کرے اور اسے درہم برہم کر دے،

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر چہ ہندوستان میں ہندو مذہب اپنی مختلف شکلوں میں چھایا ہوا تھا لیکن اسی کے ساتھ دوسرے مذاہب بھی موجود تھے۔ قطع نظر بدھ مت اور جین مت کے جنہیں ہندو مذہب اپنے میں جذب کر



Marfat.com

چکا تھا ہندوستان میں عیسائیت بھی تھی اور عبرانی مذہب بھی تھا یہ دونوں غالبا پہلی صدی عیسوی میں ہندوستان پہنچے تھے اور دونوں نے اس ملک میں جگہ پالی تھی، سامی عیسائیوں اور نسطوریوں کی ایک بڑی تعداد جنوبی ہند میں موجود تھی اور وہ سب اسی طرح اس ملک کی آبادی کا ایک حصہ تھے جیسے دوسرے، یہی حال یہودیوں کا تھا، زرتشتیوں کی چھٹی جماعت بھی جو ساتویں صدی میں ایران چھوڑ کر ہندوستان آئی اسی طرح رہی تھی خود بہت سے مسلمان جو مغربی ساحل اور شمال مغرب میں بسے ہوئے تھے اسی طرح رہتے چلے آئے تھے۔

محمود ایک فاتح کی حیثیت سے ہندوستان آیا اور پنجاب اس کی سلطنت کا مشرقی سرحدی صوبہ بن گیا۔ جب اس نے اپنی حکومت کو پورے طور پر مستحکم کرلیا تو اس بات کی کوشش کی کہ اپنی پچھلی سختیوں کی کچھ تلافی کرے تا کہ صوبہ کے باشندوں کے دل کسی حد تک اس سے مانوس ہو جائیں چنانچہ انکے طور طریقوں میں مداخلت کم ہوگئی اور ہندوؤں کو فوجی اور انتظامی اونچے عہدوں پر بھی مقرر کیا گیا، محمود کے عہد میں اس نرمی کی محض ابتدا ہوئی البتہ آگے چل کر اس میں اضافہ ہوا۔ محمود نے ۱۰۳۰ میں وفات پائی اس کے بعد ایک سو ساٹھ برس سے زیادہ گزر گئے نہ کوئی حملہ ہندوستان پر ہوا اور نہ ترکی سلطنت کی حدیں پنجاب سے آگے بڑھیں اسکے بعد ایک افغان شہاب الدین غوری نے غزنی فتح کیا اور غزنوی سلطنت کا خاتمہ کیا اس نے لاہور پر بھی حملہ کیا اور اسے بری طرح شکست دی، شہاب الدین افغانستان واپس چلا گیا اور ایک سال بعد پھر نئی فوج لے کر لوٹا اب کی دفعہ اسے کامیابی ہوئی اور ۱۱۹۲ء میں وہ دہلی کے تخت پر بیٹھ گیا۔



Marfat.com

پرتھوی راج ہندوستان کا مشہور سورما ہے اور آج تک نظموں اور افسانوں میں اس کا نام سننے میں آتا ہے کیونکہ من چلے عاشق ہمیشہ مقبول ہوتے ہیں، اسے والی قنوّج جے چند کی لڑکی سے عشق تھا اور یہ لڑکی بھی اس سے محبت کرتی تھی، چنانچہ عین سوئمبر کے دن جے چند کے گھر پر شہزادے شادی کا پیام دینے کے لئے جمع ہوئے تھے اس بھرے مجمع میں سے پرتھوی راج دلہن کو نہایت دلیری سے اڑا کر لے گیا، اور تھوڑے عرصہ اسے بیوی بنا کر رکھنے کی خاطر ایک طاقتور بادشاہ سے جھگڑا مول لیا جس میں دونوں فریقوں کے چیدہ چیدہ بہادر کام آئیے، دہلی اور وسطی ہند کے منتخب سورما اس خونریز لڑائی میں شامل ہوئے اور دونوں طرف قتل وغارت کا بازار گرم ہوا، انجام کار محض ایک عورت کی محبت میں پرتھوی راج کی جان بھی گئی اور تخت بھی، گیا اور دلی جو اس وقت سلطنت کی راجدھانی تھی ایک بیرونی حملہ آور کے ہاتھ آ گئی۔ لیکن پرتھوی راج کی محبت کی کہانی کے راگ اب گائے جاتے ہیں وہ سورما سمجھا جاتا ہے اور جے چند غدار۔

دہلی کی اس فتح کے معنی کل ہندوستان کی فتح نہ تھے چولوں کی طاقت اب بھی جنوبی ہند میں برقرار تھی، ان کے علاوہ دوسری آزاد ریاستیں بھی تھیں، فتوحات کے دائرے کو جنوب تک پھیلانے میں افغانوں کو اور ڈیڑھ سو سال کا عرصہ لگا، لیکن دلی اسی وقت سے نئے نظام کے قیام کی خبر دے رہی تھی اور یہی فتح دلی کی اہمیت تھی۔

## ۴--ہندی افغان جنوبی ہندو جے نگر بابر بحری طاقت

عام طور پر ہندوستان کی تاریخ کو انگریزوں نے اور بعض ہندوستانی مورخوں نے بھی، تین دوروں میں تقسیم کیا ہے، قدیم یا ہندوں کا زمانہ



Marfat.com

مسلمانوں کا زمانہ اور انگریزوں کا زمانہ یہ تقسیم نہ سمجھ میں آسکتی ہے اور نہ صحیح ہے بلکہ بہت دھوکے میں ڈالنے والی ہے، اس کی وجہ سے ہمارے ذہنوں میں تاریخ کا بہت غلط تصور قائم ہوتا ہے، اس تقسیم نے ہندوستانیوں کی سیاسی، اقتصادی اور تمدنی ترقیوں سے کہیں زیادہ ان معمولی تبدیلیوں کو اہمیت دے رکھی ہے جو ہمیں سطح پر نظر آتی ہیں، جسے قدیم زمانہ کہا جاتا ہے وہ بہت وسیع ہے اور گوناگوں تبدیلیوں سے بھرا ہوا ہے اس میں قوم کی ترقی بھی نظر آتی ہے اور تنزل بھی اور تنزل کے بعد پھر ترقی کا دور آجاتا ہے، جس زمانہ کو مسلمانوں کا زمانہ یا عہد وسطی کہا جاتا ہے وہ ایک اور تبدیلی اپنے ساتھ لایا اور واقعی یہ ایک اہم تبدیلی تھی لیکن اس کے باوجود اس تبدیلی کے اثرات کم وبیش سطحی باتوں تک محدود رہے، ہندوستان کی اصل زندگی کے تسلسل میں ان سے کچھ فرق نہیں آیا شمال مغرب سے آنے والے حملہ آور بہت سے دوسرے حملہ آوروں کیطرح جو ان سے پہلے آئے تھے ہندوستان کی تہذیب میں اس طرح جذب ہو گئے کہ اس کی زندگی کا ایک حصہ بن گئے۔ ان کے خاندان ہندوستانی خاندان بن گئے۔

اور آپس کے شادی بیاہ کے ذریعہ بہت وسیع پیمانہ پر نسلی اختلاط رونما ہو، چند مثالوں کے سوا ان باہر والوں نے دانستہ طور پر یہ کوشش کی کہ اہل ملک کے رسم ورواج میں مداخلت نہ کریں، انھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور اس ملک کے علاوہ کسی اور ملک کو بھی فتح نہیں کیا، اس طرح ہندوستان کی آزادی بدستور قائم رہی۔

البتہ انگریزوں کے آنے کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ میں جو تبدیلی ہوئی وہ ضرور ایسی تھی جس نے پرانے نظام کو بہت سے طریقوں سے تہہ وبالا



Marfat.com

کر دیا انگریز ایک بالکل مختلف جذبہ کے ماتحت ہندوستان میں آئے تھے یہ جذبہ یورپ کے نشاۃ ثانیہ، تحریک اصلاح اور انگلستان کے سیاسی انقلاب نے آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں پیدا کر یا تھا اور صنعتی انقلاب کی ابتدا میں اس نے انگریزوں کے دلوں میں ایک مستقل جگہ پیدا کر لی تھی، امریکہ اور فرانس کے انقلابوں سے اسے اور تقویت پہنچی، چنانچہ انگریز ہندوستان میں اجنبیوں کی حیثیت سے آئے اور ہمیشہ اپنے آپ کو باہر والا ہی تصور کرتے رہے جس کی وجہ سے اس ملک والوں کے ساتھ ان کے ملنے جلنے کو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس کے سیاسی اقتدار اور اجتماعی نظام کا مرکز ایک ایسی جگہ قائم ہوا جو ہزاروں کوس دور تھی، انگریزوں نے ہندوستان کو موجودہ دور کے مخصوص رنگ کی ایک نو آبادی بنالیا اور اس طرح یہ ملک اپنی ہزاروں برس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ باہر والوں کا غلام بنا۔

ہندوستان پر محمود کا حملہ کہنے کو تو بیرونی ترکی حملہ تھا جس کی وجہ سے پنجاب تھوڑے عرصہ کے لئے ہندوستان کے باقی حصہ سے جدا ہو گیا۔ اسی طرح افغان جو بارھویں صدی کے ختم پر آئے وہ بھی ہندوستانیوں سے مختلف تھے لیکن یہ سب ہند آریائی نسل سے تھے اور ہندوستان کے بسنے والوں کے ساتھ بہت قریب کا نسلی رشتہ رکھتے تھے کون نہیں جانتا کہ افغانستان مدتوں ہندوستان کا ایک حصہ رہا اور اسے رہنا بھی چاہئے تھا افغانوں کی زبان پشتو کی بنیاد سنسکرت پر تھی، ہندوستانی تمدن کے اور بالخصوص بودھ متی عہد کے قدیم آثار جس تعداد میں افغانستان کے اندر موجود ہیں اتنے نہ خود ہندوستان میں ہیں نہ ہندوستان کے باہر کسی دوسرے ملک میں، نسلی اعتبار سے افغانوں کو ہند افغانی نسل کہنا زیادہ صحیح ہوگا وہ ہندوستانیوں سے بس اسی حد تک مختلف تھے



Marfat.com

جس طرح کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں رہنے والے ہموار اور گرم میدانوں کے بسنے والوں سے مختلف تھے۔ کشمیر باوجود اپنے اس اختلاف کے ہندوستانی علوم اور تمدن کا ہمیشہ ایک بہت اہم مرکز رہا افغان عربوں اور ایرانیوں سے بھی مختلف تھے جو ان کے مقابلہ میں زیادہ متمدن اور شائستہ تھے ان کے ملک کے حالات اس کے مقتضی تھے کہ وہ سخت ہوں اور جنگجو، مذہبی عقائد کے بھی وہ بہت پکے تھے وہ محض سپاہیانہ حیثیت سے ہندوستان میں آئے اور ان کے اندر ذہنی تجسس کی حوصلہ مندیاں بھی بالکل نہ تھیں۔

اس لئے ابتدا میں ان کا برتاؤ ایسا رہا جیسا فاتحوں کا باغی رعایا کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے انھوں نے جبر اور تشدد سے کام لیا، لیکن بہت جلد انھوں نے اس روش کو بدل بھی دیا اور ہندوستان ان کا گھر بن گیا، محمود کے زمانہ میں تو ایک دور دراز مقام یعنی غزنی پائے تخت تھا لیکن اب دہلی دارالسلطنت بنا افغانستان جہاں سے یہ لوگ آئے تھے بس اب سلطنت کا ایک دور افتادہ حصہ بن کر رہ گیا خود ان پر ہندوستانی تہذیب کا رنگ تیزی کے ساتھ چڑھنے لگا اور وہ اس ملک کی عورتوں سے شادیاں بھی کرنے لگے، ان کے حکمرانوں میں علاء الدین خلجی نے تو ایک ہندو خاتون کے ساتھ شادی کی اور ایسا ہی اس کے لڑکے نے کیا بعد کے بادشاہوں میں بعض نسل کے اعتبار سے ترک تھے قطب الدین ایبک، رضیہ التمش مگر امرا کا طبقہ اور فوج زیادہ تر افغانوں ہی پر مشتمل تھی، پایہ تخت کی حیثیت سے دہلی پورے عروج پر پہنچ گیا، مراقش کا ایک مشہور عرب سیاح ابن بطوطہ، جس نے بہت سے ملکوں کا سفر کیا تھا اور قاہرہ اور قسطنطنیہ سے چین تک بہت سے شہر دیکھے تھے چودھویں صدی میں کسی قدر مبالغے سے دہلی کی بابت کہتا ہے دہلی روئے زمین کے سب سے بڑے شہروں میں سے ہے۔



Marfat.com

دہلی کی سلطنت جنوب کی طرف پھیلتی گئی، چولوں کی سلطنت روبہ تنزل اور ایک نئی بحری طاقت اس کی جگہ لے رہی تھی، یہ پانڈوں کی سلطنت تھی اور مشرقی ساحل پر کابل اس کا بندرگاہ تھا، تھی تو یہ چھوٹی سی سلطنت مگر تجارت کا بہت بڑا مرکز تھی، مارکو پالو دو دفعہ ۱۲۸۸ء اور ۱۲۹۳ء میں اس بندرگاہ کو دیکھنے آیا، وہ اسے ایک بڑا اور شاندار شہر بتاتا ہے جہاں عرب اور چین سے تجارتی جہاز آکر ٹھہرتے تھے، وہ یہاں کی نہایت باریک ململ کا بھی ذکر کرتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے مکڑی کے جالے کے تار سے بنی ہوئی ہے مارکو پولو کے بیان سے ہمیں ایک اور دلچسپ بات بھی معلوم ہوتی ہے۔

جنوبی ہند میں عرب اور ایران سے گھوڑے بہت بڑی تعداد میں منگائے جاتے تھے، یہاں کی آب ہوا گھوڑوں کی افزائش نسل کے لئے موزوں نہ تھی۔

گھوڑے اور کاموں میں لائے جانے کے علاوہ جنگی اغراض کے لئے بھی بہت ضروری تھے، چنانچہ ان کی نسل اور تربیت کے لئے وسطی اور مغربی ایشیا کے میدان منتخب کئے گئے وسطی ایشیا کی نسلوں کو جنگی طریقوں میں جو فوقیت حاصل تھی اس پر بھی اس حقیقت سے کسی حد تک روشنی پڑتی ہے چنگیز خاں کے منگولی سپاہی بہت اچھے شہسوار تھے اور اپنے گھوڑوں کو بہت عزیز رکھتے تھے ترک بھی بہت اچھے شہسوار ہوتے تھے اور عربوں کی گھوڑوں سے محبت تو دنیا میں مشہور ہے۔ شمالی اور مغربی ہندوستان میں بعض مقامات پر بالخصوص کاٹھیا واڑ میں گھوڑوں کی تربیت کے لئے اچھے میدان ہیں اور راجپوت گھوڑوں کے شائق بھی بہت ہیں ان کی تاریخ میں ہمیں بہت سی ایسی لڑائیاں نظر آتی ہیں جو



Marfat.com

محض کسی مشہور گھوڑے کو حاصل کرنے کی خاطر لڑی گئیں، دہلی کے ایک لودی سلطان کی بابت مشہور ہے کہ اسے ایک راجپوت سردار کا گھوڑا پسند آ گیا اور اسنے وہ گھوڑا مانگا، سردار نے بادشاہ کو جواب دیا تین چیزیں راجپوت سے نہ مانگئے اس کا گھوڑا، اس کی عورت اور اس کی تلوار یہ کہتے ہوئے راجپوت نے گھوڑے کو ایڑ دی اور ہوا ہو گیا۔ بعد میں اس پر لڑائی ہوئی۔

چودھویں صدی کے آخر میں تیمور جو ترک یا ترکی منگول تھا شمال کی طرف سے ہندوستان پر بڑھا اور دہلی کی سلطنت کو تخت و تاراج کر گیا وہ صرف چند مہینے ہندوستان میں رہا اس نے دہلی پر حملہ کیا اور واپس چلا گیا واپسی میں اس نے اپنے سارے راستہ کے جنگل کو اس طرح سجایا تھا کہ مقتولوں کی کھوپڑیوں کے مینار جا بجا نصب کیے تھے دہلی کو بھی لاشوں سے پاٹ گیا تھا خوش قسمتی سے وہ آگے نہ بڑھا بس دہلی کو اور پنجاب کے بعض حصوں کو اس خوفناک مصیبت کا منہ دیکھنا پڑا

دہلی نے مدت کے بعد موت کی نیند سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ اب وہ کسی بڑی سلطنت کا پایہ تخت نہیں ہے تیمور کے حملہ نے سلطنت کو پاش پاش کر دیا تھا اور جنوب میں اس کی جگہ بہت پہلے دو بڑی سلطنتیں بھی وجود میں آ چکی تھیں، ایک گلبرگہ کی سلطنت کے نام سے مشہور ہوئی اور دوسری وجے نگر کی سلطنت۔ اب گلبرگہ بھی پانچ ریاستوں میں بٹ گیا۔ ان میں سے ایک احمد نگر کی ریاست تھی، احمد نظام شاہ جس نے ۱۴۹۰ء میں اس کی بنیاد ڈالی بہمنی سلطنت کے وزیر نظام الملک بھیری کا بیٹا تھا اور نظام الملک بھیرو نام اور ایک برہمن محاسب کا بیٹا تھا، اسی لئے بھیری (بحری) کہلاتا تھا، اس طرح حسب نسب کے



Marfat.com

لحاظ سے احمد نگر کا خاندان مخلوط النسل خاندان تھا، اور احمد نگر کی ہیروئن چاند بی بی بھی مخلوط نسل کی تھی، جنوبی ہند کی ریاستیں نسلی اعتبار سے ملکی تھیں، تیمور کے حملہ اور غارتگری کے بعد شمالی ہندوستان بالکل کمزور ہوگیا اور اس میں پھوٹ پڑ گئی البتہ جنوبی ہند کی حالت بہتر تھی، جنوبی ہند کی ریاستوں میں وجے نگر کی سلطنت سب سے بڑی اور سب سے زیادہ طاقتور سلطنت تھی چنانچہ شمال سے بھاگے ہوئے بہت سے ہندوؤں نے اس ریاست اور اس شہر میں آکر پناہ لی، ہمعصر مورخوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر اس وقت بہت دولتمند اور خوبصورت تھا۔ وسط ایشیا سے آنے والا ایک مورخ عبدالرزاق کہتا ہے کہ اس جیسا شہر ساری دنیا میں نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اس کے بازاروں میں خوشنما برآمدے تھے، اور راستے چھٹ دار تھے جن کے دونوں جانب دوکانیں تھیں، اور ان سب سے بلند و بالا شاہی محل تھا جس کے اردگرد بہت سے چشمے اور نہریں بہتی تھیں، یہ سب پتھر سے بھرا ہوا تھا ۱۴۲۰ء میں ایک اطالوی سیاح نلوکونتی یہاں آیا اور وہ لکھتا ہے کہ باغوں کی وجہ سے شہر کا قطر ساٹھ میل کے قریب ہے ایک دوسرا سیاح پیئز جو پرتگالی تھا اور نشائۃ ثانیہ کے عہد میں اس نے بہت سے اطالوی شہروں کو دیکھا تھا ۱۵۲۳ء میں وجے نگر وسعت میں روم سے کم نہیں اور بہت ہی جاذب نظر ہے اپنی بے شمار جھیلوں، چشموں اور پھلوں کے باغوں کی وجہ سے شہر نہایت ہی حسین اور دلآویز ہوگیا ہے۔ یہ دنیا میں سب سے زیادہ خوش حال شہر ہے جہاں ہر چیز کی فراوانی ہے۔ محلوں کی دیواریں چھتیں ہاتھی دانت کے کام سے پٹی ہوئی تھیں اور ان میں گلاب اور کنول کے پھول کھدے ہوئے تھے یہ اس قدر دولتمند اور خوبصورت شہر ہے کہ اس کی مثال تمھیں شاید ہی کہیں ملے یہاں کے بادشاہ کرشن دیوریا کی بابت پیئز لکھتا



Marfat.com

ہے کہ وہ بڑے عظمت وجلال والا بادشاہ ہے اوران کے ساتھ تپاک سے پیش آتا ہے، اوران کی حالت کچھ بھی ہوان سے بے تکلف بات کرتا ہے اور تمام حالات دریافت کرتا ہے۔

جس زمانہ میں دکن میں وجے نگر کی سلطنت عروج پر تھی دہلی چھوٹی سی سلطنت کوایک نئے دشمن کا سامنا کرنا پڑا۔شمالی پہاڑوں کی طرف سے ایک اور حملہ آور آیا اوراس نے پانی پت کے مشہور میدان میں جہاں اکثر ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہوا ہے ۱۵۲۶ء میں دہلی کے بادشاہ کوشکست دی اور تخت پر قبضہ کرلیا۔ یہ بابر تھا جونسل کے لحاظ سے ترکی منگول تھا اور وسطی ایشیا کے تیموری خاندان سے تھا، ہندوستان میں مغلوں کی سلطنت کا بانی یہی ہے۔

بابر کی فتح کا باعث غالباً سلطنت دہلی کی کمزوری نہ تھی بلکہ وہ بہتر قسم کا توپ خانہ تھا جس کے استعمال سے ہندوستانی ناآشنا تھے اس وقت سے ہندوستانی جنگ کے ترقی کرتے ہوئے فن میں پیچھے ہوگیا، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ایک ہندوستان ہی کیا سارا ایشیا اس معاملہ میں جہاں تھا وہیں رہا اس کے خلاف یورپ اس فن میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا، وہ باعظمت مغلیہ سلطنت جودوسو برس تک ہندوستان میں اپنی طاقت کا سکہ جمائے رہی سترھویں صدی کے بعد غالباً یورپی فوجوں کا مقابلہ نہ کرسکی، پھر یورپ کی جتنی فوجیں ہندوستان میں آئیں وہ سب بحری راستوں پر پورے طور پر قابض تھیں، ان صدیوں میں جونمایاں تبدیلی وجود میں آئی وہ یورپ والوں کی یہی بحری طاقت تھی جوروز افزوں ترقی کررہی تھی، سترھویں صدی میں دکن میں چولوں کی سلطنت کے زوال کی طرف بڑھنے لگی، پانڈوں کی چھوٹی سی سلطنت سمندر سے واسطہ تو قریب کا رکھتی تھی لیکن کافی مضبوط نہ تھی، البتہ ہندوستانی نوآبادیاں پھر



Marfat.com

بھی بحر ہند پر قابض رہیں، لیکن پندرھویں صدی میں انھیں بھی عربوں نے سمندر سے نکال دیا اور پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد عربوں کی جگہ پرتگالی آ گئے۔

## ۵-تہذیبوں کا امتزاج اور مشترکہ تہذیب کا ارتقا

### پردہ کبیر گرونانک امیر خسرو

ان حالات کے پیش نظر یہ کہنا کہ ہندوستان پر اسلامی حملہ ہوا اور اس ملک کی تاریخ میں ایک اسلامی عہد ہے اتنا ہی غلط اور دھوکہ میں ڈالنے ولا ہے جتنا انگریزوں کی ہندستان میں آمد کو مسیحی حملہ سے تعبیر کرنا یا انگریزوں کے زمانہ کو مسیحی عہد کہنا، اسلام نے ہندستان پر حملہ نہیں کیا، وہ اس سے کئی صدی پہلے یہاں آ چکا تھا، حملہ ترکوں نے کیا (محمود کا حملہ)، افغانوں نے کیا، اور پھر ترکی منگولوں یا مغلوں نے کیا، ان حملوں میں بعد کے وہ حملے اہم ہیں افغانوں کو ہندوستان کے سرحدی باشندے سمجھنا چاہیئے جو ہندوستان کے لئے کوئی اجنبی نہیں تھے، اور ہندوستان میں ان کے سیاسی اقتدار کو ہندو افغان عہد کہنا چاہیئے مغل ضرور باہر کے لوگ تھے اور ہندوستان میں اجنبیوں کی حیثیت سے آئے لیکن یہ لوگ اس قدر حیرت انگریز سرعت کے ساتھ ہندوستانیوں سے گھلے ملے کہ ایک نیا دور پیدا ہو گیا جسے ہند مغل عہد کہنا چاہیئے۔

اسے حسن اتفاق کہو یا ان کی اپنی پسند، یا ممکن ہے یہ دونوں باتیں ہوں بہر حال افغاں حکمران اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ آئے تھے ہندوستان کے ساتھ ختم ہو گئے۔ ان کے خاندان نسلی اعتبار سے اس ملک میں پیوست ہو کر مکمل طور پر ہندوستانی خاندان بن گئے یہ ہندوستان کو اپنا وطن اور باقی دنیا کو اپنے



Marfat.com

ملک سے باہر سمجھنے لگے۔ باوجود سیاسی تصادم کے ہندوستانیوں نے بھی عام طور پر انھیں ہندوستانی ہی سمجھا حتی کہ بہت سے راجپوت سردار ایسے بھی تھے جنھوں نے مطیع ہونے سے انکار کیا اور ان کے ساتھ سخت قسم کا تصادم بھی ہوا، دہلی کے مشہور بادشاہ فیروز شاہ تغلق کی ماں ہندو تھی، اسی طرح غیاث الدین تغلق بھی ہندو ماں کے بطن سے تھا، افغان اور ترکوں کی ہندوؤں کے ساتھ اس قسم کی شادیاں عام تو نہ تھیں لیکن ہوتی ضرور تھیں، دکن میں گلبرگہ کے مسلمان حکمراں کی شادی وجے نگر کی شہزادی کے ساتھ بڑے دھوم دھام سے ہوئی۔



Marfat.com

# مسلم بیداری (۳۴)

اگر ہم ایک آزاد قوم ہوتے تو ہم سب موجودہ زمانے میں ایک مشترک مستقبل کی تعمیر کی کوشش کرتے اور ہم سب اپنے مشترک ماضی پر یکساں فخر کرتے بلا شبہ مغلوں کے عہد حکومت میں خود شہنشاہ اور ان کے خاص خاص امراء باوجود نو وادر ہونے کے اپنے آپ کو ہندوستان کے ماضی سے وابستہ کرنا چاہتے تھے اور اس پر فخر کرنے میں دوسروں کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے لیکن تاریخ کے حادثات اور عمل نے جسے انسان کی پالیسی اور اس کی کمزوری سے مدد ملی حالات کا رخ بدل دیا اور جو تبدیلیاں رونما ہوئیں انھوں نے فطری ارتقاء کو روک دیا۔ یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ جدید متوسط طبقہ جو مغرب کے سابقے اور صنعتی اور معاشی تبدیلیوں کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک ہی رنگ کا ہوگا ایک حد تک ایسا ہوا بھی تاہم اس طبقے میں ایسے فرقہ وارانہ اختلافات پیدا ہو گئے جو جاگیری طبقے اور عوام میں موجود نہ تھے یا بہت کم تھے۔ ہندو مسلم عوام میں باہم تمیز کرنا مشکل تھا اور قدیم امراء کا طرزِ خیال اور طرز زندگی بھی یکساں تھا وہ اب تک ایک مشترک تہذیب کے حامل تھے مگر متوسط طبقوں میں نفسیاتی حیثیت سے اور آگے چل کر دوسری حیثیتوں سے بھی اختلاف پیدا ہو گیا۔ شروع میں متوسط طبقے مسلمانوں میں تقریباً معدوم



Marfat.com

تھے ایک مدت تک وہ مغربی تعلیم سے گریز کرتے رہے تجارت اور صنعت سے دور رہے اور پرانے جاگیری نظام کے دلدادہ رہے ہندوؤں کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا جس سے انہوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور برابر آگے ہی رہے برطانوی پالیسی عام طور پر ہندوؤں کے موافق اور مسلمانوں کے خلاف رہی سوا پنجاب کے کہ جہاں مسلمانوں نے دوسری جگہوں کی بہ نسبت مغربی تعلیم کو زیادہ آسانی سے قبول کرلیا لیکن دوسرے مقامات کے ہندو، پنجاب پر برطانوی تسلط ہونے سے پہلے ہی بہت آگے بڑھ چکے تھے پنجاب میں بھی باوجود اس کے کہ عام حالات ہندوؤں کو معاشی حیثیت سے برتری حاصل تھی بدیسی حکومت سے بیزاری کا جذبہ ہندو و مسلم امراء اور عوام میں مشترک تھا ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں دونوں شریک تھے لیکن مسلمانوں کو شدت سے اس بات کا احساس تھا اور بالکل بجا تھا کہ اس کے فرو کرنے کے سلسلے میں ان پر زیادہ سختیاں کی گئیں اور انھیں بہت زیادہ نقصان پہنچا اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ دہلی کی سلطنت کو نئے سرے سے زندہ کرنے کا خواب ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ دراصل یہ سلطنت انگریزوں کے زور پکڑنے سے پہلے ہی ختم ہوگئی، دراصل یہ سلطنت انگریزوں کا زور پکڑنے سے پہلے ہی ختم ہوچکی تھی۔ اس کو مرہٹوں نے مسمار کردیا تھا اور خود دہلی میں ان کا حکم چلتا تھا پنجاب میں رنجیت سنگھ کا راج تھا، مغل حکومت شمالی ہند میں بغیر برطانیہ کی مداخلت کے قریب قریب ختم ہوچکی تھی اور جنوبی ہند میں تو اس کا شیرازہ بالکل بکھر گیا تھا۔ تاہم نام نہاد شہنشاہ دہلی کے محل میں اب تک موجود تھا اور اگر چہ وہ پہلے مرہٹوں کا اور پھر انگریزوں کا گذارہ دار تھا مگر اتنا ضرور تھا کہ شاہان مغلیہ کی ایک نشانی باقی تھی۔ بغاوت کے دوران میں، لازمی طور پر باغیوں نے باوجود اس کے کی کمزوری اور نارضامندی کے اس کے نام



Marfat.com

سے یہ رہی سہی نشانی بھی ختم ہوگئی۔

جب لوگ رفتہ رفتہ غدر کی ہولناک تباہی سے سنبھلے تو ان کے ذہنوں میں ایک خلا تھا، اور انھیں کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جو اس خلا کو پر کردے۔ برطانوی حکومت کو تو چار و ناچار قبول کرنا ہی پڑا، مگر ماضی سے قطع تعلق کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہوا کہ حکومت بدل گئی بلکہ لوگوں کے دلوں میں تردد اور انتشار پیدا ہو گیا اور انھیں اپنے آپ پر بھروسہ نہیں رہا دراصل یہ قطع تعلق غدر سے بہت پہلے ہو چکا تھا اور اسی کی وجہ سے بنگال وغیرہ میں وہ تحریکیں شروع ہوئی تھیں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں لیکن مسلمان اس زمانے میں عام طور پر، ہندوؤں سے کہیں زیادہ خلوت پسند تھے وہ مغربی تعلیم سے بھاگتے تھے اور پرانے نظام کو دوبارہ قائم کرنے کا خواب دیکھا کرتے تھے اب یہ خواب باطل ہو چکا تھا مگر پھر بھی انھیں کسی ایسی چیز کی ضرورت تھی، جس کا سہارا لے سکیں۔ جدید تعلیم سے وہ اب بھی دور رہنا چاہتے تھے۔ بہت کچھ بحث ومباحثے کے بعد بڑی مشکل سے سرسید نے رفتہ رفتہ ان کے ذہن کو انگریزی تعلیم کی طرف مائل کیا اور علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈالی سرکاری ملازمت کی یہی ایک راہ تھی اور اس ملازمت کی کوشش پرانے تعصبات اور بیزاری پر غالب آگئی۔ یہ دلیل کہ ہندو تعلیم اور ملازمت میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں موثر ثابت ہوئی اور مسلمان اس معاملے میں ان کی ریس کرنے لگے۔ پارسی اور ہندو صنعت اور کاروبار میں ترقی کر رہے تھے لیکن مسلمانوں کی ساری توجہ سرکاری ملازمت پر مرکوز تھی۔

لیکن ان کی سرگرمیاں بھی، جو درحقیقت ایک چھوٹے سے حلقے تک محدود تھیں، ان کے ذہن کے انتشار اور تردد کو دور نہ کر سکیں، ہندوؤں نے



Marfat.com

اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ماضی کے آغوش میں پناہ لی تھی۔ قدیم فلسفے اور ادب آرٹ اور تاریخ کا مطالعہ ان کے لئے باعث تسکین ثابت ہوا تھا۔ رام موہن رائے، دیانند، وویکانند اور دوسرے حضرات نے نئی ذہنی تحریکیں شروع کی تھیں، ایک طرف وہ انگریزی ادب کے چشمۂ فیض سے سیراب ہو رہے تھے اور دوسرے طرف ان کے ذہن ہندوستان کے قدیم رشیوں اور سورماؤں کے افکار اور اعمال کی یاد سے اور ان اساطیر اور روایات سے معمور تھے جو وہ بچپن سے سنتے آئے تھے ان میں سے بہت سی چیزوں میں مسلم عوام بھی ہندوؤں کے ساتھ شریک تھے اس لئے کہ وہ ان قدیم روایات سے بخوبی آشنا تھے لیکن اب مسلمان خصوصاً اونچے طبقے کے لوگ یہ محسوس کرنے لگے کہ ان کے لئے ان نیم مذہبی روایات سے تعلق رکھنا مناسب نہیں ان کا مسلمانوں میں رواج پانا اسلام کے منافی ہے۔ انھوں نے اپنی قومیت کی بنیادیں تاریخ ہند کے افغان اور مغل دور میں ملیں۔ مگر اس سے وہ خلا جو ان کے ذہن میں تھا پر نہ ہو سکا یہ دونوں دور ہندوؤں مسلمانوں میں مشترک رہے تھے اور ہندوؤں کے دل سے یہ احساس دور ہو چکا تھا کہ مسلمان حکمرانوں کی حکومت بدیسی حکومت تھی۔ مغل بادشاہ ہندوستان کے قومی بادشاہ تصور کئے جاتے تھے اگر چہ اورنگ زیب کے معاملے میں کچھ اختلاف رائے تھا۔ یہ بات معنی خیز ہے کہ اکبر کو جسے ہندو خاص طور پر پسند کرتے ہیں۔ پچھلے برس ہندوستان میں اکبر کی چہار صد سالہ سالگرہ منائی گئی، ہر طبقے کے لوگ، جن میں بہت سے مسلمان بھی تھے اس میں شریک ہوئے مگر مسلم لیگ اس سے بالکل الگ رہی اس لئے کہ اکبر کی ذات ہندوستان کے اتحاد کی علامت تھی۔

ان تہذیبی بنیادوں کی تلاش میں ہندوستانی مسلمانوں (یعنی اوسط



Marfat.com

طبقہ کے لوگوں نے ) اسلامی تاریخ کے ان دوروں کی طرف توجہ کی جب اسلامی تہذیب بغداد، اسپین، قسطنطنیہ، وسطی ایشیا اور دوسرے علاقوں میں ایک تخلیقی اور فاتحانہ قوت تھی۔ پہلے سے بھی ہندوستانی مسلمانوں کو تاریخ اسلام سے کچھ نہ کچھ دلچسپی تھی اور ہمسایہ اسلامی ملکوں سے ان کے تھوڑے بہت تعلقات تھے۔ اس کے علاوہ حج کے موقع پر مختلف ملکوں کے مسلمان مکہ معظمہ میں جمع ہوا کرتے تھے۔ لیکن یہ سارے تعلقات محدود اور سطحی تھے اور ان کا ہندوستان کے مسلمانوں کے دائرۂ نظر پر جو صرف ہندوستان تک محدود تھا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ دہلی کے افغان بادشاہ (خصوصاً محمد تغلق) قاہرہ کے عباسی خلیفہ کی قیادت کو تسلیم کرتے تھے، قسطنطنیہ کے سلاطین عثمانی خلیفہ بن گئے تھے مگر ہندوستان میں ان کی خلافت تسلیم نہیں کی گئی، مغل شہنشاہ بابر کے کسی شخص کو خلیفہ یا مذہبی پیشوا نہیں مانتے تھے یہ تو انیسویں صدی کے آغاز کی بات ہے کہ مغل سلطنت کے زوال کے بعد ہندوستان کی مساجد میں خطبہ میں سلطان ترکی کا نام لیا جانے لگا۔ غدر کے بعد یہ دستور عام ہو گیا۔

اس طرح ہندوستانی مسلمانوں کو اسلام کی سرگذشت عظمت کی یاد سے اور اس خیال سے کہ کم سے کم ترکی میں میں ایک آزاد مسلم ریاست باقی ہے کچھ نفسیاتی تسکین حاصل ہوئی یہ احساس ہندوستانی قومیت کے خلاف اور اس سے متصادم نہ تھا بہت سے ہندو بھی اسلامی تاریخ سے آشنا اور اس کے معترف تھے انھیں ترکی سے ہمدردی تھی کیونکہ ترک بھی ان کی طرح ایشیائی تھے اور یورپ کی جارحانہ پالیسی کے شکار تھے مگر ظاہر ہے کی ہندوؤں کی ہمدردی اتنی گہری نہیں تھی اور ان کی کسی نفسیاتی ضرورت کو پورا نہیں کرتی تھی۔



Marfat.com

غدر کے بعد ہندوستانی مسلمان اس حیص بیص میں تھے کہ کونسی راہ اختیار کریں حکومت برطانیہ نے جان بوجھ کر ان پر ہندوؤں کی بہ نسبت بہت زیادہ تشدد کیا تھا اور اس تشدد سے مسلمانون کے وہ طبقے خاص طور پر متاثر ہوئے تھے جن سے نئے بورژوا طبقے کے پیدا ہونے کا امکان تھا وہ اپنے آپ کو بے بس اور بے کس محسوس کرنے لگے سخت انگریز دشمن اور قدامت پرست ہوگئے برطانوی حکومت نے ان کے متعلق جو پالیسی اختیار کر رکھی تھی ۱۸۷۰ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان رفتہ رفتہ بدل گئی اور ان کے موافق ہوگئی یہ تبدیلی اسی توازن قوت کے اصول پر مبنی تھی جسے انھوں نے ہمیشہ پیش نظر رکھا تھا مگر اس میں سرسید احمد خاں کا بھی بہت بڑا حصہ تھا ان کو یقین تھا کہ مسلمانوں کی ترقی صرف اسی طرح ممکن ہے کہ وہ برطانوی حکام کے ساتھ اشتراک عمل کریں وہ چاہتے تھے کہ مسلمان انگریزی تعلیم کو قبول کرلیں اس طرح قدامت پرستی کے تنگ دائرے سے سے باہر نکلیں سرسید نے یورپی تہذیب کے جو مظاہر دیکھے تھے ان سے وہ بہت زیادہ متاثر تھے ان کے چند خطوط جو انھوں نے یورپ سے لکھے تھے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی نظر مغرب کی چمک دمک سے خیرہ ہوگئی تھی اور وہ اپنا ذہنی توازن قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ سرسید احمد خاں ایک پرجوش مصلح تھے اور وہ اسلام اور جدید سائنٹفک فکر میں مطابقت پیدا کرنا چاہتے تھے انھیں اسلام کے بنیادی عقائد پر حملہ کرنا مقصود نہ تھا، بلکہ صرف کلام پاک کی عقلی تفسیر کرنا۔ انھوں نے نصرانیت اور اسلام کی بنیادی مشابہت کی طرف توجہ دلائی وہ پردے کے مخالف تھے اور ترکوں کی خلافت کے قائل نہ تھے۔ مگر سب سے زیادہ زور انھیں جدید تعلیم کو رواج دینے سے تھا قومی تحریک کے شروع ہونے سے وہ بہت کھٹکے کیونکہ ان کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر برطانوی حکام کی ذرا سی بھی مخالفت کی گئی تو



Marfat.com

وہ اپنے تعلیمی پروگرام میں ان کی مدد سے محروم ہو جائیں گے۔ وہ اس مدد کو بہت ضروری سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے مسلمانوں میں برطانیہ کی مخالفت کو دھیما کرنے کی کوشش کی اور ان کو نیشنل کانگریس سے، جو اس وقت تشکیل پا رہی تھی دور رکھا ان کے قائم کئے ہوئے علی گڑھ کالج نے جن مقاصد کا اعلان کیا ان میں سے ایک مقصد ہندوستانی مسلمانوں کو تاج برطانیہ کی اچھی اور مفید رعایا بنانا بھی تھا وہ نیشنل کانگریس کے اس بناء پر مخالف نہ تھے کہ وہ اس کو ایک ہندو جماعت تصور کرتے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ ان کے خیال میں یہ سیاسی حیثیت سے شدت پسند تھی ( حالانکہ اس زمانے میں اس کی پالیسی بہت نرم تھی اور ان کو برطانیہ کی مدد اور اشتراک عمل کی ضرورت تھی انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ غدر میں مسلمانوں نے بہ حیثیت مجموعی بغاوت نہیں کی اور ان میں سے بہت سے برطانوی حکومت کے وفادار رہے۔ وہ ہرگز ہندوؤں کے مخالف یا تفریق پسند نہ تھے۔ انھوں نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ مذہبی اختلافات کی کوئی سیاسی یا قومی اہمیت نہیں ہونی چاہئے۔ ایک جگہ کہتے ہیں کہ کیا آپ ایک ہی ملک کے باشندے نہیں ہیں۔ یاد رکھئے کہ ہندو اور مسلمان کے لفظ محض مذہبی امتیاز کے لئے استعمال ہوتے ہیں وگرنہ سب لوگ، خواہ ہندو ہوں یا مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک میں رہتے ہیں سب کے سب اس لحاظ سے ایک قوم ہیں۔

سرسید احمد خاں کا اثر مسلمانوں کے اونچے طبقے کے لوگوں پر ہوا انھوں نے شہری یا دیہاتی عوام سے کوئی واسطہ نہیں رکھا۔ یہ عوام اپنے اونچے طبقوں سے تقریباً بے تعلق تھے اور ان کے مقابلہ میں ہندو عوام سے بہت قریب تھے مگر مسلمان امراء میں سے کچھ لوگ مغلیہ عہد کے حکمراں خاندانوں سے تعلق رکھتے



Marfat.com

تھے مگر عوام ان روایات کے حامل نہ تھے ان میں سے اکثر ہندو سماج کے پست ترین طبقوں سے تبدیل مذہب کے ذریعے مسلمانوں میں شامل ہوئے تھے۔ ان کی حالت بہت افسوسناک تھی وہ انتہائی افلاس میں مبتلا اور استحصال کا شکار تھے۔

سرسید کے رفقائے کار میں کئی قابل اور مشہور افراد تھے۔ مذہب کی عقلی تعبیر میں سید چراغ علی اور نواب محسن الملک ان کے دست و بازو تھے تعلیمی سرگرمیوں میں منشی کرامت علی منشی ذکاء اللہ دہلوی، ڈاکٹر نذیر احمد، مولانا شبلی نعمانی اور اردو کے جید شاعر حالی نے ان کا ساتھ دیا۔ جہاں تک مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کے شروع کرنے اور انھیں سیاسی تحریک سے الگ رکھنے کا تعلق ہے سرسید احمد اپنی کوششوں میں کامیاب رہے۔ انھوں نے ایک مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی اور نئے متوسط طبقے کے مسلمانوں نے جو سرکاری ملازمت اور آزاد پیشوں میں تھے اس میں بہت شوق سے حصہ لیا۔ جب اتحاد اسلامی کی تحریک سلطان عبدالحمید کی سرپرستی میں شروع ہوئی تو ہندوستانی مسلمانوں کے اونچے طبقے کے کچھ لوگ اس سے متاثر ہوئے حالانکہ سرسید احمد خاں نے اس کی مخالفت کی تھی اور اپنی تحریروں میں اپنی اس بات پر زور دیا کہ ہندوستانیوں کو سلطنت ترکی کے معاملات میں دلچسپی نہیں لینی چاہئے نوجوان ترک تحریک کے بارے میں ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کے تاثرات مختلف تھے شروع شروع میں ہندوستان کے اکثر مسلمان اس کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے تھے اور عام طور پر لوگوں کی ہمدردی سلطان کے ساتھ تھی جس کے متعلق ان کا یہ خیال تھا کہ وہ ترکی میں یورپی طاقتوں کی سازشوں کے خلاف سد سکندری کا کام دیتا ہے لیکن کچھ لوگوں نے جن میں ابوالکلام آزاد بھی



Marfat.com

تھے نوجوان ترکوں کا اور ان کے آئینی اور سماجی اصلاح کے پروگرام کا خیر مقدم کیا

۱۹۱۱ء کی جنگ طرابلس میں جب اٹلی نے دفعتاً ترکی پر حملہ کر دیا اور اس کے بعد ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۳ء کی جنگ بلقان کے دوران میں ہندوستانی مسلمانوں میں ترکوں کے ساتھ ہمدردی کی ایسی زبردست لہر اٹھی جسے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی یوں تو سبھی ہندوستانیوں کو ان سے تعلق خاطر اور ہمدردی تھی مگر مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ اس قدر شدید تھا جیسے ان کا اپنا معاملہ ہو، آخری اسلامی سلطنت صفحۂ ہستی سے مٹ رہی تھی مسلمانوں کی آئندہ امیدوں کا مرکز تباہ ہو رہا تھا، ڈاکٹر مختار انصاری ترکی میں ایک طبی مشن لے کر گئے اور اس کے لیے غرباء تک نے چندہ دیا، روپیہ اس قدر تیزی سے اکٹھا ہوا کہ خود ہندوستانی مسلمانوں کے کسی کام کے لئے آج تک نہیں ہوا تھا پہلی عالم گیر جنگ مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش تھی کیونکہ ترکی برطانیہ کے خلاف تھا، وہ بے بسی کی حالت میں کچھ نہ کر سکے، جب جنگ ختم ہوئی تو ان کے دبے ہوئے جذبات، خلافت کی تحریک میں ابل پڑے۔

۱۹۱۲ء ہندوستانی مسلمانوں کے ذہنی نشو ونما کی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سال ان کے دو مشہور ہفتہ وار اخبار جاری ہوئے ان میں سے ''الہلال'' اردو میں اور ''کامریڈ'' انگریزی میں شائع ہوتا تھا۔ الہلال ابوالکلام آزاد (موجود صدر کانگریس) نے جاری کیا تھا یہ اس وقت چوبیس سال کے ایک نوجوان تھے جنھوں نے ابتدائی تعلیم جامعہ ازہر قاہرہ میں پائی تھی اور بیس سال کی عمر سے پہلے ہی اپنے فضل وکمال، خصوصاً عربی اور فارسی



Marfat.com

کی قابلیت کے لئے مشہور ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہندوستان کے باہر کی اسلامی دنیا سے اور ان اصلاحی تحریکوں سے جو وہاں جاری تھیں خوب واقف تھے اور یورپ کے حالات سے بھی باخبر تھے۔ اپنے معقولی نقطۂ نظر اور اسلامی علوم کے گہرے علم کی بدولت انھوں نے قران کی تفسیر عقلی رنگ میں لکھی۔ ایک طرف وہ اسلامی تہذیب اور روایات میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسری طرف مصر، ترکی، شام، فلسطین، عراق اور ایران کے بڑے بڑے لیڈروں سے ذاتی تعلقات رکھتے تھے اور وہاں کی سیاسی اور تہذیبی تبدیلیوں سے متاثر تھے۔ ان کی تصانیف کی وجہ سے اسلامی ملکوں میں لوگ ان سے اتنے واقف تھے کہ شاید ہندوستان کے کسی مسلمان سے نہ ہوں گے۔ انھیں ترکی سے بڑی ہمدردی تھی اور جس جنگ میں وہ شریک ہوتا تھا اس سے گہری دلچسپی کا اظہار کرتے تھے۔ ان کا زاویۂ نظر وسیع تر اور معقول تھا اس لئے وہ پرانے لیڈروں کے جاگیری تصورات ان کی مذہبی تنگ نظری اور تفریحی رجحانات سے دور رہے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ ہندوستانی قومیت کے حامی بن گئے۔ انھوں نے ترکی اور دیگر اسلامی ممالک میں قومیت کی نشو ونما کا مطالعہ کیا تھا اور ہندوستان کی قومی تحریک کو بھی وہ اسی نظر سے دیکھتے تھے، ہندوستان کے دوسرے مسلمان بیرونی تحریکوں سے تقریباً بے خبر تھے وہ جاگیری ماحول کی چار دیواری میں قید تھے اور انھیں کچھ اندازہ نہ تھا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ ہر چیز پر مذہب کے نقطۂ نظر سے غور کرتے تھے اور اگر ان کو ترکی سے ہمدردی تھی تو محض ہم مذہبی کی وجہ سے تھی اور اس گہری ہمدردی کے باجود وہ ترکی کی قومی اور دنیوی تحریکوں کے خلاف تھے۔

ابوالکلام آزاد نے اپنے ہفتہ وار اخبار الہلال میں ان سے ایک نئی



Marfat.com

زبان میں خطاب کیا، صرف ان کے خیالات اور نقطۂ نظر ہی میں جدت نہ تھی بلکہ ان کی تحریر کا رنگ ہی نیا تھا۔ ان کا سلوب بیان جاندار اور پرزور تھا البتہ کسی قدر دقیق ضرور تھا اس لئے کہ اس پر فارسیت غالب تھی وہ نئے خیالات کے لئے نئی ترکیبیں تراشتے تھے اور زبان کی موجودہ تشکیل میں ان کا اثر صاف نظر آتا ہے، پرانے قدامت پرست مسلمان لیڈران سب باتوں سے خوش نہ تھے آزاد کی رائے اور طرز خیال پر سختی سے تنقید کرتے تھے تاہم ان میں بڑے سے بڑا عالم بھی، مذہبی بحثوں میں آزاد سے بازی نہیں لے جاسکتا تھا، کیونکہ آزاد کا قرآن اور حدیث کا علم ان سے زیادہ تھا ان کا ذہن ایک معجون مرکب تھا۔ عہد وسطی کے متکلمانہ خیالات، اٹھارویں صدی کی عقلیت اور عہد حاضر کے علمی رجحانات کا۔

پرانے لوگوں میں بھی چند حضرات آزاد کی تصانیف کو پسند کرتے تھے ان میں مولانا شبلی نعمانی جیسے عالم بھی تھے جو خود ترکی جا چکے تھے اور علی گڈھ کالج میں سرسید احمد خان کی صحبت میں رہ چکے تھے۔ مگر علی گڈھ کالج کی عام روایات سماجی اور سیاسی حیثیت سے قدامت پرستانہ تھیں اس کے ٹرسٹی زیادہ تر والیان ریاست اور بڑے بڑے زمیندار تھے جو جاگیری نظام کے مثالی نمائندے تھے۔ اس کے پرنسپل یکے بعد دیگرے کئی انگریز رہ چکے تھے جو سرکاری حلقوں سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے۔ ان حضرات کی بدولت علی گڈھ میں تفریحی رجحانات اور مقامی تحریک اور کانگریس کی مخالفت نے پرورش پائی۔ اس کے طلباء کے سامنے صرف ایک ہی مقصد پیش کیا گیا اور وہ سرکاری ملازمت کے چھوٹے چھوٹے عہدوں کا حاصل کرنا تھا، اس کے لئے ایک ایسے رویہ کی ضرورت تھی جو حکومت کے موافق ہو اور جسے قومیت پسندی اور باغیانہ وشورش



Marfat.com

سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ علی گڈھ کالج کا یہ حلقۂ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی رہنمائی کرر ہا تھا، اور تقریباً ہر مسلم تحریک کو کبھی کھلم کھلا اور کبھی در پردہ متاثر کرتا تھا مسلم لیگ ان ہی حضرات کی کوشش سے وجود میں آئی ابوالکلام آزاد نے قدامت پرستی اور قومیت بیزاری کے اس قلعے پر حملہ کیا۔ یہ حملہ براہ راست نہیں بلکہ ایسے خیالات کی ترویج اور اشاعت کے ذریعے سے کیا گیا جنھوں نے علی گڈھ کی ان روایات کی بیخ کنی کردی۔ اس نوجوان مصنف اور اخبار نویس نے مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے میں ایک ہلچل مچادی اگر بوڑھوں نے بہت کچھ تیوری چڑھائی مگر نوجوانوں کے دلوں میں ایک ہیجان برپا ہوگیا۔ یہ ہیجان دراصل ترکی، مصر اور ایران کے واقعات اور ہندوستانی قومی تحریک کے شروع ہونے کی وجہ سے پہلے ہی سے موجود تھا۔ آزاد نے یہ ثابت کر کے کہ اسلام اور ہندوستانی قومیت میں کوئی تصادم نہیں اس کو ایک خاص رنگ دیدیا۔ جس کی وجہ سے مسلم لیگ اور کانگریس ایک دوسرے سے قریب تر ہوگئیں خود آزاد ۱۹۰۶ء میں جب کہ وہ بالکل نوعمر تھے مسلم لیگ میں شریک ہوگئے تھے۔

ظاہر ہے کہ برطانوی حکومت کے نمائندوں نے ''الہلال'' کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ پریس ایکٹ کے ماتحت اس سے بار بار ضمانت طلب کی گئی اور آخر کار ۱۹۱۴ء میں اس کا مطبع ضبط کرلیا گیا۔ اس طرح دو سال کی مختصر زندگی کے بعد الہلال ختم ہوگیا۔ آزاد نے ایک دوسرا ہفتہ وار اخبار'' البلاغ'' جاری کیا مگر یہ بھی ۱۹۱۶ء میں آزاد کے قید ہوجانے پر بند ہوگیا۔ تقریباً چار سال تک نظر بند رہنے کے بعد جب وہ قید سے رہا ہوئے تو انھیں نیشنل کانگریس کے لیڈروں کی صف میں جگہ ملی اور تب سے وہ برابر کانگریس کی سب سے بڑی مجلس عاملہ کے رکن ہیں اور اپنی کم عمری کے باجود کانگریس کے اکابر



Marfat.com

میں شمار کئے جاتے ہیں۔ان کی رائے قومی اور سیاسی امور میں۔اور فرقہ وارانہ اور اقلیتوں سے متعلق مسائل میں بہت وقیع سمجھی جاتی ہے۔ وہ دو مرتبہ کانگریس کے صدر رہ چکے ہیں اور بار بار قید کی سختیاں جھیل چکے ہیں۔

دوسرا ہفتہ وار اخبار جو ۱۹۱۲ء میں الہلال سے چند مہینے پہلے جاری ہوا، ''کامریڈ'' تھا یہ انگریزی میں نکلتا تھا اور اس نے مسلمانوں کے انگریزی تعلیمیافتہ نوجوان طبقے کو بہت متاثر کیا۔اس کے مدیر مولانا محمد علی تھے جو اسلامی روایات اور خیالات کے علم بردار تھے اور ہر قسم کے جارحانہ سیاست کے خلاف تھے۔لیکن ان کا سا قابل اور پر جوش آدمی اس جمود اور بے عملی کی زنجیروں میں مقید ہو کر نہیں رہ سکتا تھا۔ان کا طرز تحریر ابتدا سے بہت پرزور اور موثر تھا ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگالہ کے منسوخ ہو جانے کے بعد انھیں برطانیہ کی نیک نیتی پر بھروسہ نہیں رہا۔ جنگ بلقان نے انہیں بہت متاثر کیا اور انھون نے ترکی کی حمایت میں بڑے پر جوش مضامین لکھے اور وہ بتدریج برطانیہ کے خلاف ہوتے گئے اور جب ترکی پہلی عالم گیر جنگ میں شریک ہو گیا تو یہ مخالفت انتہا کو پہنچ گئی۔کامریڈ میں ان کا ایک مشہور طولانی مضمون ''ترکوں کا انتخاب'' کے عنوان سے شائع ہوا جس کی وجہ سے اخبار ہی بند ہو گیا اس لئے کہ برطانوی حکومت نے ان کو اور ان کے بھائی شوکت علی کو گرفتار کر لیا دوران جنگ میں اور اس کے ایک سال بعد تک نظر بند رکھا یہ دونوں ۱۹۱۹ء کے آخر میں رہا کئے گئے اور فوراً نیشنل کانگریس میں شریک ہو گئے۔علی برداران نے ۲۱ أ ۱۹۲۰ء میں خلافت اور کانگریس کی تحریک میں بہت نمایاں حصہ لیا اور اس سلسلے میں قید کی مصیبت برداشت کی۔محمد علی نے کانگریس کے ایک سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور کئی سال تک کانگریس کی سب سے بڑی مجلس عاملہ کے ممبر بھی رہے ۱۹۳۰ء میں وہ



Marfat.com

دنیا سے رحلت کر گئے۔

وہ تبدیلی جو مولانا محمد علی میں پیدا ہوئی ہندوستانی مسلمانوں کی بدلتی ہوئی ذہنیت کی علامت تھی یہاں تک کہ مسلم لیگ بھی جو مسلمانوں کو قومی تحریک سے الگ رکھنے کے لئے قائم کی گئی تھی اور جس کی قیادت رجعت پسند جاگیردار طبقے کے ہاتھ میں تھی نوجوان نسل کے دباؤ اور اثر کو قبول کرنے پر مجبور ہوئی وہ چاروناچار قومیت کی رو میں بہ رہی تھی اس طرح وہ کانگریس سے قریب تر ہوتی جارہی تھی۔ ۱۹۱۳ء میں اس نے اپنا سیاسی عقیدہ حکومت کی وفاداری کے بجائے یہ قرار دیا کہ ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کرے مولانا ابوالکلام آزاد نے ''الہلال'' میں اس تبدیلی کی حمایت میں پرزور مضمون لکھے تھے۔



Marfat.com

# کمال پاشا

## ایشیا میں قومیت کی نشونما

### اقبال:

کمال پاشا کی قدر ہندوستان کے مسلمان اور ہندو یکساں کرتے تھے اس نے صرف ترکی کو بیرونی تسلط سے آزاد کیا اور اس کے اندرونی انتشار کو دور کیا بلکہ یورپ کی سامراجی طاقتوں خصوصاً انگلستان کی سازشوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔ لیکن جب اتاترک کی کی پالسی ظاہر ہوئی۔ یعنی اس کی مذہب سے بیگانگی، خلافت کا خاتمہ سلطان کی برطرفی، دنیوی ریاست کا قیام اور درویشوں کے سلسلے کو توڑنا۔ تو اس کی یہ قدر راسخ العقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں باقی نہیں رہی اور وہ اس کی جدیدیت کی پالسی سے بیزار ہو گئے۔ مگر اسی پالیسی کی وجہ سے نوجوان ہندوؤں اور مسلمانوں میں وہ اور زیادہ ہر دلعزیز ہو گیا۔ اتاترک نے ایک حد تک خیالی عمارت کو مسمار کر دیا جو ہندوستانی مسلمانوں کے ذہن میں غدر کے زمانے سے رفتہ رفتہ تعمیر ہو رہی تھی اور پھر ایک قسم کا خلا پیدا ہو گیا۔ بہت سے مسلمانوں نے اس خلاء ذہنی کو قومی تحریک میں شریک ہو کر پر کر لیا بعض پہلے ہی شریک ہو چکے تھے۔ اور بعض تذبذب اور شبہے کے عالم میں اسے دور سے دیکھ رہے تھے، اصل کشمکش جاگیری انداز فکر اور جدید



Marfat.com

رجحانات میں تھی۔ اس کا مرکز ملک کے باہر تھا اور جب اتاترک نے اس مرکز ہی کو ختم کر دیا، تو تحریک سماجی اور معاشی حالات کی ٹھوس بنیادوں پر یا عوام کی ضرورتوں پر قائم تھی۔ اس کا مرکز ملک کے باہر تھا اور جب اتاترک نے اس مرکز ہی کو ختم کر دیا، تو تحریک خلافت کی ساری عمارت ایک دم سے بیٹھ گئی، مسلم عوام کے حواس جاتے رہے اور ان میں کسی قسم کے سیاسی عمل کا حوصلہ باقی نہیں رہا، پرانے جاگیردار قسم کے لیڈر تو ایسے موقعے کے انتظار ہی میں تھے۔ وہ برطانوی پالیسی کی مدد سے جس نے ہمیشہ ان کی دستگیری کی تھی پھر میدان میں آ گئے لیکن اب وہ پہلی سی بات نہ تھی کہ لوگ ان کی قیادت کو بے چوں و چرا تسلیم کر لیں۔ اب حالات کا رنگ کچھ اور ہو گیا تھا۔ مسلمانوں میں بھی بہت دیر کے بعد ایک متوسط طبقہ پیدا ہو رہا تھا۔ عوام کی سیاسی تحریک نے جو نیشنل کانگریس کی قیادت میں اٹھی تھی ان پر بہت گہرا اثر ڈالا تھا۔

اگر چہ دراصل مسلمان عوام اور نئے متوسط طبقے کی ذہنیت کی تشکیل واقعات نے کی تھی۔

لیکن مؤخر الذکر طبقے خصوصا اس کے نوجوان کو متاثر کرنے میں سر محمد اقبال کا اہم حصہ ہے۔ ابتداء میں اقبال نے اردو میں پرزور قومی نظمیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ جنگ بلقان کے دوران میں انھوں نے اسلامی موضوع اختیار کئے وہ اپنے زمانے کے حالات اور مسلمانوں کے عام جذبات سے متاثر ہوئے اور خود انھوں نے ان جذبات پر اثر ڈالا اور انھیں اور شدید کر دیا۔ لیکن وہ عوام کی قیادت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایک شاعر، عالم اور فلسفی تھے اور پرانے جاگیری نظام سے وابستہ تھے نسل کے اعتبار سے کشمیری برہمن تھے انھیں نے اپنی اردو اور فارسی شاعری کے ذریعے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لئے ایک فلسفیانہ



Marfat.com

نظریہ مہیا کر دیا اور ان میں تفریقی رجحان پیدا کر دیا۔ یوں تو ان کی ہر دلعزیزی ان کے کمال شاعری کی وجہ سے تھی، لیکن اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ وہ مسلم ذہن کی اس ضرورت کو پورا کر رہے تھے کہ اسے اپنے لئے ایک لنگر مل جائے۔ قدیم اتحاد اسلامی کا خیال اب بے معنی ہو گیا تھا، خلافت ختم ہو چکی تھی۔ اب اسلامی ملکوں میں اور خصوصاً ترکی میں قومیت پرستی کا زور تھا اور انھیں ایک دوسرے کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ قومیت کا تصور ایشیا پر یورپ و امریکہ کی طرح چھا گیا تھا ہندوستان میں قومی تحریک زور پکڑ چکی تھی اور برطانوی حکومت کو بار بار للکار چکی تھی یہ قومیت ہندوستانی مسلمانوں کے دل کو لگتی تھی اور آزادی کی جدوجہد میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے اہم حصہ لیا تھا لیکن ہندوستان کی اس قومی تحریک میں ہندوؤں کا غلبہ تھا اور اس پر اسی کا رنگ چھایا ہوا تھا۔ اس لئے مسلم ذہن میں ایک کشمکش پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے اس قومیت کو قبول کر کے یہ کوشش کی کہ اس پر اپنا اثر ڈالیں، بہت سے اس تحریک سے ہمدردی رکھنے کے باوجود حیص بیص کے عالم میں اس سے الگ رہے اور بہتوں نے تفریق کا راستہ اختیار کیا جس کی طرف اقبال کے فلسفے اور شاعری نے ان کی رہنمائی کی تھی۔

میرا خیال ہے کہ یہی وہ حالات تھے جس کے ماتحت اب سے چند سال پہلے تقسیم ہند کی آواز بلند ہوئی۔ یوں تو اس کے بہت سے اصلی اور ضمنی اسباب تھے فریقین کی بہت سی غلطیاں اور حماقتیں تھیں اور سب سے بڑھ کر حکومت برطانیہ کی تفریقی پالیسی تھی۔، لیکن ان سب کی تہ میں یہ نفسیاتی کیفیت تھی جو علاوہ اور تاریخی اسباب کے اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے متوسط طبقے کی نشوونما بہت دیر میں ہوئی۔ آج ہمارے ملک میں جو



Marfat.com

اندرونی کشمکش نظر آتی ہے وہ صرف قومی تحریک اور غیر ملکی حکومت ہی میں نہیں بلکہ جاگیری نظام اور جدید تصورات میں ہے۔

یہ کشمکش مجموعی طور پر پوری قوم میں بھی نظر آتی ہے ہندوؤں، مسلمانوں اور دوسری بڑی بڑی جماعتوں کے اندر بھی، قومی تحریک، جس کی نمائندگی نیشنل کانگریس کرتی ہے اگر چہ وہ ان تصورات کو بعض قدیم اصولوں سے ہم آہنگ کرنا چاہتی ہے۔اسی وجہ سے اس میں ہر قسم کے لوگ، جو آپس میں شدید اختلافات رکھتے ہیں، جمع ہو گئے ہیں ہندوؤں میں ایک تنگ اور بے لوچ سماجی نظام نے ترقی کی راہ میں روکاوٹ ڈالی اور دوسری جماعتوں کو بھی بھڑکا دیا۔مگر اب خود اس سماجی نظام کی جڑیں کھوکھلی ہو گئی ہیں اور اس میں وہ سختی نہیں رہی، بہر حال اس نظام، میں اتنی قوت نہیں کہ وہ قومی تحریک میں جو وسیع معنی میں ہر قسم کی سیاسی اور سماجی سرگرمیوں پر حاوی ہے روڑا اٹکا سکے، اب قومی تحریک میں اتنا زور پیدا ہو گیا ہے کہ وہ ہر قسم کی روکاوٹوں کے باوجود آگے بڑھتی رہی ہے مسلمانون میں جاگیری عناصر بدستور طاقت ور ہیں اور عام طور پر انھیں عوام سے اپنی قیادت کے منوانے میں کامیابی ہوتی رہی ہے۔ ہندو متوسط طبقے اور مسلمان متوسط طبقے کی نشونما میں ایک نسل سے زیادہ کا فرق رہا ہے اور یہ فرق اب تک سیاست معیشت اور دوسرے شعبوں میں اسی پس ماندگی نے مسلمانوں میں خوف کی نفسیاتی کیفیت پیدا کر دی ہے۔

پاکستان یعنی ہندوستان کو تقسیم کرنے کی تجویز خواہ وہ جذباتی حیثیت سے کتنی ہی کشش کیوں نہ رکھتی ہو، اس پس ماندگی کا علاج نہیں ہے بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ اس سے جاگیردار طبقے کو اور تقویت پہنچے گی اور مسلمانوں کی معاشی



Marfat.com

ترقی میں تاخیر ہوگی اقبال پاکستان کے اولین حامیوں میں سے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے انھوں نے اس کے لازمی خطرے اور لغویت کو محسوس کرلیا تھا۔ ایڈورڈ ٹمسن نے لکھا ہے کہ ایک ملاقات کے دوران میں اقبال نے ان سے یہ کہا کہ انھوں نے مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں صدر کی حیثیت سے پاکستان کی حمایت کی تھی مگر ان کو یقین تھا کہ یہ تجویز کل ہندوستان کے لئے اور خصوصاً مسلمانون کے لئے مضر ہے۔ شاید انھوں نے اپنا خیال بدل دیا تھا پہلے اس مسئلے پر زیادہ غور نہیں کیا تھا کیونکہ اس وقت تک اس نے کوئی اہمیت نہیں حاصل کی تھی ان کا عام نظریۂ زندگی پاکستان یا تقسیم ہند کے اس تصور کے ساتھ جو بعد میں پیدا ہوا، نہیں کھپتا تھا۔

آخر عمر میں اقبال کا رجحان اشتراکیت کی طرف بڑھتا گیا سوویٹ روس کی زبردست کامیابی نے ان کو بہت متاثر کیا اور ان کی شاعری کا رنگ بدل گیا، اپنی وفات سے چند مہینے پہلے جب وہ بستر علالت پر تھے انھوں نے مجھے بلا بھیجا اور میں نے بڑی خوشی سے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ جب میں مختلف مسائل پر ان سے گفتگو کر رہا تھا تو میں نے یہ محسوس کیا کہ باوجود اختلاف کے ہم دونوں میں کس قدر اشتراک خیال ہے اور کتنی آسانی سے ان کے ساتھ نباہ ہوسکتا ہے۔ ان کو پرانی باتیں یاد آرہی تھیں اور وہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع پر پہنچ جاتے تھے۔ میں خود بہت کم بول رہا تھا اور بڑی توجہ سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ میں ان کا اور ان کی شاعری کا مداح تھا اور مجھے بڑی خوشی ہوتی تھی کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں اور میرے متعلق اچھی رائے رکھتے ہیں۔ میرے رخصت ہونے سے ذرا دیر پہلے انھوں نے مجھ سے فرمایا تم میں اور جناح میں کیا چیز مشترک ہے؟ وہ ایک سیاست داں ہیں اور تم محبّ وطن ہو مجھے امید ہے کہ



Marfat.com

مجھ میں اور مسٹر جناح میں اب بھی قابل تعریف چیز نہیں سمجھی جاتی خصوصا اس محدود معنی میں جس میں یہ لفظ عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے اگر چہ مجھے ہندوستان سے بڑی محبت ہے لیکن میں ایک عرصے سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ساری دنیا کے مسائل تو در کنار خود اپنے ملک کے مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کے لئے ہمیں قومی ہمدردی سے زیادہ وسیع جذبے کی ضرورت ہے۔ لیکن اقبال کا یہ خیال یقیناً صحیح تھا کہ میں کچھ زیادہ سیاست داں نہیں ہوں اگر چہ سیاست نے مجھے اپنے چنگل میں دبا رکھا ہے۔



Marfat.com

# تاریخ ریاست ٹونک:

از: ہنومان سنگھل

جائے ولادت: ٹونک، سال ولادت: ۱۹۴۲ء شعروادب سے شغف ورثے میں ملا ہے، آپ کے والد آن جہانی ماسٹر رام نواس اگروال ندیم اردو اور فارسی کے مشاق شاعر اور نثار تھے۔

لکھنے پڑھنے کا سلسلہ کالج کے زمانے سے قائم ہے ہندی کے بیشتر رسائل و جرائد میں مضامین شائع ہوتے رہے ہیں اب تک ہندی میں کئی کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں جن میں اختر شیرانی شخصیت اور فن، ٹونک کا اتہاس اور انکمن (ٹونک کے شعرا کا تذکرہ) کو قبولیت عام مل چکی ہے۔

اردو میں یہ پہلی تصنیف ہے ہفتہ وار وقت (ہندی) اور پندہ روزہ ندیم (اردو) آپ کی صحافتی بصیرت کے آئینہ دار ہیں۔ ہندی میں جلد شائع ہونے والی دوسری کتابیں ہیں: امیر نامہ (فارسی سے ترجمہ) رات کے راہی (ناول) اور کرشنا پی گئی زہر کا پیالہ (ڈرامہ)۔

تاریخ ریاست ٹونک ندیم اکادمی ٹونک سے ستمبر ۱۹۹۶ میں شائع ہوئی کتاب کا پہلا باب ''ٹونک ماضی کے دریچوں سے'' کے نام سے شروع ہوتا ہے



Marfat.com

،صفحہ ۱۷ سے صفحہ ۶۷ تک یہ باب اپنے اندر ٹونک کے ابتدائی عہد کی تفصیلات لیے ہوئے ہے۔

پانچواں باب سے دسویں باب تک بانی ریاست امیر خان کی تفصیلات درج کی گئی ہیں جس میں ان کی جنگیں اور ان کے دور حکومت کی خصوصیات بیان کئی گئی ہیں اگیارہواں باب وزیرالدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان سے متعلق ہے جو صفحہ ۱۴۶ سے ۱۵۷ تک محیط ہے۔ بارہواں باب سے ۱۹ ویں باب تک محمد علی خان صولت جنگ ،نواب حافظ ابراھیم علی خان ، حافظ سعادت علی خان۔ نواب محمد فاروق علی خان اور نواب اسماعیل علی خان کی تفصیلات سمیٹے ہوئے ہے۔

آخری باب درجہ ذیل معلومات فراہم کرتا ہے:

شکار گاہیں ، رسم رواج ، ریاست ٹونک میں سرکاری کارکردگی وائس پریسیڈنٹ نظامین ٹونک ریاست میں پولیس ریاست ٹونک میں عدل تعلیم وتمدن ریاست ٹونک کے سکے ریاست ٹونک میں سیاسی تنظیم انجمن رعایا ٹونک ، جان نثار پارٹ ، مسلم لیگ ریاست ٹونک ، ضلع ٹونک ، آزادی کے بعد ٹونک ، ٹونک میں سیاسی تنظیموں کا تعمل بھارتیہ جنتا پرٹی ، آزادی کے بعد ٹونک ادب

مشہور مصنف رام بابو سکسینہ اور نواب محمد اسماعیل علی خان بہادر صولت جنگ کے باہمی تعلقات اختلافات اور رویوں پر انتہائی اہم معلومات دستیاب ہوتی ہیں رام بابو سکسینہ کا یہ پہلوان کے اردو کے عام قارئین سے پوشیدہ تھا۔

واضح رہے ک رام بابو سکسینہ جو اتر پردیش پرونیشل سروس کے ایک



Marfat.com

سبک دوش ڈپٹی کلکٹر تھے فروری ۱۹۴۸ میں ٹونک کے ایڈمنسٹریٹر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یہ تفصیلات صفحہ ۱۹۶ سے صفحہ ۲۰۲ تک دیکھی جاسکتی ہیں۔ اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ پرگنہ ٹونک نامی کتاب پنڈت کرشن جوشی نامی فارسی اور اردو کے مشہور شاعر نے لکھی تھی۔

صباح الدین عبدالرحمان نے اپنی کتاب ''ہندوستان کے عہد وسطی کی ایک جھلک، دارالمصنفین اعظم گڑھ مطبوعہ ۱۹۵۸ میں مندرجہ ذیل ہندو مورخین کے وہ اقتباسات نقل کیے ہیں جو ہندوستان کے مسلم دور حکومت سے متعلق ہیں.

(۱) شری نواس اچاری ''ہسٹری آف انڈیا''

(۲) پروفیسر سیتا رام کوہلی ''تاریخ ہند''

(۳) سی.وی.ویدیہ ''ممبئی یونیورسٹی'' مہابھارت پر ایک تنقیدی نظر''

(۴) سوسیتی کومار چٹرجی (کلکتہ یونیورسٹی) ''البیرونی اور سنسکرت''

(۵) پروفیسر ایس لال سریواستو صدر شعبہ تاریخ آگرہ کالج آگرہ ''ہسٹری آف میڈیول انڈیا'' انکا مضمون محمود غوری اور اس کے جانشین ہے۔

(۶) این بی را'' جلال الدین فیروز خلجی کے حالات، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جرنل ۱۹۴۸

(۷) کے ایس لال ''ہسٹری آف دی خلجیز'' ۱۹۵۰

(۸) ایشوری پرشاد'' محمد شاہ تغلق نامی مضمون'' ہسٹری آف دی فرغانہ ترکس سے لیا گیا ہے۔



Marfat.com

(۹) ایشو پرشاد ٹوپا ''پولیٹکس ان پری مغل ٹائمس''

(۱۰) درگا پرشاد بن راجہ دھنپت رائے بن راجہ پرم دھن سندیلوی کی کتاب ''گلستان ہند''

(۱۱) ایم .ایس. راما سوامی اینگر ''لودھی خاندان'' (ہسٹری آف انڈیا، ۱۹۳۷)

(۱۲) پروفیسر شری رام شرما بمبئ سلاطین دہلی پر ایک عام تبصرہ (ہسٹری آف میڈول انڈیا

(۱۳) اے سی چٹرجی آئی سی ایس ''سلاطین دہلی کی حکومت'' اے شورٹ ہسٹری آف انڈیا'' ۱۹۳۶)

(۱۴) کے .ایم. پانیکار ''سلاطین دہلی کے زمانے میں ہندوؤں کے عام حالات (اے سروے آف انڈین ہسٹری)

(۱۵) ایس . کے . . بنرجی. کا مضمون لکھنؤ کی تعمیرات پر شائع شدہ اسلامک کلچر حیدرآباد

(۱۶) نریندر ناتھ لا کلکتہ یونیورسٹی '' پرموشن آف محمڈنس لرنگ ان انڈیا)

(۱۷) ڈاکٹر بی .این. پانڈے ''دہلی سلطنت''

اس سلسلے میں سب سے اہم نام سرجادوناتھ سرکار کا ہے جن کی تحریریں مخالف نقطہ نظر کی حامل ہیں اور ان کو پڑھکر مسلم سلاطین بالخصوص مغل حکمراں



Marfat.com

اورنگ زیب کے بارے میں منفی تصورات مرتب ہوتے ہیں. مسلم علماء نے بالخصوص علامہ شبلی نے مسکت جوابات دیے ہیں۔

ادھر آزادی کے بعد ایک مخصوص مدرسۂ فکر کے لوگوں نے مخصوص مقاصد کے پیش نظر پورے اسلامی عہد کے غلط تصویر پیش کرنے کی عمداً کوشش کی ہے جنکا حقائق سے بہت کم تعلق ہے اور ہندوستان میں مشترکہ تہذیب ہندوستانی عمارتوں اور عوام کی زبان کا مشاہدہ کرنے والا محسوس کرے گا کہ ان لوگوں کی باتوں میں کتنی سچائی ہے اور وہ حقیقت سے کتنی دور ہیں۔ ان تمام کی تفصیل اکتا دینے والی ہے اس لیے کہ ایک ہی چیز بتواتر لکھی گئی ہے۔ ان لوگوں کے سب سے بڑے نمائندے پروفیسر اوک اور ایس بی لال وغیرہ ہیں.

اورنگ زیب ایک نیا زاویۂ نظر: مولف: ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد

یہ کتاب خدا بخش اورینٹل الائبریری سے شائع ہوئی ہے۔ ہمارے سامنے اس کا دوسرا ایڈیشن ہے وہ ۱۹۹۰ میں شائع ہوا تھا اصل کتاب ہندی میں لکھی گئی تھی اس کے مصنف اوم پرکاش پرساد ہیں جنکی تاریخ پیدائش ۱۵ دسمبر ۱۹۵۰ ہے کتاب کا ترجمہ فیضان رشید مرحوم نے کیا ہے۔

یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اورنگ زیب کے بارے میں ایک نیا زاویۂ نظر پیش کرتی ہے۔ سر جادو ناتھ سرکار اور ان جیسے دوسرے مصنفین نے اورنگ زیب کی جو تصویر پیش کی ہے، پیش نظر کتاب اس سے بالکل مختلف تصویر پیش کرتی ہے اور تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت کرنی کہ اورنگ زیب پر لگائے گے الزامات تنگ نظری اور جانبداری پر مبنی ہے۔



Marfat.com

اورنگ زیب کے بہت سارے الزامات اور اس کی اصطلاحات خواہ اس کا تعلق رقص سرور کی ممانعت ہو یا قوالیوں پر پابندی یا مندروں کا مسئلہ مورخین نے ان تمام کے بارے میں اورنگ زیب پر غلط اور بے بنیاد الزام لگائے ہیں۔ یہ تفصیلات کتاب کے صفحہ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ تا ۲۳ تک دیکھی جاسکتی ہے، ۸۶ صفحات کی یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، جس میں تاریخی کتابوں کے سیکڑوں حوالے دیے گئے ہیں، کتابوں میں انگریز مصنفین کے حوالے خاص طور سے دیے گئے ہیں۔

رفیع احمد قدوائی اجیت پرشاد جین ۱۹۶۹ء مترجمہ طیبہ سہیل سہارنپور

شہیدان آزادی، پی این چوپڑا ۱۹۷۴ء نیشنل اکادیمی

حالات سرسیدؒ پیارے لال شاکر میرٹھی ۱۹۳۸ مطبوعہ کاشانۂ ادب لکھنو

خلجی خاندان کے. ایس. لال مترجم یسین مظہر صدیقی ۱۹۸۰ء ترقی اردو بورڈ

بوستان اودھ ۲۸۴ صفحات مصنف کنور درگا پرشاد ۱۸۹۲ء دبدبہ احمدی لکھنو

محمد علی جناح ۱۲۸ صفحات مصنف دوارکا داس مترجم شہاب دہلوی ۱۹۷۰



Marfat.com

## حوالجات:

(۱) عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان، خورشید احمد فارق، ص ۱۷۰، مطبوعہ ندوۃ المصنفین ۱۹۷۲ء

(۲) ایضا، ص ۱۷۵

(۳) اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر، تاراچند، ص ۱۱۳

(۴) ایضا، ص ۱۳۷-۱۳۸

(۴) ایضا، ص ۱۴۲-۱۴۳

(۵) ایضا، ص ۱۴۳

(۶) ایضا، ص ۱۴۳

(۷) ایضا، ص ۱۴۳

(۸) ایضا، ص ۱۴۳۔

(۹) ہندؤں میں اردو، سید رفیق مارہروی، نسیم بک دپو، لکھنو، بحوالہ تحقیق الالان منشی قمرالدین

(۱۰) فرشتہ ج اول، ص ۱۸۷

(۱۱) منقول از تاریخ مشائخ چشت ج ا خلیق احمد نظامی، ص ۳۴۹

(۱۲) ادبیات فارسی میں ہندوں کا حصہ، ڈاکٹر سید عبداللہ، ص ۵۷

(۱۳) تاریخ نویسی فارسی در ہندوستان ڈاکٹر آفتاب اصغرو تذکرہ حسینی نسخہ دانشگاہ پنجاب، ص ۱۹۳

(۱۴) دیار یورپ کے علما، قاضی اطہر مبارکپوری

(۱۵) نذر ذاکر، ص ۴۲

(۱۶) ایضا، مسعود حسین رضوی، ص ۴۲

(۱۷) مقالات سلیمانی، مقالات سید سلیمان ندوی، حصہ اول، ص ۸۷

(۱۸) راجستھان میں اردو زبان کے لیے ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ابوالفیض عثمانی، ص ۴۵-۴۸



Marfat.com

(۱۹)ایضا،ص۲۲۶

(۲۰)ایضا،ص۴۷

(۲۱)ماسٹر رامچند ر،خلیق انجم،ص۱۴۸تا۱۵۱

(۲۲)تاریخ اردو صحافت،مولانا امدہ صابری،ص۳۱۹

(۲۳)ایضا،ص۳۲۷

(۲۴)ماسٹر رامچند ر،خلیق انجم

(۲۵) راجستھان میں اردو ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات،
ابوالفیض عثمانی،ص۲۳۱-۲۳۲

(۲۶)ایضا،ص۴۷۹-۴۸۰

(۲۷)معارف،ص۱۹۸

(۲۹)ادبیات فارسی میں ہندؤں کا حصہ،سید عبداللہ،ص۲۰۰

(۳۰)ایضا،ص۲۰۳

(۳۱)ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ،سید عبداللہ،ص۱۱۹

(۳۲)ایضا،ص۱۳۸

(۳۳)تلاش ہند،جواہر لال نہروص۵۳

(۳۴)ایضا



Marfat.com

# (۲)

# سیرت نبوی

## حضرت محمدؐ اور اسلام: مصنف سندر لال

مطبع نیا ہند پریس ۱۴۵ اٹھی گنج الہ آباد، پبلشر: شانتی پریس الہ آباد

یہ کتاب مشہور مورخ پنڈت جی. این. پانڈے کے دس صفحے کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئے۔ جس میں اختصار کے ساتھ انھوں نے آنحضور کی شخصیت آپ کی تعلیمات اور اسلام کے خوبیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ بار بار قرآن کی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اور کہیں کہیں مستشرقین کی آراء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۷۳ صفحے کی یہ کتاب مندرجہ ذیل موضوعات پر محیط ہے۔

| | |
|---|---|
| ۱-عربوں کا دیس | ۲-عربوں کا رہن سہن |
| ۳-عربوں کا مذہب | ۴-غیروں کی حکومت |
| ۵-محمدؐ صاحب کا جنم | ۶-پہلے پچین سال |
| ۷-الامین | ۸-تنہائی میں رہنا |
| ۹-حق کی آواز | ۱۰-مصیبتوں کے تیرہ سال |



Marfat.com

۱۱-مدینے کا حاکم

۱۲-اسلام پھیلانے کا طریقہ

۱۳-مدینے پر قریش کے حملے

۱۴-اسلام کے کچھ مبلغ

۱۵-غداری کی سزا

۱۶-مکے کا پہلا سفر

۱۷-حدیبیہ کی صلح

۱۸-مکے کا دوسرا سفر

۱۹-یہودیوں اور مسلمانوں میں میل جول

۲۰-روم والوں سے لڑائی اور جیت

۲۱-مکے کی فتح

۲۲-طائی قبیلے کا مسلمان ہونا

۲۳-مکے کا آخری سفر

۲۴-اسلامی حکومت

۲۵-پیغمبر کی شادیاں

۲۶-آخری دن

۲۷-محمدؐ صاحب کا رہن سہن

۲۸-اسلام کا خلاصہ

۲۹-ہدایتیں اور دعائیں

۳۰-قرآن کی کچھ باتیں

۳۱-عاقبت، آخرت، جنت اور جہنم


یہ پوری کتاب خلوص سے لکھی گئی ہے۔ لیکن بہت سی باتیں ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے مختلف ہیں اس کے لیے شہادت کے طور پر صفحہ ۱۳۲ کا مضمون، ''آخری دن'' پیش کیا جا سکتا ہے۔ صفحہ ۱۴۰ کا مضمون ''محمد صاحب کا رہن سہن'' بڑے سادگی اور ایمانداری سے لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۱۴۸ پر اسلام کا خلاصہ نامی مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور صفحہ ۱۵۵ تا ۱۶۳ کے بیانات



Marfat.com

احادیث کے مجموعوں سے ماخوذ ہیں۔ ۱۶۵ سے ۱۷۳ تک کے بیانات قرآن کی مختلف آیات کی مدد سے لکھے گئے ہیں۔

## عرب کا چاند از سوامی لکشمن (آنجہانی)

مکتبہ الحسنات، دہلی ۱۹۹۰ء

سوامی لکشمن، کرشن کنور کے نام سے کوٹو پانہ ضلع حصار سے شائع ہونے والے رسالہ ''آب حیات'' کو ایڈٹ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے بہت مختصر عمر پائی اور ۱۹۳۹ میں جوانی ہی میں انتقال ہوگیا۔ تاریخ اور طب ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ زیر تبصرہ کتاب آنحضور سے انتہائی عقیدت کا نمونہ ہے، مقدمہ سمیت ۴۱۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اپنی زبان کی شرینی، سادگی، بیان کی معنویت اور موضوع سے خلوص کی دلیل ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں انھوں نے خود لکھا ہے کہ ''کتاب کے نفس مضمون میں نہ میں کسی کا شرمندہ اصلاح ہوں اور نہ کسی کا شرمندہ صلاح۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی تحقیق اور تدقیق سے۔ جو کچھ کیا ہے وہ اپنے ضمیر کا ہمنوا ہو کر، میں بھی عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں اور انسانی کمزوریوں سے مبرا نہیں ہوں ممکن ہے کسی واقعہ پر اظہار رائے کرتے ہوئے صداقت کامل کے اعتبار سے میں نے کسی شدید غلطی کا ارتکاب بھی کیا ہو اور کون جانتا ہے کہ نئے علم کی روشنی میں مجھے اپنی کسی رائے کے تبدیل کرنے کی ضرورت پڑ جائے، بایں ہمہ میں خوش ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اپنے ضمیر کی روشنی میں کہا ہے اور کسی فرد بشر یا قوم کی خوشنودی کی خاطر سے اپنے ضمیر کو دھوکا نہیں دیا ہے۔

صفحہ ۳۲ سے ۳۹ تک ایام جاہلیت پر تبصرہ ہے، صفحہ ۴۱ سے فاران کی



Marfat.com

چوٹیوں سے ایک نور چمکا نامی عنوان سے آنحضور کے ذکر مبارک میں مصنف لکھتا ہے کہ'' آئندہ اوراق کا ایک ایسے اولوالعزم شخص کے سوانح حیات کی حیثیت سے مطالعہ کیا جائے جس کی زندگی کا مقصد عظیم کائنات انسانیت کو بالادستی کی تاریکیوں سے نکال کر حق پرستی کی شاہراہ پر گامزن کرنا تھا۔'' چنانچہ آنحضور کی پیدائش کا ذکر جس طرح کیا ہے اسے پڑھ کر شبلی کے ''ظہور قدسی'' کا دھوکہ ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''آخر وہ روز سعید اور مبارک گھڑی آ پہنچی جس کے انتظار میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ بیتاب تھا۔ بہار ابھی بھی کم سن تھی، باغ وزاغ کے اندر قافلہ گل آ پہنچا تھا، حد نظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹا پڑا تھا، نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی۔ کہ حضرت عبداللہ کے کاشانہ میں وہ ماہتاب طلوع ہوگیا جس کی ضیا پاشیوں سے شب دیجور کی تاریکیاں اسی طرح کافور ہوگئیں جس طرح علمی نور افشانیوں سے آگے چل کر جہالت کی تاریکیاں دور ہو جانے والی تھیں۔''

کہیں کہیں عقیدت میں مبالغہ کی وجہ سے قلم غیر محتاط ہوگیا ہے، لیکن اس حد تک بھی نہیں کہ اس پر کوئی مذہبی گرفت کی جا سکے۔

مجموعی طور سے کتاب ہر لحاظ سے قابل مطالعہ ہے۔

سوانح عمری حضرت محمد صاحب از شردھے پرکاش دیو بھی ایک مشہور کتاب ہے۔



Marfat.com

# منقبت

ہندی تذکروں میں ہمایوں بادشاہ کے ایک درباری ہندی شاعر چھیم کا ذکر آتا ہے، چھیم نے حضرت علی کی شان میں چھپے اور گیت وغیرہ نظم کیے ہیں، ۔ ناظرین کی خدمت میں چھیم کا ایک چھپے پیش کیا جاتا ہے، شاعر سے متعلق مزید تفصیلات نہیں ملتی محض اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق ہندو مذہب سے تھا، چھپے اس طرح ہے:

دہرن تہرن تھرتھرت ڈرن رتھ ترن پلٹھو
دھوم دھام دھرو لاک لاک سر بت ات پٹھ
رھم گر سمیر و کہ لاس ڈگ تب مھر مھر سنکر ھنسیو
چھیم کوپ حجرت علی جب جلپھکا نہ کمر کسیو

خلاصہ شاعر چھیم کہتا ہے کہ جس وقت حضرت علی نے غیظ میں آکر ذولفقار کمر سے آراستہ کی، دنیا پر ایک زلزلہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی، دیوتاؤں کے راجہ اندر بے حد پریشان نظر آئے، آسمانوں پر فرشتوں میں ایک دھوم مچ گئی۔ ہمالیہ سمیر اور کیلاش پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گئے۔ شنکر جی، حضرت علی کی اس شجاعانہ شان دیکھ کر خوشی سے پھول گئے۔



Marfat.com

# (۳)

# قرآن مجید کے ہندو مترجم

قرآن کا پہلا ہندی ترجمہ سندھ میں ۲۷۰ ہجری ۸۸۳ء میں ملتا ہے جو بزرگ بن شہریار کے بقول پنجاب و سندھ کے راجہ مہروک بن رائق کے لیے ایک عالم نے کیا تھا (۱) یہ ترجمہ سورہ یسین تک ہوا تھا۔

عہد عالمگیری میں زیب النساء کے لیے جو ہندی ترجمہ کیا گیا اس کے مترجم کا نام معلوم نہیں۔ قادیان ضلع گورداسپور کے اخبار ''نور'' کے اڈیٹر شیخ محمد یوسف کا ہندی ترجمہ قران بغیر متن کے ہوا تھا جس کے طبع و ناشر پنڈت دولت رام شرما تھے۔ یہ ترجمہ اسٹار پریس بازار ہال امرتسر سے شایع ہوا تھا۔

خواجہ حسن نظامی نے یہ ترجمہ شائع کروایا تھا۔ یہ ترجمہ ۱۹۲۸ میں پھر ۱۹۲۹ میں دوبارہ شائع ہوا تھا اس کے مترجم ایک نومسلم مولانا غلام محمد صاحب فاضل دیوبند نے کیا تھا ان کا ہندو نام پنڈت کیشور رام شرما تھا اس کے صفحات کی مجموعی تعداد ۹۰۰ ہے جو دو جلدوں میں تھا۔ پنڈت جی کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی مدد کی تھی۔

پنڈت کیلاش ناتھ برہست نے امام الدین رام نگری کے ساتھ مولانا صدر الدین اصلاحی کے اردو ترجمہ کو ہندی کی شکل دی تھی یہ ترجمہ ۱۹۵۵ میں



Marfat.com

جماعت اسلامی رامپور سے شائع ہوا تھا۔اس کا صرف پہلا پارہ ہی شائع ہوا۔

ونوبا بھاوے نے قرآن کی ایک ہزار سے زائد آیات کا انتخاب روح القران کے نام سے مرتب کیا تھا ہندی ترجمہ قران سار کے نام سے شائع ہوا تھا۔

ہندی کے مشہور شاعر بھارتیندو ہرش چندر نے بھی قران کا ترجمہ شروع کیا تھا، یہ رسالہ ہرش چندمیں ۱۸۷۷ میں شائع ہونا شروع ہوا تھا لیکن مکمل نہیں ہوسکا۔

لکھنو کے نند کمار اوستھی نے بھی قران پاک کا اردو ترجمہ کیا جسکے ساتھ مکمل متن بھی دیوناگری میں لکھا ہوا تھا۔

۱۹۲۸ سے پہلے کسی پنڈت جی نے قران کے دو پاروں کا ہندی میں ترجمہ کیا تھا۔آریہ سماج کی طرف سے بھی قرانی آیات کا انتخاب مع ترجمہ کے شائع ہوا تھا جن کا موازنہ وید کے منتروں سے کیا گیا ہے۔

۱۹۹۴ میں حکومت ہند کے سابق کیبینٹ سکریٹری ونود چند پانڈے نے بھی قران کا ترجمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے بلکہ وحی ہے اس لیے اصل قران کی جگہ کوئی ترجمہ نہیں لے سکتا۔

مندرجہ بالا تراجم کے علاوہ بھی دیگر افراد قران کے دیگر تراجم کا بھی ذکر ملتا ہے، مثلا کنھیا لال لکھداری کا ایک ترجمہ، دھرم سبھا لدھیانہ سے ۱۸۸۲ میں شائع ہوا تھا جو ۴۱۵ صفحات پر مشتمل تھا متن کے بغیر اس ترجمہ کی تیاری میں شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قران سے مدد لی گئی ہے۔ یہ ترجمہ سردار جگجوت سنگھ نبیرہ



Marfat.com

رنجیت سنگھ کی فرمائش پر تیار ہوا تھا ترجمے کے پہلے صفحہ پر مترجم کی تصویر بھی چھپی تھی جو مذہباً ہندو تھا (۲) ، زیادہ تفصیل کے لیے ترکی سے شائع شدہ کتاب ''الابحاث للتاریخ و الفنون فی الثقافة الاسلامية'' میں دنیا کی تمام زبانوں میں قران کے تراجم کی تفصیل ہے۔

اسی طرح سندہ کے ''وشنداس'' کا ایک ترجمہ بھی مشہور ہے وشنداس کا تعلق گلاب داس پنتھ سے تھا جو ایک صوفی سلسلہ ہے (۳)

بنگال میں قران کا ترجمہ انیسویں صدی میں ایک ہندو عالم نے کیا ۱۸۷۵ میں کیشیپ چندر نے اپنے ایک عزیز شاگرد، گریش چندر سین کو عربی زبان سیکھنے کی ہدایت کی ۔ گریش چندر فارسی کے جید عالم تھے انہیں عربی لسانیات کے مطالعہ کے لیے لکھنؤ بھیجا گیا تھا بنگالی میں قران کا ترجمہ انہیں کے قلم کا نتیجہ ہے، ہر ترجمہ ۱۸۸۱ سے ۱۸۸۱ تک مکمل ہوا، ۱۹۲۶ میں بنگالی مسلم علما نے اس ترجمہ کو مستند قرار دیا (۴)

آل احمد سرور صاحب کے ایک دوست کیلاش چندر نے قرآن کا ہندی ترجمہ کیا تھا یہ سرور صاحب کے قیام رام پور کے زمانے میں سنسکرت پڑھاتے تھے ، پھر آل انڈیا ریڈیو چلے گئے اور برہستی کے نام سے مشہور ہوئے (۵) ہوسکتا ہے یہ وہی ترجمہ ہو جو امام الدین رام نگری کے ساتھ مل کر مولانا صدرالدین اصلاحی کے ترجمہ کی مدد سے دیوناگری میں ہوا یہ ترجمہ ۱۹۵۵ میں رام پور سے شائع ہوا تھا اور اس کے صرف ۲ پارے منظر عام پر آسکے تھے )

ابھی فروری ۲۰۰۰ میں دہلی میں ہونے والے کتابی میلے میں ''پوتر قران درشن'' کے نام سے قران کا ایک منظوم ہندی ترجمہ بھی نمائش کے لیے



Marfat.com

رکھا گیا تھا جس کے مترجم دھن پرکاش ایڈوکیٹ سپریم کورٹ دہلی کے ہیں اور اسے الوک پرکاش نے شائع کیا ہے، (۶)

پران ناتھ نے اپنی گجراتی تصنیف ''قلزم سروپ'' میں قرآن اور وید کے متن سے انتخاب پیش کیے ہیں۔ (۷)

## حوالجات:


(۱) عجائب الہند بزرگ بن شہریار مطبوعہ تہران ۱۹۶۶ء ص ۳-۴

(۲) قرآن کریم کے اردو تراجم ''کتابیات'' مرتبہ ڈاکٹر احمد خاں نظر ثانی عبد القدوس ہاشمی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول دسمبر ۱۹۸۷ء

(۳) کراچی کی کہانی جلد اول ص ۱۵۹، اکتوبر-دسمبر ۹۵ ''آج'' نامی رسالہ کا پانچواں شمارہ، ایجوکیشن پریس پاکستان چوک کراچی

(۴) دو قومی نظریہ کی حقیقت، شمیم اختر، قومی آواز ۵ مئی ۱۹۹۸

(۵) خواب باقی ہیں ص ۱۲۱ آل احمد سرور

(۶) راشٹریہ سہارا ۱۴ فروری ۲۰۰۰

(۷) اسلامی کلچر'' اردو عزیز احمد ص ۲۳۷




Marfat.com

# (۴)

# اسلامیات

## مالک رام:

مشہور ماہر غالبیات مالک رام بو یجہ سات بجے صبح بروز ہفتہ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۶ کو تھالیہ ضلع گجرات (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام لالا نھال چند تھا۔ جو اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔

مالک رام کی ابتدائی تعلیم سکھوں کے مقامی گرودوارہ میں ہوئی۔ سال بھر بعد ۱۹۱۲ء میں مقامی ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل اسکول میں داخلہ لے لیا۔ انھوں نے انٹر کالج کے امتحان ۱۹۲۶ میں پاس کیا، ۱۹۲۸ میں ڈی اے وی کالج لاہور سے بی اے اور ۱۹۳۰ میں لاہور سے تاریخ میں ایم اے کیا۔ انھوں نے اپنی ملازمت کا آغاز صحافت سے کیا چنانچہ ۱۹۳۲ سے ۱۹۳۶ تک وہ ہفتہ روزہ آریہ گزٹ لاہور، ماہنامہ نیرنگ خیال لاہور اور روزنامہ بھارت ماتا سے متعلق رہے۔ ۱۹۳۹ سے وہ حکومت ہند کے ملازم ہو گئے، چنانچہ ہندوستان کی بیرونی تجارت کے فروغ کے لیے وہ جاپان، کنیڈا، اسکندریہ، مومباسا اور سڈنی میں انڈین گورنمنٹ ٹریڈ کمشنر کی حیثیت سے کام کیا ۱۹۳۹ میں وہ اسکندریہ بھیجے گئے تھے۔ اور ان کا انتخاب اس بنیاد پر کیا گیا تھا کہ وہ عربی جانتے تھے اور ان کا اسلام اور اسلامی علوم وفنون پر مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اس وقت سے وہ ۲۵ اپریل ۱۹۶۵ تک حکومت ہند کے ملازم رہے۔



Marfat.com

# اسلامیات: مالک رام، مکتبہ جامعہ ۱۹۸۴

## فہرست مضامین:


۱- پیش لفظ

۲- لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صفحہ ۱۵ تا ۲۱

۳- الاسلام صفحہ ۲۲ تا ۳۴

۴- اسلامی خلافت صفحہ ۳۵ تا ۵۲

۵- خلق عظیم صفحہ ۵۳ تا ۱۱۵

۶- افصح العرب صفحہ ۱۱۷ تا ۱۳۰

۷- عورت مذاہب عالم میں صفحہ ۱۳۱


ص ۱۵ پر وہ لکھتے ہیں ''مذہب کی بنیاد خدا کی ہستی پر ایمان کامل اور اسکی عبادت ہے۔ یہی بات سورہ فاتحہ میں یوں کہی گئی ہے، (ایاك نعبد و ایاك نستعین) یہ خدا واحد ہے، ھواللہ احد چنانچہ تمام مذاہب میں عبادت کا جوطریقہ بھی رائج ہے اس میں مخاطب صرف اللہ تعالی ہی کی ذات ہوتی ہے۔ کسی رشی منی، نبی یا رسول کو مخاطب نہیں کیا جاتا۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ سب مذہبوں کا سیاسی عقیدہ '' خدائے واحد پر یقین اور اسکی عبادت ہے، اس میں رد و بدل یا حذف و اضافہ بعد کی باتیں ہیں حضرت عثمان سے مروی حدیث میں یوں کہا گیا ہے: ''من مات وھو یعلم انه قال لا اله الا الله دخل الجنة'' (مسلم) تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ بنیادی چیز اللہ کی عبادت ہے



Marfat.com

پس جب کسی شخص نے یہ فرض ادا کر دیا تو وہ اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا۔

ان الدین عند اللہ الاسلام، ۳-۱۹ یہاں اسلام سے مراد وہ مذہب نہیں جو آج عرف عام میں اسلام کہلاتا ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ دین (یعنی راستہ) جو انسان کو خدا تک پہنچاتا ہے اس کا نام اللہ ہے دوسرے لفظوں میں وہ تمام مذاہب جو وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے نازل ہوتے ان میں سے ہر ایک کا نام اسلام تھا۔

اور اس اسلام کے اصول کیا ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو اس کے پیرو کہلانے کے مستحق ہیں۔

الذین یومنون بالغیب ، ویقیمون الصلوۃ و مما رزقناھم ینفقون و الذین یومنون بما انزل الیك و ما انزل من قبلك و بالاخرۃ ھم یوقنون (۲:۳-٤)

یہ وہ لوگ ہیں جو

(۱) ان دیکھے خدا پر ایمان لاتے ہیں

(۲) اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں

(۳) خدا نے انہیں جو مادی یا ذہنی یا اخلاقی یا روحانی غرض تمام صلاحیتیں ودیعت کی ہیں وہ اس کے اور اس کے بندوں کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ہیں

(۴) اس تعلیم پر ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور



Marfat.com

(۵) اوران کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالی نے ابتدائے آفرنیش سے بنی نوع انسانی کی ہدایت کے لیے بنی اور ہادی مبعوث کیے اس لیے وہ تمام گذشتہ (نبیوں اوران پر نازل شدہ وحی پر بھی یقین ہے جب لوگوں کے اعمال نیک و بد کی جزا وسزا کا فیصلہ ہوگا۔ (صفحہ ۱۶-۱۷)

## اسلامیات

مکتبہ جامعہ سے شائع شدہ کتاب ''مالک رام ایک مطالعہ'' مرتب علی جواد زیدی میں ان کی اس کتاب پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ تبصرہ نگاروں میں مولانا عبدالسلام خان، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی اور پروفیسر اختر الواسع کے نام شامل ہیں۔

مولانا عبدالسلام خان لکھتے ہیں: ''اسلامیات ایک پیش لفظ اور چھے مقالوں کا مجموعہ ہے۔ پیش لفظ ان کی ''شان اشاعت کا بیان اور اسلامیات سے ان کی قدیم وابستگی اوراس کے تحت بچپن سے مطالعہ اور کوشش کا مذکور ہے اور بجائے خود ان مقالوں کی قدر و قیمت کی ضمانت ہے۔

اسلامیات کا دوسرا مقالہ ''الاسلام'' کافی اہم اور فکر انگیز ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اس مختصر مقالے میں قرانی شواہد سے ان بنیادی اور عالمگیر صداقتوں کی نشاندہی کی ہے جو دنیا کے تمام مذاہب کا مشترکہ سرمایہ رہی ہیں اور جنھیں قران نے الاسلام کا نام دیا ہے۔ اور بلا تخصیص ہر قوم، ہر خطے اور ہر عہد کے انبیاء ورسل اپنی قوم اور اپنی زبان میں ان کی دعوت دیتے چلے آئے ہیں انھوں نے بتایا ہے کہ یہ محض قرآن کا ادعا نہیں بلکہ اس کے عقب میں مذاہب عالم کی اندرونی شہادتیں ہیں۔ یہ ثابت کر چکنے کے بعد کہ ''اسلام'' ہی دنیا کا وہ



Marfat.com

متفقہ اور مشترکہ دین ہے جس کی دعوت ہر قوم، ہر عہد اور ہر خطے کے انبیاء دیتے چلے آئے ہیں۔ اس اسلام کے اصول کا سورۃ فاتحہ ام الکتاب یا سبع مثانی (ہفت مکررات) سے استنباط کیا ہے۔ یہ استنباط ان کے قرانی تدبر کی کھلی دلیل ہے۔ فرماتے ہیں:

اس (سورۂ فاتحہ) میں دین کے تمام بنیادی اصول بیان کر دئے گے ہیں اولاً اللہ تعالی کی چار اساسی صفات دی ہیں (۱) وہ رب العالمین ہے (۲) وہ رحمٰن ہے (۳) وہ رحیم ہے (۴) وہ مالک یوم الدین ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالی کی تمام دوسری صفات بھی کسی نہ کسی درجے میں انھیں چاروں کے ذیل میں آتی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ (۵) صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرنا چاہیے۔ (ایاک نعبد) اور کسی ضرورت اور مصیبت میں صرف اسی سے مدد مانگنا چاہیے۔ (وایاک نستعین) اور آخر میں دعا ہے کہ یا اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق اور ہدایت فرما۔ جس پر چل کر نیک بندے تیرے فضل وکرم اور انعام واکرام کے مستحق ٹھہرے، نہ ان بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب اور عتاب نازل ہوا (اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضالین)

یہاں نہ منعم علیہ گروہ کی تخصیص کی ہے نہ مغضوب علیہ کی۔ ظاہر ہے کہ یہ دنیا بھر کی امتوں کے لوگ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان سات آیتوں میں وہ سب کچھ آ گیا ہے جو دین ہے۔ دیکھا جائے تو قرآن کی بقیہ ۱۱۳ سورتوں میں انھیں آیتوں کی تفسیر وتعبیر ہے۔ منعم اور مغضوب لوگوں کے حالات بیان ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ کیوں انعام کے مستحق یا غضب کے سزاوار ٹھہرے۔ اسی لیے



Marfat.com

سورۃ فاتحہ کوام الکتاب کے علاوہ سبع المثانی بھی کہا گیا ہے اور دوسری مرتبہ اس کا نزول قران عظیم کی شکل میں ہوا ہے۔ (ولقد ایتک سبعا من المثانی والقران العظیم) اور غالبا اسی میں حروف مقطعات کی کنجی بھی ہے۔

اور ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کے تبصرے کے مطابق ''مالک رام صاحب نے کم وبیش نصف صدی قرآن مجید کے مطالعہ میں صرف کی ہے۔ وہ عربی کے اسالیب ولغت پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے تمام اہم تفاسیر کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن انھوں نے اپنے طور پر بھی قرآن حکیم میں تدبر اور تفکر کیا ہے۔ اور یوں کہ اس کے نہایت اچھے نقوش وشواہد ان کے مضامین میں موجود ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انما العلم عنداللہ- اور وہ یہ علم ہر دور میں اپنے بندوں کو بقدر ظرف وذوق عطا کرتا ہے۔ پھر قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کے نئے نئے نکات اور معانی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آشکار ہورہے ہیں۔

پروفیسر اختر الواسع کے الفاظ میں ''مالک رام صاحب سے اردو کے بیشتر قاری، طالب علم اور دانشور واقف ہیں۔ ان کی علمی سرگرمیوں، تحقیقی کاوشوں اور تصنیف وتالیف کے ذوق نے انھیں اردو دنیا کا معتبر اور مستند مصنف محقق اور ادیب تسلیم کرالیا ہے۔ لیکن ان کی اردو ہی نہیں اسلام دوستی بھی مشہور و معروف ہے۔ ان کی نگاہ ہمارے عام دانشوروں کی طرح صرف تاریخ اسلام ہی پر مرکوز ہوکر نہیں رہ گئی۔ بلکہ وہ علوم اسلامی کا احاطہ کرتی ہوئی بڑی حد تک جزئیات کا علم وادراک بھی رکھتی ہے اور اس میں بھی وہ سخن فہم ہیں، غالب کے طرفدار نہیں یعنی اپنے مطالعے کی وسعت اور گہرائی وگیرائی سے جو کچھ انھوں نے ایمانداری سے سمجھا ہے وہ علمی انداز سے دلائل وشواہد کے ساتھ پیش



Marfat.com

کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کی طرح پیشہ ورانہ مہارت سے کام لے کر کسی مخصوص طبقے کی داد حاصل کرنا ان کا مقصود نہیں۔

## عورت اور اسلامی تعلیم:

مالک رام صاحب کی کتاب ''عورت اور اسلامی تعلیم'' ان کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ پہلے قسط وار ماہنامہ ''نگار'' لکھنؤ میں شائع ہوتے رہے۔ کتاب کی صورت میں باقاعدہ یہ ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئے۔ (اس سے قبل یہ مضامین کی شکل میں شائع ہوئے تھے) ۱۹۷۷ میں نظر ثانی کے بعد یہ کتاب دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ ''یہ نصف صدی کا قصہ، دو چار برس کی بات نہیں''

کتاب کے پانچ باب ہیں: پہلا باب، بیٹی، دوسرا باب بیوی، تیسرا باب ماں، چوتھا: مطلقہ بیوہ، پانچواں باب: وراثت اور ظاہر ہے کہ اس پنج گنج نے عورت کے سارے ابواب زندگی کا احاطہ کرلیا۔

ہر باب کے تحت میں اس کے متعلق احکام فقہی تحتانی عنوانات کے ماتحت درج کردیے گئے ہیں۔ فقہ کے کسی متن یا حاشیہ سے نہیں، بلکہ قرآن اور یا پھر صحاح ستہ خصوصاً صحیحین کی حدیثوں سے اخذ کرکے، پانچواں باب میں قدرتاً سب سے بڑا اور مفصل باب ''بیوی'' پر ہے، اس اخذ واستباط میں کہیں کہیں لغزش وتسامح ہوجائے، تو لازمہ بشریت ہے لیکن بحیثیت مجموعی یہ عرض کردینے میں کوئی باک نہیں کہ نتائج واستنباط عموماً مسلک اہل سنت کے بالکل مطابق ہیں۔ اور سبق ہیں ان مجتہدین کے لیے جو قران مجید سے براہ راست استفادہ کا دعوی کرکے خدا معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔



Marfat.com

## وراثت:

مسلم عورتوں کی وراثت کے مسائل کی مصنف نے زیادہ توضیح کی ہے۔ یہ توضیح فقہ فرائض کے مطابق ہے۔ قرآن کی رو سے اس میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ میں یہاں ان کی تصحیح کروں تو یہ تحریر طویل ہوجائے گی، اس فن میں میں نے عربی زبان میں ایک کتاب ''الوراثۃ فے الاسلام'' لکھ دی ہے۔ مصنف اگر اس کا مطالعہ کرینگے تو بہت کچھ ان کے خیالات کی اصلاح ہوجائیگی لیکن چند باتیں عورتوں کی وراثت کے متعلق مجھے کہنی ہیں۔

قران کریم نے دو ایک صورتوں کے سوا بالعموم عورتوں کا حصہ وراثت میں مردوں سے نصف رکھا ہے۔ بیٹے کو بیٹی سے، بھائی کو بہن سے، میاں کو بیوی سے دوگنا ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت اپنے فطری فرائض کی ادائیگی میں مرد کی اعانت کی محتاج ہے۔ بالغ ہونے پر وہ حمل اور پھر رضاعت میں مبتلا ہوئی ہے۔ اور جوانی کی عمر بھر یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، ان حالات میں اس کی کیفیت مریض کی سی ہوتی ہے اس کی ضروریات مرد کی مدد سے پوری ہوتی ہیں۔ اس لیے مرد خود کا سب ہے اور اس کا حصہ میراث میں عورت سے دونا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عورت پر برتری ہے اور قرآن نے اس کو گھر کا سردار قرار دیا ہے، کیونکہ وہ عورت اور بال بچوں کا محتاج الیہ ہے۔

مالک رام صاحب نے بہت وضاحت سے عورت کے حقوق اور حدود بیان کیے ہیں۔ اس کتاب سے شریعت اور فقہ دونوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کتاب میں نہ دلیل ہے، نہ حجت، جیسی آیات کلام پاک اور مقدس



Marfat.com

احادیث ہیں، ان کو ویسا ہی پیش کر دیا ہے۔ آیات مقدسہ اور احادیث پاک کی عظمت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے اور ان کے صحیح طور پر معانی بھی بیان کیے ہیں۔

اردو میں یہ اتنی اہم اور جامع کتاب ہے، جس میں بیٹی، ماں اور بیوہ عورت کے حقوق یکجا ملتے ہیں۔

اسلام اور اسلامی مسائل کے بارے میں مصنف کے ذہن کی بے تعصبی وسلامت روی اور قلم کا اعتدال وتوازن مشہور ہے۔ اس کتاب سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے، اس میں انھوں نے عورت کے بارے میں اسلام کی اصلی تعلیم بے کم وکاست دیانتداری کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی بحث وتحقیق کا سارا دارومدار قرآن مجید پر لکھا ہے۔ جو اسلامی قانون شریعت کا اولین اور بنیادی ماخذ ہے۔ اس کی تائید توثیق اور توضیح کے لیے احادیث سے بھی مدد لی ہے۔ مگر اس سلسلے میں صحاح ستہ اور خاص طور پر صحیحین کو مدنظر رکھا ہے اور فقہاء ومجتہدین کے اقوال واختلاف میں الجھنے سے پرہیز کیا ہے، چنانچہ جزئی فقہی احکام کی تشریح ووضاحت کے لیے بھی کتاب وسنت ہی کو ماخذ ومرجع بنایا ہے، اس طرح اس کتاب میں عورتوں کے متعلق جو اسلامی تعلیمات واحکام بیان کیے گئے ہیں، وہ براہ راست قران مجید اور صحیح وثابت حدیثوں سے ماخوذ و مستنبط ہونے کی بنا پر مستند ہیں۔

اس کتاب کی بہت اہم اور نمایاں خوبی اس کی مناسب اور موزوں ترتیب ہے کیوں کہ پیدائش سے وفات تک عورت کی زندگی کے جو اہم اور قابل ذکر پہلو ہیں ان پر اس میں مستقل عنوان کے تحت علیحدہ علیحدہ بحث و



Marfat.com

گفتگو کی گئی ہے۔ جیسے عورت کی حیثیت پیدائش کے وقت سے لے کر شادی سے پہلے تک ایک بیٹی کی ہوتی ہے۔ اور شادی کے بعد پہلے وہ بیوی اور پھر ماں کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے، شوہر کے طلاق دے دینے یا وفات پا جانے پر وہ مطلقہ یا بیوہ ہو جاتی ہے۔ نیز اس کی ایک حیثیت وارثہ کی بھی ہے۔ فاضل مصنف نے اس کی ان سب حیثیتوں پر الگ الگ بحث کی ہے۔ پہلے بیٹی کی حیثیت سے اس کے بارے میں کتاب وسنت کی تعلیم پیش کی ہے، پھر بیوی کی حیثیت سے اس کے بارے میں کتاب وسنت کی تعلیم پیش کی ہے پھر بیوی کی حیثیت سے اس کے احکام بیان کیے ہیں۔ تیسرا عنوان ماں کا اور چوتھا مطلقہ اور بیوہ کا ہے۔ پانچواں اور آخری عنوان وارثہ کے تحت عورت کو اپنے متوفی عزیزوں سے جو ترکہ ملتا ہے اس کی تفصیل قلمبند کی ہے، اس سے کتاب کی ترتیب وتسوید میں مصنف کی حسن ذوق اور خوش سلیقگی کا پتہ چلتا ہے اور اس کی وجہ سے مسائل کی وضاحت وتفہیم بھی اچھی طرح ہو گئی ہے۔



Marfat.com

# (۵)

# نعت گو ہندو شعراء

ممتاز حسن نے خیر البشرؐ کے حضور میں نعتیہ شاعری اور نعت کے موضوع وفن پر گفتگو کرتے ہوئے اس کی بڑی بلیغ اور جامع تعریف کی ہے: ''وہ کہتے ہیں ''میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور نبی کریمؐ کی ذات گرامی سے قریب لائے جس میں حضورؐ کی مدح ہو یا حضور سے خطاب کیا جائے صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوت کی صوری محاسن سے لگاو کے بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے، جس میں جناب رسالت مآب سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو وہ مدح یا خطاب بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ اور وہ شعر نظم ہو یا غزل، قصیدہ ہو، یا مثنوی، رباعی ہو یا مثلث مخمس ہو یا مسدس، اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و قیمت کا دارو مدار اس کے نفس مضمون پر ہے اگر اس کا مقصد ذات رسالتؐ کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دو جہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کے لیے ہے اسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے۔ (۱)



Marfat.com

## اردو نعت کے مضامین اور فن پر ہندوستانی اثرات:

نعت کے مضامین اور ان کی پیش کش پر ہندوستانی طرز معاشرت، تہذیب وتمدن اور ہندومت کے اثرات سبھی پڑے اور یوں نعت میں بعض ایسے غیر مشروع عناصر داخل ہو گئے، جن سے عربی اور فارسی نعت کا دامن پاک تھا۔ یہ عناصر ہندو دیو مالا اور اصنام پرستی سے متعلق ہیں اور ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کی تعریف میں گائے جانے والے بھجنوں اور گیتوں کا خاصہ ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے اردو نعت گو میں ہندوستانی ضمنیات کا اثر کے ضمن میں وید، رمائن اور مہابھارت کے حوالے سے جو نتائج مرتب کیے ہیں وہ درجہ ذیل ہیں:

۱- دیوتاؤں کی مدح میں جو بھجن نظم کیے گئے ہیں ان کے مضامین میں دیوتاؤں کے مراتب کا فرق نہیں کیا جاتا اور جوش عقیدت میں تخیل کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹے اور بڑے دیوتا کی مدح کا بیان ایک ہی مضمون لیے ہوتا ہے۔

۲- مذہبی یا روحانی پیشواؤں کو اوتار سمجھ کر انھیں خدائی صفات سے متصف گردانا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حصول مقصد کے لیے خدا کو ان کی محتاجی ہوتی ہے۔

۳-فوق العادت عناصر کی جاذبیت اور اس سے اشتیاق ہر جگہ قائم ہے،

ان عقائد وخیالات کے اثرات نعت پر بھی پڑے جہاں تک مضامین نعت کا تعلق ہے، الوہیت اور نبوت کے اس فرق کو ملحوظ خاطر نہ رکھا گیا جو نعت



Marfat.com

گوئی کا پہلا لازمہ ہے۔ خدا اور رسول اکرمؐ کے مقام اور صفات کو گڈ مڈ کر دیا گیا۔ حفظ مراتب نظر انداز کرنے سے کئی ایسے مشرکانہ خیالات بھی نعت میں در آتے ہیں، جن کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہندو تصوف وعقائد کے زیر اثر ہی مسلمان نعت گو شعرا نے رسالت کے ڈانڈے توحید سے ملا دیے اور حضور اکرم کو احمد بے میم اور عرب بلا ''عین'' کہا جانے لگا اور بڑے بڑے شاعر بھی اس انتہائے حد سے نہ بچ سکے جو آپ کی شان اقدس کے سراسر منافی ہے''(۲)

## نعت کے فن پر ہندی اثرات

مضامین نعت کے ساتھ ساتھ نعت کے فن پر بھی مقامی اثرات پڑے، ہندو معاشرت وتمدن میں مروج بھجنوں اور راگوں نے نعت کے داخل کی طرح اس کے خارج کو بھی متاثر کیا اور یوں ہندی زبان کے الفاظ، بھجنوں کے تلازمات ومناسبات علائم ورموز اور تشبیہات واستعارات کا استعمال نعتیہ مضامین میں بھی ہونے لگا، اس ذخیرہ الفاظ وتلازمات کے ساتھ نعت کی ہیئت میں بھی وسعت پیدا ہوئی اور غزل ومثنوی وغیرہ اصناف سخن کی طرح ہندی اصناف شاعری دوہا، گیت راگ اور بھجن وغیرہ کے انداز میں بھی نعت کہنے کا رواج ہوا، اسی طرح کرشن مہاراج کی تعریف اور محبت میں لکھے جانے والے گیتوں کی لے اور جذبات وکیفیات کے اظہار کا نسائی انداز نعت میں بھی در آیا۔(۳)

نعت کے پیکر پر جو اثرات ہندوستانی مذہب و معاشرت کے سبب مرتسم ہوئے اگر ان کا تجزیہ کریں تو اس کی نمایاں صورتیں یوں نظر آتی ہیں۔

۱- ہندی راگوں کی لے اور گیتوں کے انداز پر نعتیں لکھی جانے لگیں، مثلاً:



Marfat.com

ٹھیٹھ دادرا:

کوئی ایسی سکھی چاتر نہ ملی مجھے پی کے دوار بٹھا دیتی
میں نے راہ مدینہ بھی دیکھی نہیں مجھے بیّاں پکڑ کے بتادیتی

کھمانچ قوالی

جگ جوتی سوامی اوتاری ترے روپ کے واری سیدنا
من موہن گردگر گردھا ری ترے روپ کے واری سیدنا

مانڈورواڑی:

مہارا بطحا ماسی لاڈلا تہاڑی باٹا نہالو نچھوں
مہاری آنگن آو صاحبہ تہا نڑی باٹا نہالو نچھوں

ٹھمری:

تم ہی محمدؐ یار لگیا نبی جی پار لگیا
گہری ندیا اگم بھی دھارا اور گھاٹ گھاٹ لینے

۲- ہندی بھجنوں میں گوپیوں کی کرشن مہاراج سے محبت کا انداز نعت میں دخیل ہوگیا اور یوں نعت میں عورت کے جذبات اور نسائی عقیدت مندی کا اظہار ہونے لگا، مثلا:

تورے ہجر میں حق کے پیارے نبیؐ
موراچین گیا موری نیند گئی
اب در پہ تمہاری آن پڑی
مورا چین گیا موری نیند گئی
مورے من میں ہے اب تو جوگنیا بنوں



Marfat.com

اور مل کے بھبوت مدینہ چلوں
سکھی ہند کی، نگری میں نہ ہی رہوں
نہیں پر بت تو چین ذرا دینی
موری میکے میں تو سکھ سے کٹی
چلی پی کی نگریا تو سوچ پڑی
کوئی گیان بھی ساتھ نہ آئی موئے
موہے ریت وہاں کی بتادیتی
میں تو سونی بجریا یہ قربت ہوئی
پیا ملک عرب میں براحت ہیں
کبھی دیتے جو پینے میں درس دکھا
وہیں چرنوں میں سیس نوا دیتی

## غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری:

غیرِ مسلم شعراء کی نعت گوئی کی روایت کا آغاز جنوبی ہند ہی سے ہو چکا تھا اور مسلمان شاعروں کی طرح ہندو شاعروں نے عقیدت و محبت کے اظہار میں حضور اکرمؐ کی سیرت و نعت کو بھی اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا، پچھمی نرائن شفیق کا ''معراج نامہ'' اور راج مکھن لال کا نعتیہ کلام اس اظہار عقیدت کے نمونے ہیں۔ شفیق نے مثنوی کی ہئیت میں معراج کے واقعات شاعرانہ انداز میں رقم کیے ہیں۔ شعری التزام اور برجستگی ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات ہیں جب کہ راج مکھن لال نے اپنی نعتوں میں عربی فارم اور قران و احادیث کے حوالے دیے ہیں، خلوص و عقیدت اور حضور اکرم سے نجات و شفاعت طلبی کے مضامین انکے یہاں عام ہیں۔



Marfat.com

ہندو شاعروں کی نعت گوئی کا حقیقی دور ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد ہوا عصر جدید میں ہمیں متعدد ایسے غیر مسلم شاعر ملتے ہیں جنھوں نے مقدار اور معیار ہر اعتبار سے اس روایت کو آگے بڑھایا اس کے بہت سے سیاسی معاشرتی عوامل ہیں، ایک بڑی وجہ وہ رواداری کی فضا ہے جو جنگ آزادی کے بعد ہندو مسلم قوموں میں پہلے کی نسبت کچھ نمایاں ہوگئی تھی۔

اسی طرح ہندو شاعروں کے ہاں نعت رسول اکرم اور بزرگان دین کی منقبت کے نمونے نظر آتے ہیں، رواداری اور یگانگت کے اسی جذبے کے فروغ کے لیے بعض ادبی وسیاسی اور مذہبی وثقافتی اجتماعات میں ایک دوسرے کے مشاہیر کو خراج عقیدت پیش کرنے کا رواج ہوا، ہندو شاعروں کے ہاں نعت گوئی کے ذوق کو اسی ماحول میں جلا ملی، ان معاشرتی وسیاسی عوامل میں سب سے بڑھکر رحمت للعالمین کی ذات گرامیؐ ہے جن کی سیرت وکردار اور پیغام نے اہل فکر کو خاص طور پر متاثر کیا۔

نعت کے عصر جدید میں پہلے غیر مسلم اہم نعت گو منشی شنکر لال ساقی (م ۱۸۰۹) میں انھوں نے جنگ آزادی سے قبل شاعری کا آغاز کر دیا تھا، مگر انھیں شہرت بعد میں نصیب ہوئی، انھوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں نعتیہ اشعار کہے، محمد الدین فوق نے ''اذان بتکدہ'' میں ان کا نمونہ کلام دیا ہے چند شعر درج ذیل ہیں، جو ان کے خلوص وعقیدت مندی کے مظہر ہیں:

مرا ہر لفظ نعت احمدی سے دریکتا ہے
لکھا جو دائرہ ہے وہ مہ کامل کا ہالا ہے
جیتے جی روضۂ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا



Marfat.com

روح جنت میں بھی ہوگی تو ترستی ہوگی
نعت لکھتا ہوں مگر شرم مجھے آتی ہے
کیا مری ان کے مداح خوانوں میں ہستی ہوگی

آیت لولاک سے ظاہر تھی عظمت آپ کی
سب سے پہلا تھا یہی نور نہاں قندیل میں

کیا کہوں جلوہ تھا کیا صلی علی صلی علی
رہ گئی تھی دیکھ کر حیران و ششدر چاندنی

## نعت ومیلاد

### منشی بالاسہائے متصدی:

منشی بالاسہائے بعہد نواب محمد ابراہیم علی خان، دفتر بخشی خانہ ٹونک میں متصدی تھے اور متصدی کے لقب ہی سے مشہور ہوئے۔ ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو نواب ناراض ہوگئے اور یہ مشکل میں پڑ گئے، مگر جانتے تھے کہ نواب کو رسول سے عشق ہے اور وہ روز ولادت سے بارہ دن تک بڑی دھوم سے جشن میلاد مناتے ہیں اور اس موقع پر سنگین مجرموں کے جرم معاف کر دیتے ہیں لہذا اسی موقع پر یہ معافی قصور کے لیے حاضر ہوئے اور کامیاب لوٹے، جس کے شکریہ میں انھوں نے ایک رسالہ بعنوان ''پرچہ درشان محمد مصطفیٰ'' تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ۱۹۰۵ میں مرتب کیا، مگر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ دوسرا قصور پھر کر بیٹھے اور نواب صاحب ان سے ناراض ہوگئے اس دوسری ناراضگی سے نجات حاصل کرنے کی فکر تھی کہ تیسری بار خطا کار ہو کر مشکلات و



Marfat.com

مصائب میں گرفتار ہوئے، مگر وہی پچھلا ذریعہ پھر استعمال کیا اور جشن میلاد النبیؐ کے موقع پر حاضر ہو کر معافی حاصل کر لی اس تیسرے قصور کی معافی کے شکریہ میں انھوں نے ایک اور رسالہ الموسوم بہ ''جلسہ مولود شریف مع غزلیات ونعت محمد مصطفیٰ'' لکھا، ان کے اس تیسرے قصور کی معافی ۱۹۰۶ میں ہوئی تھی اور یہ رسالہ ۱۹۰۷ میں انھوں نے مرتب کیا۔

ان تالیفات کی غرض و غایت محض خوشنودی نواب تھی اور معافی قصور حاصل کرنا جس میں متصدی کامیاب ہوئے۔ ورنہ بحیثیت معیار چونکہ نعت وحمد بھی اس میں شامل ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا، (۴)

## پنڈت شیوناتھ چک کیف:

شیوناتھ چک کیف کشمیری پنڈت تھے، انھوں نے اردو اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور شروع میں ممالک متحدہ کے مختلف اضلاع میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اس کے بعد جے پور پہنچے اور ریاست مذکور کے ماتحت ٹھکانہ کھیڑی کے دیوان مقرر ہوئے۔ ان کے جے پور پہنچے کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہو سکی البتہ ان کی ایک فارسی نظم بعنوان ''مناجات کیف'' مطبوعہ ہال چندر پریس جے پور ۱۸۹۸ سے واضح ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں وہ اس ریاست میں آ چکے تھے، پھر ۱۹۰۷ میں ان کا مجموعہ کلام دیوان کیف کے نام سے ہال چندر پریس جے پور میں طبع ہوا اور ۱۹۱۴ میں ان کا انتقال ہو گیا کیف فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، ان کے دیوان میں ردیف وار ۲۲۶ غزلیں اور چند قطعات و رباعیات ہیں، اور ان کے علاوہ چند فارسی قطعات وغزلیات اور مناجات کیف بھی شامل ہے، کیف کی اردو غزلیں عموماً کافی طویل ہیں پہلی



Marfat.com

غزل حمد میں ہے جس کے دو شعر یہ ہیں:

میں گنہگار و خطار کار ہوں بندہ تیرا
تو ہے غفار کرم چاہیے مولا تیرا
جب نہیں دیر و حرم میں ہے ٹھکانہ تیرا
پھر تجھے پائے کہاں چاہنے والا تیرا

دوسری غزل نعتیہ ہے جس کے دو شعر یہ ہیں:

مدح خواں ہوں جان و دل سے میں شہ لولاک کا
ہے جو ختم المرسلین پیارا خدائے پاک کا
ہے ثنائے مصطفیٰ طہ و یسیں کیف بس
کر سکے توصیف کیا مقدور ہے ادراک کا

پھر عاشقانہ غزلیات ہیں جن میں زبان و بیان کی سلاست و لطائف اور برجستگی کے ساتھ شعری محاسن کی عمدہ مثالیں نظر آتی ہیں، تشبیہ و استعارات میں ندرت سے کام لیا ہے اور طرز ادا میں پختگی ہے، مضامین کے اعتبار سے اشعار میں رنگ تصوف کا غلبہ ہے تاہم اظہار عشق و محبت سے بھی خالی نہیں۔ کہیں کہیں عریانیت بھی آ گئی ہے مگر اس پر شعریت کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

## منشی لچھمی نرائن سخا:

منشی لچھمی نرائن سخا سریواستو کایستھ ضلع ایٹہ کے رہنے والے تھے، بسلسلہ ملازمت جے پور میں سکونت اختیار کی اور فوجداری (سٹی مجسٹریٹ) رہ کر پنشن پائی، سخا کو شعر و سخن سے خاص لگاؤ تھا، سن شعور ہی سے شعر کہتے تھے اور چاند خاں عطا سے شرف تلمذ حاصل تھا۔



Marfat.com

سخا نے مشق مسلسل کے ذریعہ شعرائے جے پور میں اپنا خاص مرتبہ حاصل کرلیا تھا اور وہاں کے اساتذہ میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ان کے کلام کا ضخیم مجموعہ ان کے پوتے ڈاکٹر اقبال نرائن سریواستو صدر شعبہ سیاسیات راجستھان یونیورسٹی جے پور کے پاس محفوظ ہے، جس کو وہ شائع کرانے کی فکر میں ہیں، سخا کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے مصنف تذکرہ شعرائے جے پور نے تحریر کیا ہے کہ ''ان کے کلام میں پختگی، بلندی پروازی اور وسیع النظری ہے، شوخی ہے مگر سنجیدگی کے ساتھ اور استادانہ ترکیبیں پائی جاتی ہیں محاورات کا برمحل استعمال کرتے ہین، نعت بھی خوب کہتے ہیں اور بڑی عقیدت سے لکھتے ہیں، زبان کی صفائی کا پورا خیال رکھتے ہیں، بہترین تذکرہ مطبوعہ ۱۹۳۶ میں لکھا ہے کہ تقریباً ۴۸ سال سے شعر کہتے ہیں، نعت گوئی کا خاص ذوق ہے، ایک دیوان نعتیہ اور ایک عشقیہ موجود ہے، موجودہ شعر میں خاص درجۂ امتیاز حاصل ہے۔

سخا نے مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے، نعت نہایت عقیدت کے ساتھ لکھتے ہیں، غزلوں میں دہلوی رنگ سخن کی پیروی نظر آتی ہے، خیالات پاکیزہ اور بلند ہیں، عشقیہ مضامین کے ساتھ تصوف کی چاشنی بھی ہے، زبان نہایت شستہ اور انداز بیان برجستہ ہے، الفاظ ومحاورات برمحل استعمال کرتے ہیں، تشبیہ واستعارے میں جدت نظر آتی ہے۔

سخا نے قطعات ورباعیات اور مسدس بھی لکھے ہیں، مگر ان کا اصل میدان غزل نعتیہ وعشقیہ ہے، قطعات وغیرہ میں قومی خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔

نعت:

نہیں ممکن سوا اسکے بیاں کچھ شوق بیحد کا



Marfat.com

سخا کس کا محمدؐ کا، خدا کس کا محمد کا
یقیناً جنّتی ہیں ہم کہ ان کے امّتی ہیں ہم
نہ خطرہ اس میں باید کا نہ اندیشہ ہے شاید کا
کافر ہے مومنوں میں، مومن ہے کافروں میں
عشق نبی میں یارب کیا حال ہے سخا کا
دوچار اشک یاد نبی میں بہیں ضرور
لازم ہے یہ درود دعائے سحر کے ساتھ
تیرا منہ دیکھتے ہیں رحمۃ للعالمین دونوں
یہ تیری وسعت رحمت یہ میری تنگ دامانی (۵)

## چاند بہاری لال ماتھر صبا: (۶)

منشی چاند بہاری لال صبا کا خاندان علمی وادبی اعتبار سے بڑا مشہور رہا ہے، بقول لالہ سری رام مصنف خم خانہ جاوید: ''صبا صاحب کے والد بزرگوار منشی گوبند نرائن صاحب فارسی کے جید عالم تھے، ان کی تصنیف انشائے گوبند نرائن (فارسی) راجپوتانہ میں خاص شہرت حاصل کر چکی ہے''

۲۵ دسمبر ۱۸۸۵ کو صبا پیدا ہوئے، امیر زادوں کی طرح تعلیم وتربیت گھر پر ہوئی، اردو فارسی اور ہندی وانگریزی میں بقدر ضرورت دستگاہ حاصل کی شعروسخن سے ان کو دلی لگاؤ تھا، ۱۹۱۴ء سے شعر کہنے لگے اور مرزا محمد تقی بیگ مائل دہلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا، نیز اساتذہ کے کلام کا وسیع مطالعہ کرتے رہے جس نے ان کی طبیعت میں شعر فہمی کا عمدہ ملکہ پیدا کر دیا اور ان کی تخلیق شعر کی صلاحیت میں نکھار آ گیا، ان کی مسلسل مشق سخن اور حضرت مائل کے فیض اصلاح نے صبا کے کلام میں چار چاند لگا دے، اس طرح استاد کے سامنے ہی ان کی



Marfat.com

شہرت دور دور پہنچ گئی، چنانچہ ۱۹۲۹ مین آل انڈیا کایستھ کانفرنس دہلی کے ایک انعامی مشاعرہ مین سب سے بہتر غزل پر صبا کو سنہری تمغہ عطا ہوا۔

نعت:

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کرلیا ہم نے نظارا یا رسول اللہ
بھروسہ اس کو کہتے ہیں گنہگاروں نے محشر میں
خدا کے سامنے تم کو پکارا یارسول اللہ
کلیم اللہ آتے بھی تو کیوں آتے مدینہ میں
انھیں کیا ہوش کھونے تھے دوبارہ یا رسول اللہ

منشی للتا پرشاد شاد:

انھوں نے اپنے حالات اپنی تصنیف ''مخزن اسرار معرفت'' (مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ) میں خود تحریر کیے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اصل وطن میرٹھ تھا، جہاں ۱۸۸۶ میں پیدا ہوئے ان کے والد منشی جنگ بہادر جنگ کے غالب حالی اور داغ وغیرہ سے مراسم تھے، اردو فارسی پر عبور تھا اور شاعری سے گہرا لگاؤ اس لیے شعر وسخن کی بزموں میں شریک ہوتے تھے، ان کے ساتھ شاد بھی بچپن سے ہی جایا کرتے تھے، اس لیے ذوق سخن پیدا ہوا اور اوائل عمر ہی سے شعر کہنے لگے، پھر جب تعلیم کے بعد فکر معاش ہوئی تو ''اخبار عام'' لاہور ''دلشاد'' میرٹھ اور ''راجپوتانہ گزٹ'' اجمیر وغیرہ کی ادارت کے فرائض انجام دیے، جس کے باعث ذوق علم و ادب میں اضافہ ہوا، کچھ عرصہ سرکاری ملازمت بھی کی، مگر ۱۹۱۶، میں ''نان کوآپریشین تحریک کے لیے کانگریس کی صدا پر لبیک کہہ کر ملازمت چھوڑ دی لیکن دوبارہ ملازم ہوکر ۱۹۴۵ میں ریلوے سے



Marfat.com

ساٹھ سال کی عمر ہو جانے کے باعث خزانچی کے عہدے سے ریٹائر ہوئے، اس وقت کوٹہ میں تعینات تھے، لہذا وہیں کے ہو رہے، اور ۱۹۵۸ میں کوٹہ ہی سے پندرہ روزا اخبار ''داشاد'' جاری کیا جس میں خبروں کے علاوہ علمی وادبی مضامین نثر ونظم بھی شائع ہوتے تھے جو نومبر ۱۹۵۹ میں ان کا انتقال ہونے پر بند ہو گیا۔ (۷)

## نالۂ دلخراش:

یہ حضرت عباس کا مرثیہ ہے، اس کے ۵۵ بند ہیں پہلی بار ۱۹۴۹ میں طبع ہوا اور پھر مقبولیت عام کے باعث ۱۹۵۵ میں تیسری بار الہ آباد پریس دہلی سے اس میں انیس ودبیر کی پیروی کی انتہائی کوشش کی گئی ہے، اور ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کی ہے اور اہل بیت سے محبت کا بھی اظہار کیا ہے بطور نمونہ دو بند یہ ہیں:

مشکیزہ لیا ہاتھ میں کندھے پہ علم بھی
قبضہ میں سر وہی بھی رکھی تیغ دو دم بھی
بیتاب ہوئے سبط پیمبر بھی حرم بھی
نصرت نے کہا آپ کے ہمراہ ہیں ہم بھی
سب مانتے ہیں آپ کو استاد شجاعت
کفار سے بھی لیجیئے اب داد شجاعت

## ۵- پنجہ پنج تن:

یہ اہل بیت کی منقبت میں پانچ نوحوں اور سلاموں وغیرہ کا مطبوعہ



Marfat.com

مجموعہ ہے، سنہ طباعت اور نام مطبع درج نہیں، کلام میں روانی، پختگی، اظہار جذبات وتاثرات اور شاعرانہ لطافت ونزاکت پائی جاتی ہے۔نمونہ سخن یہ ہے:

پیدا کیا اک نیا ثنا خواں تو نے
ہندو کو بنایا ہے مسلمان تو نے
صدآفریں تجھ پہ اے حسین مظلوم
غم سے کیا شاد کو بھی گریاں تو نے

## تربھون شنکر عارف:

یہ عرصہ دراز سے ریلوے میں ملازمت کے باعث اجمیر تعینات تھے۔ ۱۹۶۸ء مین پنشن لی اور یہیں کے ہو رہے، آپ نے اپنے حالات لکھ کر عنایت کیے جس میں رقم طراز ہیں کہ زمانہ طالب علمی سے شعر گوئی کا شوق ہے، اجمیر میں آنے پر رحیم اللہ قابل سے دوستی کی بنا پر اس میں اضافہ ہوا اور مشق بڑھی، کچھ عرصہ جے پور بھی مامور رہے، وہاں صبا صاحب کی ہم نشینی نے اس میں مزید اضافہ کیا اور مشاعروں میں شریک ہونے لگے عشقیہ شاعری شروع کی پھر طنز ومزاح کی جانب متوجہ ہوئے، اب تصوف کی جانب رجحان ہے، زبان صاف اور تلفظ غلط نہیں ہوتا، خیالات میں پاکیزگی وصفائی ہے ہندی رسم خط میں چھپا ہوا اساتذہ قدیم کا کلام پڑھتے رہتے ہیں جس کے باعث خاصہ درک پیدا ہو گیا ہے، جدید وقدیم رنگ کی آمیزش کلام میں ملتی ہے، نعت بھی کہتے ہیں اور مزاحیہ اشعار بھی، یہ اشعار آپ کے ہیں:

نعت:

بھول سکتے نہیں ہم آپ کے احسانوں کو



Marfat.com

آپ نے بخشا ہے قرآن مسلمانوں کو
کتنے فیاض ہیں سرکار مدینے والے
راہ جنت کی بتا دیتے ہیں دیوانوں کو

## پربھودیال رقم:

رقم کے والد منشی رگھبیر دیال سکسینہ ۱۸۳۶ مین بسلسلۂ ملازمت بوندی پہنچے اور وہین ۱۲ جنوری ۱۸۹۱ء کو رقم پیدا ہوئے اور اپنے نانا ایشوری پرشاد عاصی کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت حاصل کی، اردو فارسی اور انگریزی سے واقف ہیں بعد ختم تعلیم ریاست بوندی مین ہی ملازمت شروع کی اور ترقی کر کے دیوان ریاست کے عہدے سے پنشن یاب ہوئے آج کل جے پور میں مقیم ہیں، اور ایک ہندی کے اخبار کی ادارت کر رہے ہیں نہایت ضعیف و نحیف ہو گئے ہیں۔ مگر تحریر کے معاملے میں جواں ہمت ہیں، مفتوں کوٹوی نے اپنے ایک مضمون میں ان کی نسبت تحریر کیا ہے: ''شغل قرطاس و قلم میں ڈوبے رہتے ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں''

## تحفۂ عید میلاد النبیؐ:

یہ رسالہ اردو میں لکھا گیا اور اردو ہی میں ۱۹۵۸ مین شیام لیتھو پریس جے پور سے چھپ کر شائع ہوا اس میں نظم و نثر کے ذریعہ گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں اور پیغمبر اسلام کی نعت و ثنا کے ذریعہ: اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ طرز نگارش شستہ اور مدلل ہے۔

## پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی:

پیدائش ۱۸۱۱ء، تعلیم لاگریجویٹ، خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی کے شاگرد



Marfat.com

تھے، دیا شنکر پستہ قد، گندمی رنگ، سیہ چشم اور چھریرے بدن کے مالک تھے، بذلہ سنجی وحاضر جوابی، آزادی و بے باکی ان کے مزاج میں رچی بسی تھی، مال و دولت کی انھیں حرص نہ تھی، نہ کبھی کسی کی مدح سرائی کی اور نہ کبھی کسی شاہی دربار سے وابستہ ہوئے، وہ شاہی فوج میں ایک معمولی وکیل کی حیثیت سے ملازم تھے، اور اسی کی آمدنی سے مطمئن تھے، ان کی تصنیف شہرۂ آفاق مثنوی گلزار نسیم ہے۔

مثنوی گلزار نسیم معرکۃ الاراء تصنیف کے خالق کی عمر کا آفتاب ابھی بلندی کی انتہائی منزلوں کی طرف گامزن ہی تھا کہ قضا وقدر کے بے رحم ہاتھوں نے ان پر وار کیا، ۱۸۴۴ میں صرف ۳۲ سال کی عمر میں پنڈت دیا شنکر نسیم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے، اور ان کا یہ شعر حقیقت بن گیا:

روح رواں و جسم کی صورت کا کیا کہوں
جھونکا ہوا کا تھا اِدھر آیا اُدھر گیا

## شیو پرشاد وہبی لکھنوی

منشی شیو پرشاد وہبی ولد رائے سوبھا رام وصفی قوم کائستھ سکسینہ باشندہ لکھنو، مطبع نولکشور میں اودھ اخبار کے منیجر تھے، ان کا کلیات مرقع از ژنگ کے نام سے اگست ۱۸۸۰ مین طبع ہوا، کلیات میں ۱۲۳ صفحات ہیں۔

نعت کے علاوہ ان کی کلیات میں ایک نظم مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات جل جلالہ نہایت پرزور ودل آویز ہے۔

تو قادر و غیور و غنی و کریم ہے
تو مالک و سمیع و بصیر و علیم ہے



Marfat.com

تو وارث و حلیم و غفور و رحیم ہے
تو حافظ و حفیظ عزیز و کلیم ہے
واحد ہے تو قدیر ہے تو کبریا ہے تو

چاہے جو تو گدا کو ابھی بادشہ کرے
ذرے کو اوج نیر اعظم عطا کرے
در کو حذف حذف کو درِ بے بہا کرے
قطرے کو دم میں قلزم بے انتہا کرے
بحر عطا و بخشش و جود و سخا ہے تو

## مہاراجہ سر کشن پرشاد:

مہاراجہ پرشاد (م ۱۳۵۹ ہجری) کے نعتیہ کلام ''ہدیہ شاد'' کی اشاعت ۱۳۲۶ ہجری میں ہوئی یہ پہلے معروف ہندو نعت نگار تھے، جنہوں نے کثرت سے نعت رسول اکرم کہی، ان کا مجموعہ نعت تقریباً ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، شاد کے نعتیہ اشعار جذب وشوق اور حب رسول سے بھرے ہوئے ہیں، اور محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کسی غیر مسلم کا کلام ہے۔ چند شعر دیکھیے:

کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں
پر بندہ ہوں اس کا جو ہے سلطان مدینہ

کافر عشق محمدؐ ہوں میں شاد
سبحہ سے بڑھ کر مرا زنار ہے



Marfat.com

طواف روضہ عین حج ہے اے شاد
مرا کعبہ مدینے کی گلی ہے۔

شاد کے کلام میں رسمی اور تقلیدی نعت گوئی کے بجائے حقیقی نعت گوئی کی جھلک ملتی ہے ان کی نعتوں کی بڑی خوبی ان کی تاثیر ہے، مختصر بحروں اور سادہ زمینوں میں ان کی یہ نعتیں دیکھیے جو سہل ممتنع کے نمونوں مین شمار ہوتی ہیں۔

ساز گار اپنا زمانہ ہوگیا
ہند سے طیبہ کا جانا ہوگیا
مدینے کو چلو دربار دیکھو
رسول اللہ کی سرکار دیکھو

ان کی نعتوں میں عربی الفاظ وتراکیب بھی ملتی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نعت کی زبان اور اس کے انداز کے جملہ پہلوؤں سے پوری طرح باخبر ہیں، یہ شعر دیکھیے:

ان کا کہنا ہے وحی ما یوحی
نہ بناوٹ نہ اس میں کوئی قصور

شمس الضحی، بدر الدجی، خیر الوری نور الھدی
شان خدا فضل الہ شاہنشہہ کرسی نشیں
ختم الرسل ہادی کل ہیں باعث ہر جز وکل
سلطان دین، شمس الیقیں ہیں رحمۃ للعالمین



Marfat.com

پہلا شعر ایک قصیدہ کا ہے جو ۱۷۰ اشعار پر مشتمل ہے، چھوٹی بحر میں یہ قصیدہ شاد کی نعت گوئی کا کمال ہے۔

شاد کے مضامین کا غالب حصہ اظہار عشق و وابستگی رسول اللہ اور اوصاف محمدی کے تذکار پر مشتمل ہے کہیں کہیں احد اور احمد بے میم کے مضمون بھی باندھے ہیں جن پر غیر اسلامی عقائد کے اثرات نظر آتے ہیں انھیں اس امر کا شدت سے احساس ہے کہ وہ مسلمان نہیں اکثر شعروں میں وہ اپنے کفر کا حوالہ دیتے ہوئے حضور اکرم کی رحمۃ للعالمین کے صدقے عفو و بخشش کے طلب گار ہوتے ہیں ایسی جگہوں پر ان کے شعر موثر اور کیف آور ہیں۔

کلام کی کثرت اور کیف کے باعث غیر مسلم نعت نگاروں کے دو تین بڑے شاعروں میں شاد شمار ہوتے ہیں داخلی کیفیات محبت کے ساتھ ساتھ انہوں نے آنحضرت کے ظاہری جمال کے بارے میں متعدد شعر لکھے ہیں جن میں آپ کے زلف و عارض، خد و خال اور ابرو قامت کے حسن کو تشبیہ و استعارہ کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ ان کی سماجی منصب و مرتبہ اور ان کی نعت گوئی نے غیر مسلم حلقوں میں نعت کی تشہیر و اشاعت کو ترویج بخشا۔

## دلورام کوثری:

دلورام کوثری اس سلسلۂ نعت کے سب سے معروف شاعر ہیں ان کے حب رسول اور شغف نعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے مشہور صوفی پیر جماعت علی شاہ نے انھیں ''حسان الہند'' کا خطاب دیا ؎

ہے حسّانِ پہلا تو میں دوسرا ہوں
نہیں فرق اول میں ثانی میں رکھا



Marfat.com

خدانے اسے سونپی محفل عرب کی
مجھے بزم ہندوستانی میں رکھا

دلورام کوثری کے موضوعات نعت میں اس امر کا اظہار بکثرت پایا جاتا کہ وہ ہندو ہیں اور ان کا تعلق اس دین و مذہب سے نہیں جسے پیغمبر اسلام نے پیش کیا۔ اس احساس محرومی کے باوجود ان کے لب ولہجہ میں آنحضرت کی رحمۃ للعالمین محبت وشفقت اور آپ کے حلم ودرگذر کا مکمل یقین ہے، یہ یقین ان کی نعتیہ شاعری میں اتنا راسخ نظر آتا ہے کہ ان کے لب ولہجہ پر ہندو ہونے کا گمان تک نہین ہوتا۔

کوثری کی نعت پر غزل وتغزل کے اثرات نمایاں ہیں، مگر ان کے اسلوب میں داخلیت کے عنصر نے ان کی نعت کو حسن وتاثیر سے بھر دیا ہے، عشق محمدی کی سرشاری اور ذوق نعت سے شیفتگی کا اظہار ان کی نعت گوئی کے نمایاں اوصاف ہیں، اپنے ہندو ہونے کے ناطے انھوں نے نعت میں نئے نئے مضامین نکالے ہیں۔ درج ذیل شعر دیکھئے:

کچھ عشق محمد میں نہیں شرط مسلمان
ہے کوثری ہندو بھی طلب گار محمد

کرائے ہندو بیاں اس طرز سے تو وصف احمد کا
مسلماں مان جائیں لوہا سب تیغ محمد کا

لے کے دلورام کو حضرت گئے جنت میں جب
غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے

ایک روایت کے مطابق ''آخر میں انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور کوثر



Marfat.com

علی کوٹری ہوگے، ان کا مزار غالباً مشہور قبرستان میانی صاحب لاہور میں ہے۔

## درگا سہائے سرور جہان آبادی:

منشی درگا سہائے سرور قوم کایستھ سکسینہ کے پدر بزرگوار کا نام حکیم پیارے لال تھا۔ سرور دسمبر ۱۸۷۳ میں قصبہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ ان کے بزرگ قصبہ جہان آباد کے قدیم رئیس و زمیندار تھے ان کی ابتدائی تعلیم جہان آباد کے تحصیلی اسکول مین ہوئی۔ وہیں سے اردو مڈل کا امتحان پاس کیا۔ ابتدا ہی سے سرور اپنی ذہانت و ذکاوت کی وجہ سے اپنی جماعت میں ممتاز ہے، مڈل پاس کرنے کے بعد انھوں نے مولوی سید کرامت حسین بہار سے فارسی پڑھی، شعروسخن کا شوق بھی اسی وقت سے پیدا ہوا۔ چنانچہ ابتدا میں انھوں نے بہار سے اصلاح سخن بھی لی، لکھنے پڑھنے سے جس قدر وقت بچتا تھا شعر گوئی اور شعرا کا کلام دیکھنے میں صرف کرتے تھے، کچھ عرصہ بعد ایک پوسٹ ماسٹر صاحب سے انگریزی پڑھ کر دو سال میں انگریزی مڈل کا بھی امتحان پاس کیا، ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا بھی مشغلہ جاری تھا۔ ابتداءً میں وحشت تخلص اختیار کرتے تھے۔

سرور کو اردو اور فارسی زبانوں پر دستگاہ کامل حاصل تھی، انگریزی میں بھی اتنی لیاقت رکھتے تھے کہ انگریزی نظموں کو بخوبی سمجھ لیتے تھے، اور لطف اندوز ہو سکتے تھے، علمی لیاقت کیساتھ ساتھ ان کی معلومات اور تجربات کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا، انھیں وجوہات سے وہ جدید اردو شاعری کے ایک کامیاب شاعر ثابت ہوئے۔

۱۸۹۹ سے سرور کا کلام ادیب، مخزن اور زمانہ وغیرہ رسالوں میں



Marfat.com

شائع ہو کر مقبول عام ہونے لگا ان کی بدیہہ گوئی کا یہ عالم تھا کہ بحالت بیماری ان کو شراب مانگنے پر پانی دیا گیا تو ہنس کر فرمایا:

بجائے مے دیا پانی کا ایک گلاس مجھے
سمجھ لیا مرے ساقی نے بدحواس مجھے

سرور ۳ دسمبر ۱۹۱۰ کو محض ۳۷ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے، ان کی وفات کے بعد ان کے کلام کا مجموعہ ''جام سرور'' اور ''خمخانہ سرور'' کے نام سے طبع ہوا، اپنے کلام کی عظمت کا سرور کو بخوبی احساس تھا چنانچہ خود کہا:

نقش باطل ہو نہیں سکتا کبھی نام سرور
دہر میں جب تک رہے گی گردش جام سرور

## پنڈت بالمکند عرش:

پنڈت بالمکند عرش ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ کو پیدا ہوئے، عرش کے والد ماجد حضرت جوش ملسیانی اردو فارسی کے جلیل القدر عالم اور اردو کے زبردست مشہور و معروف شاعر ہیں۔ ان کی ابتدائی تعلیم ملسیان اور نکودر میں ہوئی، پرائیوٹ بی اے کیا۔ ماہنامہ ''آجکل'' کے مدیر بھی رہ چکے ہیں۔ مضمون کی ندرت کے ساتھ زبان پر قدرت سونے پر سہاگہ ہے، حضرت عرش کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ہند پاک کے مشہور اور مقبول شاعر ہیں۔ شطرنج کھیلنے کے بڑے رسیا تھے، ان کے ادبی لطیفے محفل کی جان ہوتے تھے،

عرش صاحب دیوان نعت گو ہیں ان کا نعتیہ مجموعہ آہنگ مجاز اگر چہ



Marfat.com

مختصر ہے مگر اختصار کے باوجود نعت گوئی کے پختہ ذوق کا ترجمان ہے، مولانا عبدالماجد دریابادی نے عرش کی نعتیہ شاعری کا ذکر کرتے ہوئے جس پہلو کو خصوصیت سے بیان کیا ہے وہ ہندو مسلم مخلوط معاشرے میں اس انداز کی شاعری سے پیدا ہونے والی باہمی محبت ویگانگت ہے وہ کہتے ہیں:

''قومی اور اجتماعی حیثیت ..... وہ اس وقت کتنی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، ایک پل ایک برزخ ایک حرف ربط کا کام دے رہے ہیں ملک کے دو بڑی قوتوں دو بڑی تہذیبوں، دو بڑے مذہبوں کے درمیان، وہی خدمت جو ماضی قریب میں اس ملک وطن کے دو محترم ہستیاں انجام دے چکی ہیں ایک سروجنی نائیڈو اور دوسرے مہاراجہ یمین السلطنت سرکشن پرشاد شاد۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اپنی نعتوں سے عرش نے مذہبی تعصب سے بالاتر ہوکر مخلوط معاشرے میں محبت ورواداری کے جذبے کو فروغ دیا۔

عرش کی شاعرانہ صلاحیت اور تخلیقی استعداد نے ان کی نعتوں کو فنی محاسن سے بھر دیا ہے۔ سادگی، جذبات نگاری اور اظہار شیفتگی ان کی نعتوں کے نمایاں اوصاف ہیں، حضور اکرم کی ذات والا صفات سے نیاز مندی اور ارادے وعقیدت کے جو جذبات اور کیفیات ان کی نعتوں میں ملتے ہیں ان میں بقول مولانا دریا آبادی ''دلی تڑپ اور خلوص نمایاں ہے'' درج ذیل اشعار دیکھئے جن میں آنحضرت کے فیضان کا ذکر بھی ہے:

تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خون ہر بشر
حسن نمود زندگی رنگ رخ حیات نو
جو وہ چاہے تو مجھ کو اک نظر سے زندگی بخشے



Marfat.com

جو وہ چاہے تو بخت خفتہ بھی بیدا ہوجائے
اے عرش درِ محبوبِ خدا ملجا ہے مقدر والوں کا
کٹے ہیں تصور میں اپنے گو صبح وشام مدینے میں

عرش کی مختصر بحروں مین لکھی گئی نعتوں میں ترنم وموسیقی کے عناصر نے ایک کیف آور فضا پیدا کردی ہے۔ ان میں سلاست وروانی اور بے ساختگی کی خصوصیات نے حسن وتاثیر مین اضافہ کردیا ہے۔ ذیل کے مطلعے ملاحظہ ہوں:

رخ مصطفیٰ کا جمال اللہ اللہ
زبان کا وہ حسن مقال اللہ اللہ
معطر فضا مست ساری خدائی
صبا مشک افشاں مدینے سے آئی

عرش کی نعتوں میں آنحضرتؐ کے اوصاف کے بیان میں ایک محتاط رویہ کا اظہار ہوا ہے غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی انھوں نے اپنی نعتوں میں صداقت اور حقیقت پسندی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

## جگن ناتھ آزاد:

نام جگن ناتھ تخلص آزاد، ولدیت پروفیسر تلوک چند محروم، پیدائش دسمبر ۱۹۱۸ء میانوالی (پاکستان) تعلیم: ایم، اے۔ شاعری انھیں وراثت میں ملی ہے، مگر انھوں نے اپنی کاوشوں سے شاعری کو سنوارا اور نکھارا ہے، آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں بیکراں، طلوع فردا، اور نوائے پریشان کافی مشہور ہیں۔ آپ منسٹری آف انفارمیشن اینڈ بروڈ کاسٹنگ میں ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن آفیسر رہ چکے ہیں۔ ممتاز اقبال پرستوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔



Marfat.com

## کنور مہندر سنگھ بیدی:

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر ۱۹۱۰ کو پیدا ہوئے۔ پرانے انگریز پرست خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ انگریز کی خدمات بجالانے میں آپ کے والد صاحب کو نائٹ سر کا خطاب عطا ہوا۔ اپنے والد کی خدمات کی وجہ سے آپ مجسٹریٹ تعینات ہوئے اور برسوں دہلی کے مجسٹریٹ رہے، آپ کو مرغ تیتر اور بٹیر لڑانے کا بہت شوق تھا، اس کے ساتھ ساتھ آپ کو شاعری کا بھی شوق ہوا اور آپ رئیس شاعروں سر شنکر لال شنکر آف دلی کلاتھ ملز اور سر شانتی سروپ بھٹناگر کے دوستوں میں سے تھے۔

## مہر لال سونی ضیا

مہر لال ضیا فتح آباد امرتسر کے رہنے والے ہیں، ۹ فروری ۱۹۱۳ کو سابق ریاست کپورتھلہ میں پیدا ہوائے۔ مہاراجہ ہائی اسکول جے پور سے میٹرک ۱۹۲۹ء میں ہندو سبھا کالج امرتسر سے ایف اے ۱۹۳۱ میں فورمین کرسچن کالج سے بی اے ۱۹۳۳ اور وہیں سے ایم اے انگریزی ۱۹۳۵ میں کیا، ملازمت ریزرو بینک میں ۱۹۳۶ سے ۱۹۷۱ تک کی۔ شادی ۱۹۴۲ میں ہوئی، جون ۱۹۳۰ میں علامہ سیماب اکبرآبادی کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے، قطعات کا مجموعہ ''طلوع'' ۳۳ میں چھپا، ''نئی صبح'' کے نام سے ۵۱ء میں اور ''گرد راہ'' کے عنوان سے ۶۲ء میں دو مجموعے کلام منظر عام پر آچکے ہیں۔ ملازمت کے سلسلے میں کانپور دہلی مدراس اور بمبئی میں قیام رہا۔ ۱۹۷۳ میں شعر اور شاعر مرتب کی اور ملازمت سے ریٹائر ہو گئے۔



Marfat.com

## ساحر ہوشیار پوری:

جناب رام پرکاش ساحر ۵ مارچ ۱۹۱۳ء کو ہوشیار پور کے ایک خوش حال اور معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے مدارج طے کر کے ۱۹۳۵ میں گورنمنٹ کالج لاہور سے فارسی میں ایم اے کیا ۱۹۴۷ میں ترک وطن کے بعد کانپور سے ماہنامہ ''چندن'' جاری کیا، سلسلہ تجارت کی مصروفیات نیز ادبی سرگرمیوں اور ذہنی آوارگی کے مشغلے کلکتہ بمبی مدراس کانپور لاہور کراچی، بنارس، بنگلور کی فضاؤں میں پرواز کرتے رہے۔ ابو الفصاحت حضرت جوش ملیسانی سے شرف تلمذ ہے۔ خاندان داغ کی متروکات کے پابند ہیں۔ چالیس برس سے اردو کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے، رسم خط کو تبدیل کرنے کے سخت مخالف ہیں اور اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اردو صرف زندہ زبان ہی نہیں رہے گی بلکہ دنیا کی زندہ و تابندہ زبانوں کی طرح ترقی بھی کرتی رہے گی۔ مجموعہ غزلیات ''سحر غزل'' ۱۹۵۹ میں طبع ہوا، دوسرا مجموعہ سحر نو جشن ساحر کی تقریب پر ۱۵ اگست ۱۹۷۰ کو ماہر غالبیات لالہ مالک رام نے ریلیز کیا، سحر نغمہ پر ہند سرکار کی وزارت تعلیم نے انعام بھی دیا۔ اب مرحوم ہو چکے ہیں۔

## کچھ ہندو نعت گو شعراء کے نام اس طرح ہیں:

(۱) منشی روپ چند

(۲) ہرگوپال تفتہ

(۳) پیارے لال رونق

(۴) چندی پرشاد شیدا



Marfat.com

(۵) دوارکا پرشاد وقف

(٦) مہاراج بہادر برق

نعت گو شعراء کا انتخاب اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں



Marfat.com

## دیا شنکر نسیم

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان یکسر
حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے
یعنی کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اس پہ ہوئی سخن پرستی
کرتا ہے زبان کی پیشبستی

☆☆☆

## شیو پرشاد وہبی لکھنوی

بے خبر ہوں دونوں عالم سے سوائے مصطفیٰ
یا الٰہی! دل ہوا ایسا مبتلائے مصطفیٰ
دل ہے میرا بستۂ زلف دو تائے مصطفیٰ
ان ہے پروانہ شمع لقائے مصطفیٰ
بوریائے فقر تخت سلطنت سے ہے سوا
بادشاہ ہفت کشور ہے گدائے مصطفیٰ
شافع محشر ملا ہے کس پیمبر کو خطاب
کون محبوب الٰہی ہے سوائے مصطفیٰ



Marfat.com

جو ہوا سائل ، رہی اس کو نہ پھر لکھ احتیاج
ایسا کردیتی ہے مستغنی عطائے مصطفیٰ
آدمی کیا ، مدح کرسکتے نہیں ، جن وملک
حق تعالی آپ کرتا ہے ثنائے مصطفیٰ
آسماں پر لوگ کہتے ہیں جنھیں شمس وقمر
زیب ہے کہئے کہ ہیں یہ نقش پائے مصطفیٰ
ذرے اس در کے ہیں کیا سیارے کیا شمس وقمر
جلوہ آرا شش جہت میں ہے ضیائے مصفیٰ
ہوتی ہے حسرت یہی، کیوں دل نہ میرا یہ ہوا
دیکھتا ہوں جب میں وہبی نقش پائے مصطفیٰ

☆☆☆

# منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی

دل بیتاب کو سینے سے لگا لے آجا
کہ سنبھلتا نہیں کم بخت سنبھا لے آجا
پاؤں ہیں طول شب غم نے نکالے آجا
خواب میں زلف کو مکھڑے سے لگا لے آجا
بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا
نہیں خورشید کو ملتا ترے سائے کا پتا
کہ وہی نور ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا
کون ہے ماہ عرب کون ہے محبوب خدا



Marfat.com

اے دو عالم کے حسینوں سے منرالے آجا
دل ہی دل میں مرے ارمان کھلے جاتے ہیں
خاک پر گر کے در اشک رلے جاتے ہیں
تیری رسوائی پہ کم بخت تلے جاتے ہیں
ہوں یہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں
کملی والے مجھے کملی میں چھپالے آجا
ہائے و اماندگی و وسعت داماں صراط
المدد المدد اے خضر بیابان صراط
ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا
کان میں کچھ جو ادھر عذر نزاکت نے کہا
مرحبا بڑھ کے ادھر شاہد وحدت نے کہا
آبلائیں تری لوں جوش محبت نے کہا
پہونچا محبوب تو مشاطۂ قدرت نے کہا
خلوت راز میں اے ناز کے پالے آجا

☆☆☆

# سرکشن پرشاد شاد

بلوائیں مجھے شاد جو سلطان مدینہ
جاتے ہی میں ہوجاؤں گا قربان مدینہ
وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوب خدا ہیں
کعبے سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شان مدینہ
روکیں گے نہ دربار میں جانے کے لئے شاد



Marfat.com

پہچانتے ہیں اب مجھے دربان مدینہ
ہے قرب نبی ہی سے یہ عزت واجالا
قالب ہے مدینہ تو وہ ہی جان مدینہ
لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشق نبی کو
تحفہ ہے مرے پاس یہ شایان مدینہ
دیکھے جو تحیر میں مرے شوق نبی کو
سکتے میں رہے نرگس بستان مدینہ
کھولے در جنت کو یہی کہتا ہے رضواں
بے خوف چلے جائیں غلامان مدینہ
نشہ ہے وہ ان کو جو اترتا ہی نہیں ہے
توحید کی مے پیتے ہیں مستان مدینہ
خاک رہ یثرب کو بناؤں گا میں سرمہ
دیکھوں گا ان آنکھوں سے جو میدان مدینہ
اللہ دکھا دے تو مجھے روضۂ اقدس
باقی کہیں رہ جائے نہ ارمان مدینہ
کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی
کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطان مدینہ
کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں
پر بندہ ہوں ان کا جو ہیں سلطان مدینہ
کیا مجھ سے ثنا ہوسکے اک مور ہوں ادنی
اعلی ہیں وہی جو ہیں سلیمان مدینہ



Marfat.com

مومن جو نہیں ہوں تو میں کافر بھی نہیں شاد
اس زمرے سے آگاہ ہیں سلطان مدینہ

☆☆☆

## مہاراجہ کشن پرشاد شاد

کان عرب سے لعل نکل کر سرِ تاج بنا سرداروں کا
نام محمد اپنا رکھا سلطان بنا سرکاروں کا
روپ ہے تیرا رتی رتی ، نور ہے تیرا پتی پتی
مہر و مہ کو تجھ سے رونق نور بنا سیاروں کا
امی گو سب کہتے تھے ، علم لدنی کا تھا عالم
راز بھرا تھا سینے میں قرآن کے تیس پاروں کا
بادۂ عرفاں ملتا ہے ساقی کے میخانے سے
شاد مقدر فضل خدا سے جاگا اب میخواروں کا

☆☆☆

## دلورام کوثری

عظیم الشان ہے شان محمد
خدا ہے مرتبہ دان محمدؐ
کتب خانے کیے منسوخ سارے
کتاب حق ہے قرآن محمدؐ
نبی کے واسطے سب کچھ بنا ہے
بڑی ہے قیمتی جان محمدؐ



Marfat.com

شریعت اور طریقت اور حقیقت
یہ تینوں ہیں کنیزان محمدؐ
فرشتے بھی یہ کہتے کہ ہم ہیں
غلامان غلامان محمدؐ
نبی کا نطق ہے نطق الٰہی
کلام حق ہے فرمان محمدؐ
خدا کا نور ہے نور پیمبر
خدا کی شان ہے شان محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ وحیدرؓ
یہی ہیں چار یاران محمدؐ
علی ان میں وصیٔ مصطفیٰ ہے
علی ہے رنگ بستان محمدؐ
علیؓ و فاطمہؓ شبیرؓ وشبر
بسا ان سے گلستان محمدؐ
بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا
میں ہوں ہر دم ثنا خوان محمدؐ

☆☆☆

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا
کہ مصروف شیریں زبانی میں رکھا
میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر



Marfat.com

قمر کو مری پاسبانی میں رکھا
نہیں اختیار اب سے کی نعت گوئی
یہی شغل ہم نے جوانی میں رکھا
در مصطفیٰ کی ملے گر گدائی
تو پھر کیا ہے صاحب قرآنی میں رکھا
بہار ریاض ثنائے نبیؐ نے
دہن کو مریے گلفشانی میں رکھا
نبیؐ کے ہوئے نعت گو دو برابر
کہ دونوں کو اک مدح خوانی میں رکھا
ہے حسان پہلا تو میں دوسرا ہوں
نہیں فرق اول میں ثانی میں رکھا
خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی
مجھے بزم ہندوستانی میں رکھا
لکھیں کوثری عمر بھر ہم نے نعتیں
نہ کچھ اور غم زندگانی میں رکھا

☆☆☆

# بالمکند عرش

کہہ دل کا حال شاہ رسالت مآب سے
ہو بے نیاز ذکر عذاب و ثواب سے
دل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو
کر اکتساب نور اسی آفتاب سے



Marfat.com

ذکر نبی کروں گا تو کہدوں گا حشر میں
لایا ہوں ارمغان یہ جہان خراب سے
سجدہ گزار ہوکے در مصطفیٰ پہ تو
ہو ملتجی کرم کا خدا کی جناب سے
کہتی ہے خلق مجھ کو خرا باقی نبی
اچھا کوئی خطاب نہیں اس خطاب سے
کیف خیال شاہ رسالت سے مست ہو
بڑھ کر کوئی شراب نہں اس شراب سے
ہوتا ھے عرش دولت دیں سے جو بہرہ ور
تع بھی رجوع کر شہ دیں کی جناب سے

☆☆☆

رخ مصطفیٰ کا جمال اللہ اللہ
زبان کا وہ حسن مقال اللہ
نگاہوں پہ جادوں دلوں پر تسلط
جمال اللہ اللہ جلال اللہ اللہ
جہاں کے لئے مزدۂ عید عرفان
عرب کے فلک کا ہلال اللہ اللہ
جہاں ذکر احمدؐ سے لبریز مستی
سرور مئے وجد و حال اللہ اللہ
جہالت کی ظلمت ہر ایک دل سے بھاگی



Marfat.com

یہ تنویر شمع خیال اللہ اللہ
یہ نور ہدایت یہ تفسیر وحدت
عمل سے بھی افضل خیال اللہ اللہ
سزاوار فیض در مصطفیؐ ہے
سوالی کا دست سوال اللہ اللہ
اتر آئے خود عرشی وکرسی سے جلوے
نبوت کا اوج کمال اللہ اللہ

☆☆☆

## دھرم پال گپتا وفاؔ

چھڑا کے بتؔ کی پرستش سکھائی تھی وحدت
ترے خیال کی ترویج عام ہو جائے
شراب نوشی کی بدعت نہ عام ہو جائے
کہ اس کا پینا پلانا حرام ہو جائے
سکھایا اہل. عرب کو برابری کا سبق!
کہ امتیاز کا قصہ تمام ہو جائے
سیاسیات سے مذہب ملا دیا تونے
کہ دین و دنیا کا سب انتظام ہو جائے
عرب کو تونے جہالت سے پاک کرڈالا
تو کیوں نہ دل میں ترا احترام ہو جائے
ترے خیال میں یہ سخت نا مناسب تھا



Marfat.com

بشر کوئی بھی بشر کا غلام ہو جائے
رفاہعام ہی تیرا تھا جبکہ نصب العین
لقب نہ کیوں ترا خیرالانام ہو جائے
وفا جہاں میں وہ عالی مقام ہوتاہے
عطا جسے مئے عرفاں کا جامہو جائے

☆☆☆

# منشی بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی

بانی اسلام اے خور شید تابانِ عرب
اے محمدؐ مصطفٰے جان عرب شان عرب
ظِلّ اقدس میں پھلا پھولا گلستانِ عرب
جگمگایا نورِ وحدت سے بیابانِ عرب
آپ کے پیغام کی بنیاد تھی الہام پر
اک نئی دنیا بسا ڈالی خدا کے نام پر
اپنے مسلک کے محافظ اپنی امت کے کفیل
سینہ شفاف کی خاک مدینہ ہے دلیل
آپ نے کردی نجات روح کی پیدا سبیل
حشر میں اہل صفا کے آپ ہی ہوں گے وکیل
لاکھ کعبے ضوفشاں تھے دیدۂ پرنور میں
روشنی پیدا نہ تھی ایسی چراغ طور میں
آپ پر نازل خدائے پاک نے قرآں کیا



Marfat.com

سرمئہ توحید سے وا دیدۂ عرفاں کیا
آشکارا زندگی کا جوہر پنہاں کیا
پیکر اقدس کو رشک کعبۂ ایماں کیا
جو نہ سمجھیں آپ. کا رتبہ وہ اہل دل نہیں
اور کوئی جادۂ تسلیم کی منزل نہیں
ورنہ ہے چشم ضمیر اب تک نہ صاحب دل ہوں میں
دور ہے کوسوں جو بیداری سے وہ غافل ہوں میں
ناشناس راز پنہان حق و باطل ہوں میں
کیسے پھر اسلام کی تفہیم کے قابل ہوں میں
گو مسلمان میں نہیں پر قائل اسلام ہوں
کیوں کہ مردان خدا کا بندۂ بے دام ہوں

☆☆☆

## سوم ناتھ سوم مورنڈوی

ہے جو کائنات میں شاہکار اسی شاہکار کی بات ہے
جو قیام گاہ رسول ہے یہ اسی دیار کی بات ہے
شب وروز میری زبان پر اسی بزم نور کے ذیل میں
کبھی آستانے کا ذکر ہے کبھی رہ گزار کی بات ہے
ہے خزاں کی حد سے بلند جو ہے دوام جس کی بہار کو
یہ اسی مدینے کا ذکر ہے اسی لالہ زار کی بات ہے
مرے اشک غم کی نزاکتیں تو سمجھ کبھی مرے ناصحا



Marfat.com

جو مری نگاہ سے دور ہے یہ اسی بہار کی بات ہے
ہے قرآن سے جو قریب تر ہے بس وہی معتبر
جو کلام حق کا آئینہ وہی اعتبار کی بات ہے
یہ جسارت نگہ طلب کہ ہے چھیڑ پردۂ حسن سے
کچھ ادب کا پاس بھی بے ادب یہ جمال یار کی بات ہے
جسے ربط صبح ازل سے ہے وہ پھر بھی دیکھیں گے آنکھ سے
فدا دم تو لے دل مبتلا فقط انتظار کی بات ہے
ہے قدم میں جس کے شہنشہی ہوئی ختم جس پہ پیمبری
وہ جو تاج بخش زمانہ ہے اسی تاجدار کی بات ہے
یہ اثر اسی کا ہے یا نبیؐ جو عقیدت اس کو ہے آپ کو
بھلا نعت کہنا بھی سوم کے کہیں اختیار کی بات ہے

☆☆☆

## رگھوناتھ خطیب سرحدی

مبارک ، عطائے خدائے دو عالم
نبی اشرف انبیاء فکر آدم
ندا آمد از دم بہ دم عرش اعظم
سلام علیکم نبی مکرم
وہ ہیں اور ہے مغفرت کا جنھیں غم
ہمارے نبی ہیں شفیع دو عالم
غلامان حضرت کو کیا تشنہ کامی



Marfat.com

وہاں جام کوثر یہاں چاہ زمزم
کرم ڈھونڈھتا ہوں کرم چاہتا ہوں
نبی مکرم نبی مکرم
کلیمؑ و حبیب خدا الاٰلہ اللہ
وہاں طور سینا یہاں عرش اعظم
محبت ہی لائی ہے اس در پہ ورنہ
رگھوناتھ اور وصف شاہ دو عالم

☆☆☆

# سرداری لعل نشتر

جناب محمد شہ انبیا تھے
مگر دستگیر امیر وگدا تھے
طلسم عداوت کو حضرت نے توڑا
خلائق میں رشتہ محبت کا جوڑا
یتیموں کے محسن نگہبان تھے وہ
غریبوں پہ سو دل سے قربان تھے وہ
گناہوں کے جس وقت طوفاں بپا تھے
وہی کشتئ دہر کے ناخدا تھے
کیے صاف پہلے تو دل کاوشوں سے
جلا دی پھر اخلاق کی تابشوں سے
بچایا ہر انسان کو لغزشوں سے



Marfat.com

رہائی جہاں کو ملی شورشوں سے
ہدایت کا دنیا میں پیغام لائے
وہ شمع تجلائے اسلام لائے
نہ کی رنج وغم کی شکایت کسی سے
نہ رکھی جہاں میں عداوت کسی سے
میسر یہ قدرت کسی کو کہاں تھی
زبان محمد خدا کی زباں تھی
زمانے میں کسی طرح رہتی غلامی
کہ تھے آپ آزدیوں کے پیامی
ہیں ممنون احسان ذات گرامی
عراقی و ترکی حجازی و شامی
فقط ایک نشتر ہی کیا مدح خواں ہے
ثنا خواں محمد کا سارا جہاں ہے

☆☆☆

## منشی گوبند پرشاد فضا

محمد رہنمائے انس و جاں ہے
رسول کبریائے دو جہاں ہے
وہ محبوب جناب کبریا ہے
شفیع المذنبین روز جزا ہے



Marfat.com

لقب ہے سید کونین زیشاں
خدا ایسا کوئی دنیا میں پیدا
نہ تھا آگے، نہ اب ہے اور نہ ہوگا
نہیں ہرگز یہ طاقت ہے زباں کو
جو نعت مصطفیٰ کچھ بھی بیاں ہو
نہیں توصیف کا ہے مجھ کو یارا
کروں اب عرض مطلب آشکارا
دعا میری یہ اے شاہ امم ہے
مجھے بھی تجھ سے امید کرم ہے

☆☆☆

## جگن ناتھ کمال

وجود عالم امکاں ہوا جب حکم قدرت سے
تو چھینٹے چار سو اڑنے لگے دریائے رحمت سے
عناصر بھی گلے ملنے لگے مہر و محبت سے
ہوئی آراستہ بزم دو عالم حسن فطرت سے
وہ نور سرمدی آدم کی پیشانی پہ جا بیٹھا
یہی نور ازل خود غایت امکاں عالم تھا
یہی وہ نور تھا جو باعث تخلیق آدم تھا
یہی دنیائے محزوں میں چراغ خانۂ غم تھا



Marfat.com

یہی وہ روشنی تھی جس سے کفر و جہل کو رم تھا
یہی پیغمبروں میں منتقل ہوتا رہا برسوں
یہی سب ہادیان خلق کا تھا رہنما برسوں
بڑی ہی منتوں کے بعد شام منتظر آئی
شب اندوہ غم گزری سعادت کی سحر آئی
رہین ہجر کو تسکین کی صورت نظر آئی
کہ کانوں میں ندائے آمد خیر البشر آئی
ہر اک بیٹھے ہوئے دل میں خوشی کا ولولہ اٹھا
ہر اک جانب سے شورآمد خیر الوری اٹھا
غریبوں کے نہال آرزوئے دل میں پھل آئے
گرے مینار کسری کفر و بدعت میں خلل آئے
بجھا آتشکدہ جب مظہر نور ازل آئے
زمیں چومی بتوں نے سجدے میں لات وہبل آئے
امین آمنہؓ سے بزم ہستی جگمگا اٹھی
زمانے بھر میں امیدوں کی کھیتی لہلہا اٹھی
مبارکباد دینے کے لئے روح الامیں آئے
مبارک ہو کہ بزم دہر میں خلوت نشیں آئے
امین جنس وحدت آئے ختم المرسلیں آئے
محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمیں آئے

☆☆☆



Marfat.com

# چمن لال چمن

وہ خاتم پیغمبراں
وہ شاہ وہ شاہنشہاں
وہ غمگسار بیکساں

محبوب رب دو جہاں
وہ جس کے آنے سے کھلی
دل کے گلستاں کی کلی
پھر پھولنے پھلنے لگی
جو شاخ تھی سوکھی ہوئی
ٹوٹی ہوئی پھوٹی ہوئی
مشرق سے مغرب تک ہوا
اک دم اجالا نور کا
اور کفر کی ظلمت جو تھی
کافور گویا ہوگئی
آنے سے اس کے بے گماں

☆☆☆

# سندر لال حمید

اک رام سنیہی گیانی گرو کل مجھ کو ملا تھا یارو میں
وہ نین رسیلے پریم بھرے دلدار تھا وہ دلداروں میں



Marfat.com

لولاک لما کا تاج دھرے وہ کملی والا من موہن
توحید کی مالا ہاتھوں میں، کہتا تھا یہی ناداروں میں
سب مایا ہے اس خالق کی جو خالق ہے ہر کایا کا
تم اس کے ہوتے اپنا سر کیوں دھرتے ہو بیچاروں میں
وہ جگت گیانی من موہن تھا واقف مہر کے رازوں سے
گن گیان کو لیکر آیا تھا وہ غفلت کے بیماروں میں
میں سیس نواؤں چرنن لاگوں نام محمد جس کا ہے
شدر اور ویش کیے سب داخل جس نے ہر کے پیاروں میں
ہم داس رہیں گے مرتے دم تک یار واس گر گیانی کے
ہیں روپ سروپ محمد کے یاں قدرت کے آچاروں میں
تم لے لے اس کا نام حمید اپدیش کرو اس نگری میں
یہ گیان دھرم کی آن نہیں ہے جا کر چھپنا غاروں میں

☆☆☆

## راجیند ربھا درموج

نور ہی نور ہے تا عرش بریں آج کی رات
راستہ تکتے ہیں جبریل امیں آج کی رات
ہیں وہی پھول وہی روز کے ماہ انجم
جانے کیوں لگتی ہے ہر چیز حسیں آج کی رات
دیکھ کر عرش پہ محبوب خدا کی آمد
رک گئی گردش افلاک و زمیں آج کی رات



Marfat.com

ایک لمحے میں سفر اور زمیں سے تا عرش
ایک انسان ہوا سدرہ نشیں آج کی رات
قابل فخر ہے یہ رات کہ اک ابن بشر
بن گیا راز الٰہی کا امیں آج کی رات
مذہب و قوم سے محدود نہیں فیض رسولؐ
جھک گئی سارے زمانے کی جبیں آج کی رات
موج طوفان عقیدت کا کرشمہ یہ ہے
کشتی ابھی بھی ہے ساحل کے قریں آج کی رات

☆☆☆

## پچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی

عجائب رات تھی وہ نور افشاں
کہ ہر کوکب تھا اک مہر درخشاں
کہوں گر رات اس کو ، ہے تامل
کہوں گر دن تو عالم میں پڑے غل
غرض غفلت سبھوں پر چھارہی تھی
خرد داروئے حیرت کھا رہی تھی
سفیر نیک پے پیغام لایا
سلام حق کہا، اور یہ سنایا
چل اٹھ اے شہ کہ ہے معراج تیرا
فلک بھی آج ہے محتاج تیرا

☆☆☆



Marfat.com

# برج موہن دتاتریا کیفی دہلوی

ہو شوق نہ کیوں نعت رسول دوسرا کا
مضموں ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا
تھی بعثت محمود خداوند کو منظور
تھا پھل وہ بشارت کا نتیجہ نہ دعا کا
پہنچا یا ہے جب اوج سعادت پہ جہاں کو
پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غار حرا کا
معراج ہو مومن کو نہ کیوں اس کی زیارت
ہے خلد بریں روضۂ پرنور کا خاکا
دے علم و یقیں کو مرے رفعت شہ عالم
نام اونچا ہے جس طرح مرا اور صفا کا
یوں روشنی ایمان کی دے دل میں کہ جس سے
بطحا سے ہوا جلوہ فگن نور خدا کا
ہے حامی و ممدوح مرا شافع عالم
کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روز جزا کا

☆☆☆

# فراق گورکھپوری

انوار بے شمار معدوم نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں



Marfat.com

معلوم ہے کچھ تم کو محمد کا مقام
وہ امت اسلام میں محدود نہیں

☆☆☆

## مہر لال سونی ضیا فتح آبادی

کرو تلاش حقیقت کی بزم باطل میں
کہ لغزشیں ہیں کہاں پائے عزم کامل میں
خدا ہے ایک نہیں ہے کوئی شریک اس کا
کہاں ردا ہے بت خانہ ساز کی پوجا
نجات مذہب و ملت کے اتحاد میں ہے
نوید عشرت باقی خدا کی یاد میں ہے
غلط روؤں کو رہ مستقیم پر لاؤ
مقابلہ ہو اگر موت کا نہ گھبراؤ
گدا و شاہ میں کچھ امتیاز تم نہ کرو
کسی غلام سے بھی احتراز تم نہ کرو
ستم کا نام مٹا دو جہان ہستی سے
کرو دلوں کو مسخر خدا پرستی سے

☆☆☆

## کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

تکمیل معرفت ہے رسول کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسول کی



Marfat.com

ہے مرتبہ حضورؐ کا بالائے فہم وعقل
معلوم ہے خدا ہی کو عزت رسول کی
تسکین دل ہے سرور کون و مکاں کی یاد
سرمایۂ حیات ہے الفت رسول کی
انسانیت، محبت باہم شعور وفکر
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسول کی
ترتیب دی گئیں شب اسری کی خلوتیں
صل علی یہ شان یہ عظمت رسولؐ کی
فرمان رب پاک ہے فرمان مصطفیٰ
احکام ایزدی ہیں ہدایت رسولؐ کی
اتنی سی آرزو ہے بس اے رب دو جہاں
دل میں رہے سحر کے محبت رسولؐ کی

☆☆☆

## ساحر ہوشیارپوری

ترے نام سے ابتدا ہورہی ہے
تری یاد پر انتہا ہو رہی ہے
زباں پاک، مسرور دل آنکھ روشن
جمال نبیؐ کی ثنا ہو رہی ہے
فدا ہو رہا ہے خدا خود نبیؐ پر
نبی پر خدائی فدا ہو رہی ہے



Marfat.com

جبیں جہاں آستان محمدؐ
عقیدت کی یہ انتہا ہو رہی ہے
کرشمہ ہے شان کریمی کا شاید
کہ مجھ سے خطا پر خطا ہو رہی ہے
مرا سر ہے پائے پیمبرؐ پہ ساحر
نماز ارادت ادا ہو رہی ہے

☆☆☆

## پنڈت رام پرتاپ اکمل جالندھری

کیا شان ہے جناب رسالتمآب کی
نظریں جھکی ہوئی ہیں مہ و آفتاب کی
بخشا کلام پاک سے رنگ حیات نو
تعلیم کہ رہی ہے مقدس کتاب کی
مذہب کو زندگی کے عمل سے ملا دیا
ممنون التفات ہے امت جناب کی
قرآن پاک اس کی صداقت پہ ہے گواہ
تھی کن بلندیوں پہ رسائی جناب کی
مرہون لطف صرف مسلمان ہی نہیں
منت کش کرم ہے خدائی جنابؐ کی
میرے بھی حال زار پہ ہو اک نگاہ لطف
بگڑی بنانے والے جہان خراب کی



Marfat.com

اکمل کہیں مقام ادب ہاتھ سے نہ جائے
توصیف لکھ رہے ہو رسالتمآب کی

☆☆☆

## بھگوان داس بھگوان

یا نبی المحترم یا خواجہ ارض و سما
یا رسول المختتم یا شافع روز جزا
ہادی کل امم یا مظہر نور خدا
مرحبا اہلا و سہلا یا حبیب کبریا
السلام و السلام یا محمدؐ مصطفیٰ
مالک عرش عظیم وصاحب خلد بریں
رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین
یا حبیب المرسلین یا نبی الآخریں
یا رسول المسلمیں و المومنین العاشقیں
السلام و السلام اے سرور دنیا و دیں

☆☆☆

## شوچرن داس اختر بھنگالوی

دل آویز ہے قابل داد ہے
محمد کا کیا خوب ارشاد ہے!
خلاصہ ہے قرآں کے فرمان کا
کہ لالچ نہ کر مال کا جان کا



Marfat.com

یہ بے کار ہیں تاج و تخت و نگیں
اگر دل حقیقت کا قائل نہیں
اگر خوش روی خوش اساسی نہیں
نظر محرم حق شناسی نہیں
اگر تیرا شیوہ ہے مکرو ریا
پتا مل سکے گا نہ ایمان کا
تو مذہب کو پہانتا ہے بتا
خدا کیا ہے یہ جانتا ہے بتا
غریبوں کی خدمت ہو تیرا شعار
اسی میں ہے مستور ،راز وقار
کبھی سن سکے تو جوؑ پیغام غیب
ہنر میں بدل جائیں سب تیرے عیب
درندوں کی عادت سے بازآ
بدی سے برائی سے خود کو بچا
کیا نام بدنام انسان کا
اگر کام اپنا یا شیطان کا
اگر پاس صدق وصفا ہی نہیں
اگر تجھ کو خوف خدا ہی نہیں
اگر دل پہ ہے نقش عشق بتاں
خدا کا فقط نام زیب جہاں
تو پھر کچھ نہیں شوکت ظاہری



Marfat.com

عبث ہے ترا دعوی 'برتری
ارے زندگی ہے مثال حباب
پلٹ کر نہ آئے گا دور شباب
رہے گا اگر حق سے نآشنا
نہیں اس میں کچھ زندگی کا مزا
نہیں قابل اعتبار زندگی!
اگر دل نہیں قائل بندگی
تو اختر کسی کا بھی دل مت دکھا
اسی میں ہے پیغام عرفان کا

☆☆☆

# ستیہ پال اختر رضوانی

جمہوروسماوات کا پیغام ہے
آئنہ حالات کا پیغمبر ہے
اے خطہ بطحا و عرب کے باسی
تو کشف و کرامات کا پیغمبر ہے
سچ ہے ترے اطوار کا ثانی نہ ملا
اس صدق کا ایثار کا ثانی نہ ملا
ویسے تو ملے لاکھ نقوش تازہ
لیکن ترے کردار کا ثانی نہ ملا
تاریکیوں کا نقش مٹایا تونے



Marfat.com

وحدت کا نیا گیت سنایا تونے
صدیوں سے جو روشن تھا چراغ باطل
تنویر صداقت سے بجھایا تونے
از خاک عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحب الطاف وکرم مانتے ہیں
ہم دیر نشین بھی ہیں ترے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہل حرم مانتے ہیں

☆☆☆

## گرسرن لال ادیب لکھنوی

آؤ ہم سب مل کے بیٹھیں پیار کی باتیں کریں
سر زمین یثرب و سرکار کی باتیں کریں
دو جہاں کے سرور و سردار کی باتیں کریں
فخر آدم احمد مختار کی باتیں کریں
پریم کی گنگا بہائی جس نے ریگستان میں
روح تازہ پھونک دی مٹتے ہوئے ایمان میں
وہ صداقت کا علم بردار وحدت کا خطیب
ظاہر و باطن کے سب انوار تھے جس کے قریب
انبیاء پر برتری کا تھا شرف جس کو نصیب
وہ خدائے پاک و برتر نے کہا جس کو حبیب
دم قدم سے جس کے حق کا بول بالا ہوگیا



Marfat.com

نور وحدت ہر طرف پھیلا اجالا ہوگیا

☆☆☆

## سردار بشن سنگھ بیکلؔ

اے رسول پاکؐ. اے پیغمبرؐ عالی وقار
چشم باطن بیں نے دیکھی تجھ میں شان کردگار
ترے دم سے گل نظر آئے ہیں وہ عرفاں کے خار
خوبیوں کا ہو تری کیوں کر بھلا ہم سے شمار
نور سے ترے، اندھرے مین درخشانی ہوئی
ترے آگے آبرو کفار کی پانی ہوئی
اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہرطرف خلق خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلا اٹھی، تری جب جلوہ آرائی ہوئی
ترے دم سے ہوگئیں تاریکیاں سن منتشر
پاگئی راحت ترے آنے سے چشم منتظر

☆☆☆

## ہری چند اخترؔ

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر



Marfat.com

اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا
شوکت مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصر کسری کردیا
کس کی حکومت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا آقا کردیا
کہہ دیا لا تقنطوا اختؔر کسی نے کان میں
اور دل کو سر بسر محو تمنا کردیا
سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسن کائنات
اب کسی نے اس کو عالم آشکارا کردیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کردیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

☆☆☆

## کرشن بہاری نورؔ لکھنوی

آتے ہیں نبیؐ جاتے ہیں نبیؐ بستر پہ شکن پڑتی ہی نہیں
کٹ جاتی ہے جب معراج کی شب عالم میں سویرا ہوتا ہے
وہ نور خدا کا ٹکڑا تھا کس طرح بھلا ہوتا سایہ
مٹی سے بنایا جاتا ہے جس جسم میں سایہ ہوتا ہے
گلزار محمدؐ کیا کہنا، بازار مدینہ کیا کہنا
ایمان کے سکے چلتے ہیں فردوس کا سودا ہوتا ہے
یہ ربط نبوت اور وحدت ہر حال میں یکساں رہتا ہے



Marfat.com

جھکتی ہے جبیں کعبہ کی طرف اور دل میں مدینہ ہوتا ہے
ہو جاتی ہے شب دنیا بھر میں لہراتے ہیں جب گیسوئے نبیؐ
جب پھوٹتی ہیں رخ سے کرنیں عالم میں سویرا ہوتا ہے
ہر عیب سے دل گر پاک نہیں دیدار نبیؐ ناممکن ہے
ہو جاتا ہے جب دل آئینہ آئینہ میں جلوا ہوتا ہے
اک تجربہ ذاتی ہے مرا، اب اس کو دعا کہیے کہ دوا
جو یادِ نبیؐ کو کرتا ہے بیمار وہ اچھا ہوتا ہے
وہ نور کی نظر نظریں ہوتی ہیں گنبد سے جو ٹکرا جاتی ہیں
مل جاتا ہے جو چوکھٹ سے تری وہ نور کا سجدہ ہوتا ہے

☆☆☆

# جگن ناتھ آزاد

مجھے لکھنا ہے اک انسانیت کا باب تابندہ
منور جس کے ہوں الفاظ، مصرعے جس کے رخشندہ
مجھے اک محسن انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگ عقیدت فکر کے خاکے میں بھرنا ہے
بشر سے کس طرح تورات کے وعدے ہوئے پورے
سحر کے شام کے دن رات کے وعدے ہوئے پورے
بشارت جس کی دی تھی ابن مریم نے زمانے کو
وہ ہستی کون تھی کب آئی تھی محفل سجانے کو
وہ کیا ساماں تھے جب اتری تھی رحمت دو جہانوں کی



Marfat.com

بلندی مل گئی کیوں کر زمیں کو آسمانوں کی
نہ ہے تاب سخن مجھ کو نہ ہے تحریر کا یارا
میں ذرہ ہوں مرا موضوع خورشید جہاں آرا
کہانی لکھ چکا ہوں گرچہ سورج چاند تاروں کی
بہت دہرا چکا ہوں داستاں رنگین بہاروں کی
مگر وہ چاند تارے پھول سورج سب ہیں جسمانی
جو اب موضوع ہے خورشید میرا وہ ہے روحانی
یہ خورشید ضمیر آرا ہے خورشید معانی ہے
اسی خورشید کی ذرے کے لب پر اب کہانی ہے
عرب کی سر زمیں پر خیمہ زن گہرا اندھیرا تھا
جہاں تک کام کرتی نظر ظلمت کا ڈیرا تھا
قبیلوں میں یہاں تقسیم تھی انسان کی دنیا
فقط جنگ و جدل پر تھی فدا ارمان کی دنیا
بظاہر گرچہ تھے یہ دین ابراہیم کے پیرو
بباطن تھے مگر سب اپنی ہی تنظیم کے پیرو
یہاں جتنے بھی سینے تھے شجاعت کے ٹھکانے تھے
مگر اپنے ہی بھائی اس شجاعت کے نشانے تھے
یہاں مذہب کی عزت تھی نہ تھی ایمان کی عزت
نہ ہو ایمان کی تو پھر کہاں انسان کی عزت
غرض اس سرزمیں کی تھی عجب ناگفتنی حالت
جو نظّارہ تھا اس کا ، تھا وہی نظّارہ عبرت



Marfat.com

جہاں قرآن بن کر حرف حق کو جگمگانا تھا
وہ خطہ آج اک گہرے اندھیرے کا ٹھکانا تھا
عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم
یہاں بھی تھا مگر نا گفتنی ایمان کا عالم
شہنشاہی کی یاں بے نور شمعیں جھلملاتی تھیں
بھڑک اٹھتی تھیں وہ کچھ دیر جب بجھنے پہ آتی تھیں
یہ ان بجھتی ہوئی شمعوں کا تھا انداز نورانی
کہ ظلمت میں اضافہ کررہی تھی ان کی تابانی
وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی روئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ
فلاطوں کی خرد، سقراط کی دانش تھی افسانہ
ارسطو کی طلاقت ایک گم گشتہ خزانہ تھی
سکندر کی شجاعت ایک پارینہ فسانہ تھی
بہت چمکا زمیں پر چین کی تہذیب کا تارا
مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہوچکا تھا یہ جہاں آرا
کبھی ہوتی رہی ہوگی یہاں تعظیم کنفوشس
دلوں سے ہوچکی تھی محو اب تکریم کنفوشس
غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشان نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیا کے افق پر دفعتہً سیلاب نور آیا



Marfat.com

جہان کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا
حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا
بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے رہنما آیا
سفینے کو تباہی سے بچانے نا خدا آیا
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلیں آیا
سحاب رحم بن کر رحمتہ للعالمیں آیا
خلیق آیا ، کریم آیا، روف آیا، رحیم آیا
کہا قرآں نے جس کو صاحب خلق عظیم آیا
بشر بن کر زمانے ، کا جمال اولیں آیا
متاع صدق لے کر صادق الوعد وا میں آیا
وہ آیا فقر فخری رتبہ ہے جس کی قناعت کا
وہ آیا جو معلم ہے جہاں میں دین فطرت کا
سراپا علم بن کر صاحب ام الکتاب آیا
زمین تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا
تجلی عام فرماتا ہو ا شمس الضحی آیا
امام الانبیا آیا محمد مصطفیٰ آیا
محمد مصطفے یعنی وہ محبوب خدا آیا
دلوں نے سرخوشی پائی کہ احمد مجتبیٰ آیا
نوید جانفزا پائی یتیموں نے غریبوں نے
غلاموں ، بے سہاروں، بیکسوں آفت نصیبوں نے



Marfat.com

پیام زندگانی مل رہا تھا زیردستوں کو
قضا آنکھیں دکھاتی پھر رہی تھی خود پرستوں کو
دل دنیا سے ہر ارمان اٹھتا تھا دعا بن کر
مسرت نعرہ زن تھی چار سو پیک صبا بن کر
سلام اے ظل سبحانی، سلام اے نور یزدانی
سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی
سلام اے نازش و فخر و فخر و وقار آدم فانی
سلام اے بزم تاریک جہاں میں شمع نورانی

☆☆☆

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جو آیا رحمتہ للعالمیں بن کر
پیام دوست لے صادق الوعدہ امیں بنکر
سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لیے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں
سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
مے حکومت کا چھلکایا یہاں جہاں میں جس نے پیمانہ
بڑے چھوٹے میں جس نے اک اخوت کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیز بندہ آقا مٹا ڈالی



Marfat.com

سلام اس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سلطانی
رہا زیر قدم جس کے شکوہ و فر خاقانی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیر گنبد خضرا
زمانہ آج بھی ہے جس کے در پر ناصیہ فرسا
سلام اس ذات اقدس پر حیات جاودانی کا
سلام آزاد کا آزاد کی رنگین بیانی کا

☆☆☆



Marfat.com

# نعت گو ہندو شعرا

## حوالجات:

(۱)اردو میں نعت گوئی ص۹، ریاض مجید، اقبال اکاڈمی پاکستان، حمایت اسلام پریس لاہور ۱۹۹۰ء

(۲)اردو میں نعتیہ شاعری، رفیع الدین اشفاق

(۳)اردو میں نعت گوئی صفحہ ۵۷-۵۹

(۴)ایضا، صفحہ ۶۰-۶۱

(۵)ایضا، ۵۶۷-۵۶۸

(۶)ایضا، ص ۵۶۹

(۷)------ص ۱۰۷-۱۰۸، راجستھان والی کتاب کا

(۸)ایضا، ص ۱۲۴-۱۲۵

(۹)ایضا، ص ۱۲۵

(۱۰)یضا، صفحہ ۱۲۸-۱۲۹

(۱۱)ایضا صفحہ ۲۵۸-۲۶۱

(۱۲)ایضا ۲۹۳

(۱۳)شاعری کے ارتقا میں ہندوں شعرا کا حصہ، گپت سہاے سریواستو، اسرار کریمی پریس الہ آباد، سال اشاعت ۱۹۶۹ء

(۱۴)ماہنامہ شام وسحر لاہور، مارچ ۶۷ صفحہ ۳۷

(۱۵) اردو شاعری کے ارتقا میں ہندو شعرا کا حصہ، گپت سہاے سریواستو، ص ۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳

(۱۶)اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید



Marfat.com

# (۶)

# ہندو مرثیہ گو

## رام پرشاد بشیر

رام پرشاد نام اور تخلص بشیر تھا، لکھنؤ کے رہنے والے اور جناب افتخار الدولہ راجہ میوہ رام صاحب کے بھتیجے تھے، سلام اور مرثیہ کہتے تھے اور مرزا دبیر کو دکھاتے تھے، محب اہل بیت تھے۔ آخری عمر میں کربلائے معلیٰ بھی گئے اور وہیں ۱۲۶۸ ہجری مطابق ۱۸۵۲ء میں سپرد خاک ہوئے۔ سوز خود پڑھتے تھے اس دور کے سب سے بڑے موسیقی کے استاد میر سید علی ان کے مرثیے سوز میں پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ بشیر نے اپنا مرثیہ ''بے چین تھی صغریٰ جو فراق پدری سے'' بغرض اصلاح مرزا دبیر کے سامنے پیش کیا تو پہلے ہی بند میں ایک لفظ ٹکسال سے باہر تھا بدلنا چاہا، بشیر نے عرض کیا حضور میں کایستھ ہوں اس لفظ سے میری اصل زبان کا پتہ چلتا ہے، اس کو میرا تمغائے قومی سمجھ کر رہنے دیجئے، مرزا دبیر نے جیوں کا توں رہنے دیا، اس بند میں نت اٹھ کا لفظ متروک ہے، لیکن رام پرشاد نے اسے اس لیے رہنے دیا تھا کہ ان کا مرثیہ میر عابد علی بشیر کا نہ سمجھا جائے، نمونتاً وہ بند پیش ہے ؎



Marfat.com

بے چین تھی صغری جو فراق پدری سے
نت اٹھ یہی کہتی تھی نسیم سحری سے
اے باد صبا مرتی ہوں درد جگری سے
کہیو جو ملے تو مرے بابا سفری سے
نرگس کی طرح چشم سوئے در نگراں ہے
جلد آؤ کہ ہستی کا چمن صرف خزاں ہے (۱)

## بشیشور پرشاد منور لکھنوی

نام بشیشور پرشاد اور تخلص منور لکھنوی تھا، ۱۸۵۷ء میں لکھنو میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے والد منشی دوارکا پرشاد افق کے زیر نگرانی ہوئی، شعر و شاعری کا شوق تھا، ابتداء میں اپنے والد سے اصلاح لیتے رہے، بعد میں منشی نوبت رائے نظر کے شاگرد ہوئے، شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے، مرثیے اور سلام بھی کہتے تھے، نمونتاً ایک مرثیہ کے چند بند پیش ہیں ؎

قائد سجدہ گزاران شہادت ہے حسین
معنی صبر سے مفہوم شجاعت ہے حسین
بزم ہستی میں پیمبرؐ کی امانت ہے حسین
ناز پر وردۂ آغوش رسالت ہے حسین
موت کی شان دکھانے کے لیے پالا تھا
جان اسلام بچانے کے لیے پالا تھا
جس نے پہلو نہ مصائب سے بچایا وہ حسین
گود والے کو بھی میدان میں لایا وہ حسین



Marfat.com

جس نے دستور شہادت کا بنایا وہ حسین
جو سیاست کے افق پر نظر آیا وہ حسین
ہے زبانوں پہ ابھی حوصلہ مندی جس کی
نازش رفعت انساں ہے بلندی جس کی

جوان:

نام منی لال اور تخلص جوان تھا۔ قصبہ سندیلہ ہردوئی ضلع کے رہنے والے تھے آپ نے کئی مرثیے نظم کیے ہیں۔ ۱۸۸۹ء میں ایک متوسط ویش گھرانے میں پیدا ہوئے، والد کا نام گلاب رائے تھا ابتدائی تعلیم گھر سے ہوئی اسکول سے مڈل تک کی تعلیم حاصل کی، جناب آرزو لکھنوی کے شاگرد تھے، نظم قطعہ، رباعی، مثنوی، مرثیہ اور سلام وغیرہ اصناف پر طبع آزمائی کی۔ ۸۵ سال کی عمر کا بیشتر حصہ علم و ادب کی زندگی میں گزارا، ۲۵ جنوری ۱۹۷۴ء کو انتقال ہوا، نمونہ کلام میں ان کے ایک مرثیے کا جو کہ حضرت عباس کی شان میں ہے، یک بند پیش کیا جاتا ہے:

نبی کی روح رواں تھے حسین ابن علی
کتاب حق کی زباں تھے حسین ابن علی
امام کون و مکاں تھے حسین ابن علی
بہار باغ جناں تھے حسین ابن علی
خدا کی راہ میں جس وقت جان کھوئی تھی
فلک نے نالہ کیا تھا زمین روئی تھی (۲)



Marfat.com

## دلگیر

نام شری لالہ چھنو لال اور تخلص دلگیر تھا والد بزرگوار کا اسم مبارک شری منشی رام اور قوم کے کائستھ سکسینہ مہاراجہ جناب جھاؤ لال صاحب اور جناب شری میوہ رام راجہ کی برادری کے تھے وطن شمس آباد تھا مگر خاندان کے لوگ دلی میں رہتے تھے۔ دلگیر کی ولادت لکھنو میں ہوئی، جناب مصحفی صاحب نے ریاض الفصحاء کی تالیف کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال لکھی ہے (۱۲۲-۱۲۳) جناب مسیح الزمان صاحب نے اس کے حساب سے ان کی ولادت ۱۱۹۸ ہجری قرار دی ہے۔ ۱۲۵۵ ہجری میں حسین آباد کے بازار کی تعریف میں مثنوی لکھ کر جناب محمد علی شاہ بادشاہ اودھ سے مبلغ چار سو روپے نقد اور خلعت انعام میں حاصل کئے۔

میر خلیق اور میر ضمیر ان کے ہم عصر تھے۔ جناب مسیح الزمان کی تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے مراثی کی سات جلدیں دستیاب ہیں، مرثیوں کے علاوہ کئی مثنویاں بھی نظم کی ہیں، نول کشور پریس لکھنو سے کئی جلدیں دیوان کی شائع ہوئی ہیں۔ اب بھی آپ کا کلام غیر مطبوعہ ہے۔ دلگیر صاحب کا انتقال ۶۹ برس کی عمر میں ۱۲۶۴ ہجری میں ہوا۔

### نمونہ

جب آیا امیروں کے لیے حکم رہائی
زینب نے خبر قید سے چھٹنے کی جو پائی
کہنے لگی حضرت نے بہت دیر لگائی
چھٹنے کا جو وقت آیا مگر آئے نہ بھائی



Marfat.com

بے سبط بنی لطف رہائی نہیں لوگو
زنداں سے نہ نکلوں گا کہ بھائی نہیں لوگو(۳)

## رواں

نام شری چودھری جگت نرائن موہن لعل صاحب اور تخلص رواں اناوی تھا۔ ۱۴ جنوری ۱۸۸۹ء کو ضلع اناؤ میں ایک ممتاز کائستھ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم مبارک شری چودھری گنگا پرشاد تھا۔ شاعری اور ادب سے دلچسپی تھی۔ جناب رواں صاحب کی ابتدائی تعلیم کے دوران جب کہ آپ کی عمر ۹ سال کی تھی آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا۔ ساری ذمہ داری بڑے بھائی شری چودھری کنہیالال پر آپڑی آپ نے ہر امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء میں ایم اے اور ۱۹۱۶ء میں ایل ایل بی کر کے اناؤ میں وکالت کی، کائستھ گھرانوں کے علم و ادب سے روایتی دلچسپی انھیں ورثہ میں ملی تھی، شاعری کی طرف مائل ہوئے علم عروض میں مہارت حاصل کی حضرت عزیز لکھنوی کی شاگردی اختیار کی۔ غزل، مثنوی اور مرثیہ پر طبع آزمائی کی ۱۹۳۴ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

نمونہ کلام:-

کس سے ہوسکتی ہے دنیا میں ثنائے عباس، کہ دل شاہ
شہیداں میں ہے جائے عباس
ساری دنیا میں ہے مشہور و فائے عباس
یہ صفت خلق ہوئی صرف برائے عباس
قدر تکمیل وفا کی نہ کسی سے پوچھو



Marfat.com

پوچھنا ہو تو حسین ابن علی سے پوچھو (۴)

## نائک

نام جناب لالہ چند کہتری صاحب اور تخلص نائک تھا، لکھنو کے محلّہ بھورن ٹولہ کے رہنے والتے تھے، جناب پیارے صاحب رشید سے اصلاح لیتے تھے۔ آپ نے کئی مراثی لکھے ہیں، جو مقبول عام ہوئے۔ آپ کے ایک مشہور مرثیہ سے نمونتاً یک بند پیش کیا جارہا ہے۔

العطش! العطش آئی جو یہ بچوں کی صدا
بڑھ کے یحییٰ سے بریر ہمدانی نے کہا
سنتے ہو خیمہ میں کس طرح کا ہے حشر بپا
تین دن گذرے ہیں معصوموں کوقطرہ نہ ملا
نہر ہو سامنے اور پیاسوں کو بسمل دیکھیں
گل ہوں پژمردہ اور آنکھوں سے عنادل دیکھیں (۵)

## شاد میرٹھی

نام للتا پرشاد اور تخلص شاد تھا، شاد میرٹھی کے نام سے مشہور ہوئے، میرٹھ شہر کے پرانے اور معزز کائستھ ماتھر خاندان کے فرد تھے۔ آپ کے والد جنگ میرٹھی کے عہد تک خاندان میں فارسی کا چلن تھا، جنگ میرٹھی کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ مجموعۂ کلام ''معرکہ جنگ'' کے نام ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۵۷ء میں شاد نے کوٹہ ''راجستھان'' سے ایک پندرہ روزہ رسالہ ''دلشاد'' نام کا شائع کیا تھا۔ اطراف ملک سے جلسہ یوم حسین اور جالس امام حسین کیے جاتے تھے۔ ۲/نومبر ۱۹۵۹ کو انتقال ہوا۔



Marfat.com

## نمونہ کلام

اے ساقی کوثر لطف عطا کر
مخمور بنادے مئے گل رنگ پلا کر
کیوں ساغر توحید چھپاتا ہے دکھا کر
یوں طاق میں شیشہ کو نہ رکھ آج چھپا کر
محفل میں ذرا رنگ بسے بے خبری کا
ہاں اخگر پرواز پہ دھوکہ ہو پری کا

☆☆☆

## مضطر

نام کنور حسین اور مضطر تخلص تھا۔ آپ عہد نواب آصف الدولہ کے مشہور مرثیہ گو شاعر تھے۔ ایک مثنوی ریاض الشہداء شائع ہو چکی ہے۔ کئی مراثی بھی چھپ چکے ہیں۔ آپ کا زمانہ جناب ناسخ، میر ضمیر، میر خلیق فصیح وغیرہ نامور شعرا کے عروج کا زمانہ تھا۔ سن ولادت اور تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی مگر ریاض الشہداء ۱۲۳۶ ہجری مین شائع ہوئی۔

یہ دن وہ ہیں کہ راہ میں ہیں شاد بحر و بر
آئی ہے قتل مسلم مظلوم کی خبر
خیمہ سے جو باہر چلے مثل گل تر
دی خوش خبری فتح کی بلبل نے چہک کر
وابستہ گیسو ہوا سنبل بھی سراسر
تھا داغ کا مطلع یہی نرگس کی زباں پر



Marfat.com

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں
ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

## شریف دلورام:

نام شریف دلو رام اور تخلص کوثری تھا، اصل باشندے قصبہ اندھیر (سکھر نمبران) ضلع حصار کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام لبھو رام تھا، جو قوم بشنوئی نکاس راجپوت سے تھے، ان کے استاد سید شریف حسین قصبہ بھریلی ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے، فارسی اور اردو میں شاعری کرتے تھے روضۃ الشھداء کے فارسی متن کی تلخیص بھی کی تھی جو مجالس عزا میں کافی مقبول ہوئی۔ ان کی طفولیت کا زمانہ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۸ کہا جاتا ہے۔ لاہور کے مشہور اخبار ''انقلاب'' میں ان کی وفات کی خبر شائع ہوئی اور بہت تفصیل کے ساتھ جس کے مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء ان کی تاریخ وفات ہے۔ ۱۹۲۸ء میں انھوں نے اپنا مرثیہ ''قران اور حسین'' موچی دروازے کی ایک مجلس میں خود پڑھا۔

قرآن اور حسین برابر ہیں شان میں
دونوں کا رتبہ ایک ہے دونوں جہان میں
کیا وصف ان کا ہو کہ ہے لکنت زبان میں
پیہم ندا یہ غیب سے آتی ہے کان میں
قرآن پاک پاک ہے شبیر نور ہے
دونوں جہاں میں دونوں کا یکساں ہی نور ہے

## الفت:

نام الفت رائے صاحب اور تخلص الفت تھا، شاہی خطاب بخشی الملک



Marfat.com

تھا۔ مرزا دبیر صاحب کے شاگرد تھے، ان کا مرثیہ، جناب سید محمد رشید صاحب کے ذخیرہ مراثی میں موجود ہے۔ مرثیہ گوئی کے ساتھ ساتھ مرثیہ خواں بھی تھے، آپ کے مرثیوں میں وہی سب کچھ ہے جو اس زمانے کے مرثیہ نگاروں کے مرثیوں میں ہوتا ہے۔ جناب مرزا دبیر صاحب کی پیروی کرتے تھے، زبان صاف ستھری اور عام فہم ہے، بین کے بند خاص طور پر بہت بلند اور پراثر ہیں۔ نمونہ کلام قارئین کے پیش نظر کر رہا ہوں ؎

اکبر نے ارادہ جو کیا ملک عدم کا
اور قصد کیا گلشن ہستی سے ارم کا
تغیر ہوا حال شہنشاہ امم کا
بے کس یہ یورش ہونے لگا لشکر غم کا
تھی شاق جدائی جو بہت نور نظر کی
بیتاب تھے، سیماب کی حالت تھی جگر کی

## روپ کماری

نام محترمہ روپ کماری اور تخلص روپ کمار تھا، تلمذ سید فضل رسول فضل شاگرد انس، فارسی میں منشی کامل کا امتحان پاس کیا، آگرہ کے ایک باعزت برہمن خاندان سے تعلق تھا۔ اردو کی شاعری میں قصیدے، سلام، نوحے اور کئی مرثیے کہے ہیں، ایک مرثیہ جو حضرت علی کی شان میں ہے۔ نمونہ کلام کے لیے ایک بند پیش ہے:

عروس نظم کی زینت ثنائے حیدر ہے
بیاں کا حسن لطافت ثنائے حیدر ہے
گل ریاض فصاحت ثنائے حیدر ہے
خدا کی عین عباوت ثنائے حیدر ہے



Marfat.com

جو حق شناس ہیں ان کو ثنا یہ بھاتی ہے
یہی ثنا تو بہشت بریں دکھاتی ہے

## باقی:

نام شری گردھاری رام صاحب اور تخلص باقی تھا۔ آپ کا وطن حیدرآباد تھا۔ جناب میر محبوب علی خان صاحب آصف والی حیدر آباد کے مقربان خاص میں تھے۔ آپ کا دور ۱۳۱۴ ہجری کے آس پاس کا تھا، اسی دور میں لکھنؤ میں جناب عارف صاحب اور جناب پیارے صاحب رشید کا مرثیہ نگاری اور مرثیہ خوانی میں طوطی بول رہا تھا، جناب میر ابو محمد صاحب جلیس بھی مرثیہ خوانی و مرثیہ نگاری شروع کر چکے تھے۔ جناب باقی صاحب لکھنوی کی مرثیہ نگاری سے متاثر تھے۔ غزل و منقبت سلام اور مرثیے جناب باقی صاحب نے بہت سے نظم کیے ہیں۔ زبان سلیس عام فہم اور پر اثر ہے، نمونتاً ایک بند پیش کیا جارہا ہے:

سلامِ کربلا ہے اور میں ہوں
غم کرب وبلا ہے اور میں ہوں
کہا شہ نے نہیں کوئی رفیق اب
فقط ذات خدا ہے اور میں ہوں
دیا ہے اپنا سر میں نے خوشی سے
قضا ہے یا رضا ہے اور میں ہوں
جو کچھ وعدہ کیا پورا کروں گا
یہ خنجر ہے گلا ہے اور میں ہوں(٦)



Marfat.com

## ذرہ

نام شری بالک جی ترمیک صاحب اور تخلص ذرہ تھا آپ کا وطن برہان پور تھا۔ مولف اردو مرثیہ لکھتے ہیں۔ دبستان برہان پور کے یہ بلبل خوش نوا تھے، اپنے وقت کی ثقافت اور تہذیب سے اتنا رچا ہوا ہے کہ من وتو کا فرق ہی نہیں ملتا۔ ان کے کلیات میں قصیدے کے علاوہ سب کچھ ملتا ہے، اس میں مختلف شکل کے مرثیے ہیں،'' کلام کو دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ ذرہ صاحب کو واقعہ اور منظر نگاری اور مرثیے کے لوازمات پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ زبان سلیس اور سادہ ہوتے ہوئے بہت پر اثر اور درد انگیز ہے۔ مرثیہ ہر خامی سے پاک ہے۔ اعلی درجہ کے مرثیہ نگاروں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

رخصت ہو. چلی ہائے وہ سرور کی سواری
خاتوں کے جگر گوشۂ انور کی سواری
خونی کفن و بسمل خنجر کی سواری
وہ نور نظر حضرت حیدر کی سواری
مظلوم حسینا شہ بے کس کی سواری

## راجہ

نام شری مہاراج بہادر ''بلوان سنگھ'' اور تخلص راجہ تھا۔ آپ بنارس کے راجہ تھے، ضامن لائبریری قصبہ سپری ضلع جونپور میں غیر مطبوعہ دیوان موجود ہے۔ اردو کے شاعر تھے۔ ڈاکٹر سید قمقام جعفری (شاگردان انیس) کے مطابق آپ کو جناب میر انیس ساحب سے شرف تلمذ حاصل تھا، برمحل محاورات اور الفاظ کی بندش پر پوری طرح قادر تھے۔ فارسی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔



Marfat.com

حدیث اور فقہ میں آپ کی معلومات وسیع تھی۔ فارسی میں شعر کہتے تھے۔[۶]

سیاہ پوش ہے ماتم میں چرخ زنگاری
رواں ہیں چشم زمین سے سر شک گلناری
ہیں اہل بیت ہودج و محمل میں نوحہ گر
آفت کا سامنا ہے مصیبت کا ہے سفر
گھیرے ہے فوج حرشہ عالی پناہ کو
کاٹا ہے سختیوں سے پہاڑوں کی راہ کو

## وحشی

نام جناب ڈاکٹر نتھوئی لال اور تخلص وحشی اور وطن مظفر پور ''بہار'' تھا، اردو شعر و شاعری سے لگاؤ تھا۔ غزل قصیدے کے ساتھ ساتھ مرثیے بھی کہے ہیں، جن میں اہل بیت سے محبت اور اپنے ہندو ہونے کا بار بار ذکر کیا ہے، مرثیوں سے پتا چلتا ہے کہ بلند پایہ مرثیہ نگار تھے۔ ان کا کلام اچھے مرثیہ کہنے والوں کے مقابلہ میں رکھا جا سکتا ہے۔ محاوروں کا برمحل استعمال، چہرہ، ساقی نامہ، رخصت، جنگ، شہادت اور بین جو مرثیے کے اہم جزء شمار ہوتے ہیں۔ ان کے مرثیوں میں سب کچھ ملے گا۔ ''رثائی ادب میں ہندوں کا حصہ'' سے یہ مرثیہ نقل کر کے نمونتاً ایک بند پیش خدمت ہے:

معراج عقل و عشق ہے فکر رسامری
دنیائے رنگ و بو میں بندھی ہے ہوامری
موتی لٹا رہی ہے چمن میں گھٹا مری
جاتی ہے بت کدہ سے حرم تک صدا مری
کیوں کر نہ ہو کہ شاعر رنگیں بیاں ہوں میں



Marfat.com

مستی فروش بادہ چشم بتاں ہوں میں

## فراقی:

نام شری رائے سدھ ناتھ بلی صاحب اور تخلص فراقی تھا، مرحوم قصبہ دریا آباد ضلع بارہ بنکی (یوپی) کے تعلقدار اور ایک بڑے شاعر تھے۔ غزلوں کے ساتھ ساتھ کئی مراثی بھی نظم کئے ہیں۔ جناب محمد رشید صاحب کے کتب خانے میں ان کے کئی مراثی موجود ہیں ایک مرثیہ کا ایک بند نقل کیا جارہا ہے۔

ہمت نہ اور کی تھی یہ مولا کا کام تھا
دل طالب رضائے خدا لا کلام تھا
دشمن پہ اور دوست پہ انصاف عام تھا
لب پر خدا کا شکوہ نہ پانی کا نام تھا
دنیا کو جاتے جاتے یہ سمجھا تے ہی گئے
تبلیغ حق کے دین کی فرماتے ہی گئے(۷)

## منشی جھنولال دلگیر

منشی جھنو لال دلگیر، کائستھ سکسینہ، باشندہ لکھنؤ نوازش حسین خان نوازش اور ناسخ کے شاگرد تھے۔ دلگیر اور طرب تخلص کرتے تھے، اوائل شباب میں بڑے رند منش اور رنگین مزاج تھے۔ ہندو مذہب ترک کر کے دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے تھے اور غزل گوئی ترک کر کے مرثیہ میں طبع آزمائی شروع کردی۔ غزل میں طرب تخلص کرتے تھے۔ اور مراثی میں دلگیر مرثیہ میں اپنے علم وفضل کے کمالات کا خوب مظاہرہ کیا، جس نے ان کی شہرت دور دور پہنچادی



Marfat.com

اور نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر کے دور کے سب سے بڑے مرثیہ گو کی حیثیت سے ان کا شمار ہونے لگا۔ مولانا محمد حسین آزاد تحریر فرماتے ہیں: ''عہد مذکور میں چار مرثیہ گو نامی تھے۔ میر ضمیر میر خلیق میاں دلگیر میاں فصیح میاں'' دلگیر کی زبان میں لکنت تھی اس لیے مرثیہ خوانی نہ کرتے تھے، تصنیف میں بھی انھوں نے مرثیت کے دائرہ سے قدم نہیں بڑھایا۔ میاں دلگیر شیخ ناسخ کے شاگرد تھے، مرزا فصیح میاں دلگیر سے اور شیخ ناسخ سے اصلاح لیتے تھے۔

غرض کہ مرثیہ گوئی میں دلگیر کو استادانہ حیثیت حاصل تھی۔ ان کے مراثی چار ضخیم جلدوں میں مرتب ہو کر طبع ہو چکے ہیں۔ ان کے نسخے الہ آباد یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہیں۔ دلگیر غالباً ۱۷۹۶ء میں پیدا ہوئے تھے ان کے عہد پیری میں میر انیس نے مرثیے کہنے شروع کیے تھے، دلگیر کا دیوان نایاب ہے، لالہ سری رام مصنف خمخانہ جاوید کے کتب خانہ میں ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ تھا۔ دلگیر کا کلام فصیح سلیس رواں اور بامحاورہ ہوتا ہے۔ جذبات نگاری میں لطافت بیان بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیے ایک مرثیہ کے مندرجہ ذیل تین بند ملاحظہ ہوں:

حضرت امام حسین مع اپنے رفقاء و اعزاء اور مخدرات عصمت و طہارت مدینہ چھوڑ رہے ہیں، حضرت فاطمہ صغری کو بیماری کی وجہ سے مدینہ ہی میں رہنے دیتے ہیں، سفر کی ساری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں، تمام بیبیاں محملوں میں بیٹھ چکی ہیں۔ جناب فاطمہ صغری کو بے حد افسوس ہوتا ہے کہ بابا جان سب کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں لیکن مجھے یہاں چھوڑے جاتے ہیں وہ اپنی چھوٹی بہن حضرت سکینہ سے دریافت کرتی ہیں کہ میرا نام بھی جانے والوں میں ہے یا



Marfat.com

نہیں۔ فاطمہ اور حضرت سکینہ کی باہم گفتگو دلگیر کے قلم سے سنیئے اس میں واقعات وجذبات کی کتنی حسین وصحیح عکاسی کی گئی ہے۔

کہنے لگی سکینہ سے یہ صغریٰ پکار کر
اٹھ کر پدر کے زانو سے آؤ ذرا ادھر
بیمار کو بھلا دیا کیوں تم نے اس قدر
یہ آج کیا ہے تم جو ملاتیں نہیں نظر
تم نے سفر سے پہلے ہی توڑی کمر مری
کیوں آج صبح آکے نہ پوچھی خبر مری

☆☆☆

آئی سکینہ پاس تو صغرا نے یہ کہا
بیٹھے بٹھائے بہنا یہ کیسا سفر ہوا
جاتے ہیں کس طرف کو پدر ماجرا ہے کیا
بابا نے میرا نام لکھا یا نہیں لکھا
کس کس کی ہمر ہی پہ رضائے امام ہے
اس بند میں لکھا ہوا کس کس کا نام ہے

☆☆☆

بہنا بتاو ذکر مرا بھی سنا ہے کچھ
میرے بھی حق میں بابا نے منہ سے کہا ہے کچھ
چلنا نہ چلنا میرا بھی ثابت ہوا ہے کچھ
پوشیدہ ہے یہ راز کہ تم پر کھلا ہے کچھ
کیسا ہے یہ سفر ہے پھوپھی جان روتی ہیں



Marfat.com

یہ کیا سبب ہے باتیں جو کانوں میں ہوتی ہیں

## لالہ نانک چند نانک لکھنوی

لالہ نانک چند نانک قوم کھتری باشندہ لکھنؤ پیارے صاحب رشید کے شاگرد ہیں۔ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے تھے، اکیس سال کی عمر سے انہیں ذوق شعر وسخن پیدا ہوا، حالانکہ اردو زبان کی نوشت وخواند سے ۱۹۳۸ء تک ناواقف تھے مگر زبان پر کافی قدرت رکھتے ہیں پہلے مرثیہ گو رمکھی رسم الخط میں تحریر کرتے تھے۔ مرثیہ گوئی میں اچھا خاصہ ملکہ رکھتے ہیں چنانچہ کبھی کبھی اہل اسلام کی مجلسوں میں مرثیے پڑھتے ہیں اور خراج تحسین حاصل کرتے ہیں۔

نانک کے مراثی میں بہار، ساقی نامہ، رخصت، رجز، تلوار کی تعریف، گھوڑے کی تعریف۔ واقعات جنگ اور ذکر شہادت بڑی عمدگی سے نظم کیے ہوتے ہیں، خوبصورت تشبیہوں اور استعاروں سے کلام میں بلا کی تاثیر و دلکشی پیدا کرتے ہیں، رخصت اور شہادت کا منظر انتہائی درد انگیز ہوتا ہے۔ زبان سادہ اور عام فہم ہوتی ہے۔ واقعہ نگاری میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

پیاس کی شدت سے حضرت سکینہ کی جان لبوں پر آگئی ہے، درد انگیز حالت دیکھ کر حضرت عباس حضرت سکینہ کے پاس جاتے ہیں اور انہیں تسلی دیتے ہیں۔ نمونۂ کلام:

ناگہاں خیمۂ عصمت سے اٹھا شور بکا
گوش سرور میں گئی پائے سکینہ کی صدا
پردہ خیمہ کا اٹھا، تب یہ پکاری فتنہ
لیجئے آکے سکینہ کی خبر جلد آقا



Marfat.com

کہیے عباس علی سے کہ سفر کرتی ہے
تم بہت چاہتے ہو جس کو وہ اب مرتی ہے

## شاد:

نام مہاراجہ سرکشن پرشاد اور تخلص شاد تھا۔ وطن آپ کا حیدر آباد تھا۔ ہندوستانی تہذیب کے پرستار روادار انسان تھے، آپ کا دربار ہندو مسلمان گنگا جمنی روایات اور تہذیب کا آئنہ دار تھا۔ ادیبوں اور شاعروں کی برابر سرپرستی کرتے تھے۔ غریب پرور اور ہمدرد بھی بہت تھے، کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا، جو کوئی بھی کسی غرض سے گیا ان سے جہاں تک ممکن ہوسکتا تھا ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے اپ کے والد بزرگوار اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے، دیوان شائع ہو چکا ہے، خاندانی ماحول شعر وسخن اور ادبی ملا، آپ کو بھی شاعری کا شوق ہوا، شاد ایک اچھے شاعر، انشاء پرداز اور ادیب تھے، غزل مثنوی، نعت منقبت، رباعی، قصیدہ، سلام اور مرثیہ غرض کہ ہر صنف میں شاعری کی ہے۔ ہندوؤں کے اجتماعات میں شرکت کرتے تھے۔ تو میلاد اور مجلس میں بھی شرکت کرتے تھے۔

یہ وصیت ہے مری تم سے گروہ اظلم
سات سو قرض ہیں کچھ لوگوں کے مجھ پر درہم
دفن کردینا مری لاش کو اے اہل ستم
اور یہ لکھنا ادھر آئیں نہ شاہ عالم
ہیں دغا باز فسوں ساز یہ سارے کوفی
قتل کرنے پہ ہیں آمادہ تمہارے کوفی



Marfat.com

## سحر

نام جناب کنور مہندر سنگھ بیدی اور تخلص سحر ہے۔آپ کا نام سلسلۂ نسب بابا گرونا نک تک پہنچتا ہے۔ ولادت ۹ مارچ ۱۹۱۹ میں ہوئی، سرکاری ملازمت میں کئی ممتاز عہدوں پر ہے۔مختلف النوع ثقافتی مشاغل سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ''طلوع سحر'' کے نام سے آپ کے کلام کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ مختلف اصناف سخن کے ساتھ ساتھ مرثیہ کہنے میں بھی طبع آزمائی کی، آپ کو حضرت امام حسین اور ان کے کارناموں سے عقیدت ہے۔ان کا ایک مسدس نمونتا پیش ہے:

تشنہ کامی ، بے کسی غربت ، فریب دشمنان
نوک خنجر، بارش پیکاں گلوئے خون چکاں
ہے دم شمشیر سے بھی تیز تر راہ جہاں
ہر قدم ایک مرحلہ ہے ہر نفس ایک امتحان
زندگی بھر اہل دل کی اور آسانی طلب
یہ وہ ہے، جس کا ہر اک قطرہ تھا قربانی طلب

## آزاد:

نام جگن ناتھ صاحب تخلص آزاد ہے۔آپ کے والد صاحب برصغیر کے مشہور شاعر تلوک چند محروم تھے۔آزاد صاحب کی ولادت دسمبر ۱۹۱۸ء کو خلیل (روالپنڈی) جواب پاکستان میں ہے، میں ہوئی ان کو شعر گوئی کا ذوق بچپن سے تھا، راولپنڈی اور لاہور میں تعلیم حاصل کی، بعد تقسیم ہندوستان چلے آئے، اس وقت جموں یونیورسٹی میں اردو ڈپارٹمنٹ میں ہیڈ ہیں، نمونہ کلام میں ایک



Marfat.com

مسدس نما مرثیہ کا ایک بند نقل کیا جارہا ہے:

میری نوا میں سوز گہن رونما ہے آج
درپیش نغمگی کو عجب معرکہ ہے آج
دنیائے دل میں ایک قیامت بپا ہے آج
میری زبان پہ تذکرۂ کربلا ہے آج
چھیڑا ہے دل نے آج شہادت کا تذکرہ
بے مثل و بے عدیل عبادت کا تذکرہ
کہ آج رخصت عباس کی ہے تیاری
یہ بیت کیوں نہ ہو پیہم زبان پر جاری
دمیکہ لشکر غم صف ،زند بہ خونخواری
ولم بنالہ د ہدۂ منصب علمداری

## رضا

اسم گرامی کالی داس گپتا رضا تھا۔ ۲۵ اگست ۱۹۲۵ کو ضلع جالندھر کے موضع مکند پور میں پیدا ہوئے۔ خاندانی پیشہ ساہوکاری یعنی لین دین تھا، ۵۹ میں تجارت کے سلسلہ میں افریقہ گئے وہاں ایک پنجابی خاتون سے شادی کرلی۔ افریقہ میں صرف شاعر تھے، چودہ سال کی عمر سے شاعری شروع کی۔ ابتدا میں کمال کرتار پوری کے شاگرد ہوئے اس کے بعد جوش ملسیانی کے شاگرد ہوئے۔ رضا کے کلام میں پختگی اور زبان وفن پر ان کو عبور تھا، بلند پایہ محقق اور تنقید نگار بھی تھے۔ پانچ کتابیں (شعلۂ خاموش شورش پنہاں، شاخ گل، اجالے) اور انگریزی نظمیں شائع ہوچکی ہیں۔ غزل کے علاوہ سلام اور مسدس بھی کہے ہیں۔ ابھی چند ماہ پہلے انتقال ہوا ہے۔



Marfat.com

ہر طرف فوج عدو کے دل نظر آنے لگے
موت کے بادل سرور زیست پر چھانے لگے
سازِ ایمانی کے سارے تار تھرانے لگے
وہ حسین ابن علی باطل سے ٹکرانے لگے
اک طرف چھوٹا سا کنبہ ہے مجسم فکر و غور
اَک طرف فوجوں کا پرچم انتہائے جبر و جور

## اردو کے ہندو شعراء

۱-تذکرہ شعرائے ہند، ابتدائے شاعری تا انیسویں صدی

بدھ پرکاش گپتا جوہر دیوبندی ۱۹۶۳ء

۲-تذکرہ آثار الشعراء ہندو، دیبی پرشاد بشاش اجمیری ۱۸۸۵، ۴۰۵ شعرا کا تذکرہ ہے۔

۳-بہار سخن شیام سندر لال برق ۱۹۳۲

اردو شاعری کے ارتقاء میں ہندو شعرا کا حصہ: پروفیسر گپت سہائے سریواستو ۱۹۶۹ء دور جدید کے چند ہندو شعرا، عبدالشکور بیگ، ۱۹۴۲



Marfat.com

# ہندو مرثیہ گو

## حوالجات:

(۱)اردو شاعری کے ارتقاء میں ہندو شعرا کا حصہ، گپت سہائے سریواستو

(۲)ایضاص ۲۲۷-۲۲۸

(۳)ایضاص ۲۵۸

(۴)ایضاص ۴۸۳

(۵)ایضاص ۲۹۰

(۶)ایضاص

(۷)ایضاص ۴۱۲ (شریف دلورام)



Marfat.com

# (۷)

# ہندو خوشنویس

## رائے پریم ناتھ (۱)

پریم ناتھ کے اسلاف شاہ عالم ثانی کے دربار سے منسلک تھے، یہ فارسی اور اردو دونوں کے شاعر تھے۔ آرام تخلص کرتے تھے۔ عمر کا آخر حصہ دنیا چھوڑ کر متھرا میں گزارنے لگے تھے۔ قوم کے کھتری تھے اور خوشنویسی میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے نواب مرید خان سے خط شکستہ کی تربیت حاصل کی اور بڑا نام پیدا کیا، پھر بعد میں میر علی نقی کی تقلید کرنے لگے، تحریر میں پہلی جیسی خوبی نہیں رہی۔

۲- راجہ امید سنگھ اور راجہ شیر سنگھ ہردے ناتھ کے شاگرد تھے انکا خط اپنے استاد جیسا تھا۔

## ۳- کنور پریم کشور

اردو کے ممتاز شاعر تھے۔ انکا تخلص صرافی تھا، خط شکستہ پریم ناتھ کی طرح لکھتے تھے۔ فارسی میں مثنویاں بھی لکھیں۔ خط شکستہ میں شاہ جہاں نامہ اور کلیم کی کلیات لکھیں ہیں۔



Marfat.com

## ۴-راجہ نندرام پنڈت

یہ بھی خط شکستہ لکھنے میں ماہر تھے اور نواب ابوالبرکات کے انداز میں لکھا کرتے تھے۔ دلی کے پریشانی کے دنوں میں لکھنؤ چلے گئے تھے اور نواب حسن رضا خان کے دربار میں منشی ہو گئے تھے۔ (۲)

۵- پچھمن سنگھ منشی : سوداگر پیشہ تھے، فارسی اور عربی زبان میں مہارت رکھتے تھے۔ (۳)

## ۶-خوش وقت رائے دانگی

شاداب تخلص تھا۔ اور قائم کے شاگردوں مین تھے۔ قوم سے کھتری تھے ابتدائے عمر سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ چنانچہ بہت جلدی بہت سے علوم میں ماہر ہو گئے تھے اور خوشنویسی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ خط شکستہ کی مشق میر علی نقی سے کی تھی اور خط نستعلیق شاہ اعز الدین سے کی تھی۔ (۴)

## ۷-رائے سدھ رائے

الہ آباد سے کائستھ خاندان سے تعلق تھا۔ بے مثال خوشنویس تھے، خط نستعلیق کی تعلیم میر محمد موسی سے حاصل کی تھی اور خط شکستہ درایدخاں سے۔ (۵)

## ۸-لالہ درگا پرشاد بن لالہ دینا ناتھ

خط شکستہ اور نستعلیق میں میرے شاگرد تھے اور نستعلیق اور خط شکستہ دونوں مین لکھنے میں کمال حاصل تھا، زودنویس تھے۔ (۶)



Marfat.com

## ۹-شنکر نوساری

رائے گوپی ناتھ کے قریبی اعزا میں تھے۔ جونواب عبدالاحد خان کے مختار تھے۔ مولوی حیات علی سے اصلاح لیا کرتے تھے اور اتنی مشق بڑھالی تھی کہ اپنے استاد کفایت خان سے زیادہ شہرت حاصل کی۔

## ۱۰-شنکر ناتھ پنڈت کشمیری

بڑے صالح، خوش اخلاق اور مہذب جوان تھے۔ شروع میں خط نستعلیق مجھ سے سیکھے اور خط شکستہ میں مولوی حیات علی کے شاگرد ہوئے۔ (۷)

## ۱۱-ٹوڈرمل

کھتری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مظفر خان کے توسط سے اکبر اعظم کے وزارت میں ممتاز مقام حاصل کیا۔

## ۱۲-منشی بالک رام

گہر تخلص لکھنؤ کے باشندے تھے منشی رحمت اللہ کے نامی پریس واقع کانپور کے مشہور کاپی نگار خوشنویس تھے۔

## ۱۳-رائے بچولال تمکین

## ۱۴- منشی بہاری لال

سارست برہمن اور فن خوشنویسی میں میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ جے پور زیڈنسی میں میر منشی رہے پھر ریاست جے پور میں ملازم ہوگئے، یہاں بہت لوگوں نے ان سے خوشنویسی سیکھی جن میں منشی پنالال، منشی ہیرالال اور شیخ



Marfat.com

احسان بھی باکمال استادان فن ہوئے۔ منشی ہیرالال نے اللہ بخشا پوش ان کی تاریخ وفات کہی اس طرح عیسوی سنہ وفات ۱۸۶۶ یا ۱۸۶۷ قرار پایا ہے۔(۸)

## ۱۵-بہاری لال:

نام مشتاق تخلص ولد رائے من بھاون لال کایستھ ماتھر، دہلی میں ۱۸۳۶ میں پیدا ہوئے۔ شعروسخن میں مرزا غالب کے شاگرد تھے اور خوشنویسی میں مرزا عباداللہ بیگ کے اکمل الاخبار کے ایڈیٹر اور کاتب بھی رہے۔ بوجہ خوشنویسی مرزا غالب ان سے اکثر خطوط لکھواتے تھے اردوئے معلیٰ کی تسوید میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا اوسط درجہ کے خوشنویس تھے۔

## ۱۶-منشی بنالال

نسباً بھارگو برہمن، ناظم تخلص، منشی رام جیون لال کے خلف اکبر اور منشی بہاری لال شاگرد میر پنجہ کش کے شاگرد خوشنویس تھے۔ مولانا رشیدالدین فائز سے تعلیم حاصل کی اور انھیں سے شعروسخن میں تلمذ تھا۔ فارسی کے عالم تھے ریاست جے پور میں ناظم (کلکٹر) رہ کر پنشن لی۔ متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں۔ تمام عمر مشق جاری رکھی۔ نستعلیق بہت بہتر لکھتے تھے۔ کمال یہ تھا کہ بلا مطروشکن قلم برداشتہ لکھتے تھے۔ اور کوئی حرف جدول سے خارج یا کم نہ رہتا تھا۔ قایمی کرسی میں بڑا ملکہ تھا۔ بہت لوگوں نے ان سے جے پور میں ستفادہ کیا۔

## ۱۷-پنڈت جگن ناتھ

عہد اکبری کے پہلے خوشنویس تھے۔ جنھوں نے ہندی قلم کو عروج



Marfat.com

دیا۔

## ۱۸-چندر بھان برہمن:

نام و تخلص۔ خط نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے متبع تھے۔ اور خط شکستہ میں کفایت حال کے دونوں خط اس قدر اچھے لکھتے تھے کہ یکتائے عصر مانے جاتے تھے۔ بہت زیادہ قطعات اپنی یادگار میں چھوڑے تھے، بقول مصنف ''مراۃ جہاں نما'' ۱۸۰۸ میں بمقام لکھنؤ انتقال ہوا اور بقول صاحب تذکرہ'' شمع انجمن'' ۱۸۷۳ مین۔ مفصل حال موخرالذکر تذکرے صفحے ۹۲ پر درج ہے۔ نیز دیکھیے صفحہ ۲۷۱ ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ'' از ڈاکٹر سید عبداللہ۔

## ۱۹-راجہ درگا پرشاد:

مہر تخلص، لکھنؤ کے مشہور خوشنویس تھے۔

## ۲۰-لالہ درگا پرشاد:

نام ابن لالہ دیا ناتھ، مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی کے شاگرد ہیں۔ شکستہ و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ شاعر تھے اور مضطرب تخلص کرتے تھے۔ محمد عیسی تنہا سے تلمذ تھا۔

## ۲۱-منشی دیبی پرشاد سحر

مصنف ''نظم پروین'' و ''ارژنگ چین'' جو فن خوشنویسی کے متعلق ہیں نسبًا کائستھ، خلف چینی الا افگر ساکن متوصل سندیلہ۔ ۱۴ دسمبر ۱۸۴۰ کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ سررشتہ تعلیم میں ملازمت شروع کی اور ترقی کر کے ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس ہوگئے۔ مذکور الصدر تصانیف کے علاوہ ''خلاصۃ



Marfat.com

المنطق''، ''معیار الاملا''، ''محیط المساحت''، ''مراۃ العالم'' اور ''واسوخت'' دیوان سحر بھی ان کی تصانیف ہیں۔ خوشنویسی میں یگانۂ عصر تھے۔ بعد لینے پینش درس تدریس کا شغل تھا، طلبہ کو کتابت وخوشنویس سکھاتے تھے۔ سحر تخلص تھا۔ (۹)

## ۲۲-منشی رام چندر

نام خلف منشی گوردھن لال نسباً کھتری، وطن جے پور نظر تخلص، انجمن ترقی اردو جے پور کی جانب سے ''جواہر رقم'' کا خطاب ہے۔ ششن جج کی سررشتہ داری کے عہدہ سے پنشن لے کر جے پور میں رہتے ہیں۔ خط نستعلیق میں منشی ہیرا لال مونس کے شاگرد ہیں اور اپنے وقت کے استاد، راجستھان میں اس وقت آپ سے بہتر خوشنویس نہیں ہے۔ علاوہ نستعلیق نویس استاد ہونے کے جدول کشی علاقہ بندی اور لوح سازی میں بھی مہارت رکھتے تھے، با اخلاق و بامروت مغتنمات زمانہ میں سے تھے۔

## ۲۳-رائے منوہر:

نام ابن رائے لون کرن عہد اکبری میں پیدا ہوئے اور شہنشاہ مذکور نے ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت شاہزادہ سلیم کے ساتھ کی، شعر بھی کہتے تھے اور خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے، ۱۱ جلوس جہانگری مین انتقال ہوا۔ (۱۰)

## ۲۴-سدا سکھ رائے

الہ آباد وطن، نسباً کایستھ، شاہی اور اہلکاری پیشہ آبائی تھا۔ نستعلیق میں میر محمد موسی کے شاگرد تھے اور استاد کے خط کی برابر خط تھا، شکستہ ورایت خان کے انداز پر بہت خوب لکھتے تھے۔ ان کی طلا کاروصلیاں بیحد مقبول خواص وعوام



Marfat.com

تھیں۔

## ۲۵-لالہ سرب سکھ رائے

حافظ نور اللہ کے مشہور و ممتاز شاگرد، استاد کی روش خط ایسی اڑائی تھی کہ دونوں کے خط میں تمیز کرنا مبصرین تک کو دشوار تھا۔ سیکڑوں وصلیوں پر حافظ صاحب کا نام لکھ کر جا بجا پھیلا دیں۔ شعر بھی کہتے تھے۔ دیوانہ تخلص تھا۔

## ۲۶-سکھ رام

محمد حفیظ خاں دہلوی کے خط شکستہ میں شاگرد تھے اور اچھا لکھتے تھے۔

## ۲۷-سندر

ابوالفیض فیضی کے کاتب، خاص اور نہایت اچھے خوشنویس نستعلیق تھے۔ ان کا قلمی، دیوان فیضی جواب تک کے دریافت شدہ نسخوں سے زیادہ قدیم و مکمل ہے اور عبدالرحیم خانخاناں وغیرہ کے مہروں سے مزین ہے نیز اکبر کے کتب خانۂ خاص کا نسخہ ہے۔ ہمارے پاس محفوظ ہے جو بخط خفی نستعلیق نہایت نفیس لکھا ہوا ہے۔ ان کا مزید حال معلوم نہ ہو سکا۔ (۱۱)

## ۲۸-منشی سیج بھان

نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے شاگرد تھے اور شکستہ میں کفایت خاں کے متبع دونوں خط بہتر لکھتے تھے اور مشہور خوشنویس تھے۔

## ۲۹-لالہ شنکر دریا آبادی

ہفت قلم خوشنویس تھے۔ خط گلزار و نستعلیق میں بڑا کمال تھا، نصیر الدین



Marfat.com

حیدر بادشاہ اودھ کے دیوان حبیب خاص تھے اور لالہ درباری لال وارشاہی کے فرزند پنجم۔ (۱۲)

## ۳۰-پنڈت شنکر ناتھ

تذکرہ خوشنویساں میں ان کا نام سنکر نوساری لکھا ہے۔ اور طغرہائے نستعلیق میں پنڈت شنکر ناتھ یہ رائے گوپی ناتھ کے پوتے تھے جونواب عبدالاحد خان کے دیوان ومختار تھے۔ مولوی حیات علی کے شاگرد تھے۔ اور خط شکستہ کفایت خان کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ چونکہ ذہین وطباع ومحنتی تھے اس لیے اپنا خط کفایت خاں کے خط سے ملا دیا تھا، خوش خلق وباوضع، تیرہویں صدی کے عمدہ ترین خوشنویس شکستہ تھے۔ (۱۳)

## ۳۱-راجہ شیر سنگھ

راجہ ناگر مل کے خاندان سے تھے اور آخری تاجدار دہلی کے طبقہ خوشنویساں میں شامل خط شکستہ کے استاد اور رائے پریم ناتھ کے شاگرد تھے۔ (۱۴)

## ۳۲-منشی شیو پرشاد

وہبی تخلص، اپنے زمانے کے باکمال خوشنویس اور اعلی درجہ کے کاتب تھے۔ مطبع نول کشور کے ممتاز کاپی نویسوں میں ان کا شمار تھا۔ حضرت شمس تبریز کا کلیات جس کے ۱۰۳۶ صفحات ہیں ان کا اور منشی آل حسن کا کتابت کردہ ہے اور دونوں کے خط میں تمیز کرنا ممکن نہیں۔ اور بھی متعدد کتب ان کی قلمی مطبع مذکور میں چھپی ہیں۔ خط نستعلیق نہایت نفیس وپاکیزہ ہے۔ ۱۸۲۵ تک تو ان کی حیات



Marfat.com

کا پتہ چلتا ہے، اس کے بعد نہ معلوم کب انتقال ہوا۔ (۱۵)

## ۳۳-مہاراجہ سرکشن پرشادشاد:

ریاست حیدرآباد دکن کے وزیر اعظم تھے۔ خود بھی متعدد علوم وفنون میں کافی دستگاہ رکھتے تھے اور بہت اہل علم وفن ان کی سرکار سے وابستہ تھے۔ اہل ہنر کے نہایت قدردان تھے شاعری وغیرہ کے علاوہ خوشنویس بھی تھے۔ لالہ بچو لال تمکین، محمد امام الدین اور محمد ظفر الدین خوشنویساں حیدرآباد سے باقاعدہ تعلیم حاصل کر کے خط میں شان اور فن میں بصیرت حاصل کی تھی، مگر جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے ''بے حد زود نویس تھے اس لیے شان خط قائم نہ رہتی تھی تاہم خوشخطی سے خط خالی بھی نہ ہوتا تھا۔ (۱۶)

## ۳۴-راجہ کنول کشن

عہد عالمگیر کے خط شکستہ کے اچھے خوشنویس تھے اور زود نویس بھی۔

## ۳۵-لچھمن سنگھ بقال:

علم وہنر سے آراستہ اور فارسی وعربی کے ماہر تھے۔ انشا پردازی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ایرانی شاہزادوں کی صحبت نے دل ودماغ عجیب کر دیا تھا، مرزا طاہر بیگ اور طاہر دکنی اور جلالہ کی طرز پر فارسی انشاء پردازی خوب کرتے تھے خط شکستہ میں محمد حفیظ خان کے اور شقیعہ میں مرزا آغا کے شاگرد تھے اور دونوں خط بہت اچھا لکھتے تھے۔ میر شمس الدین فقیر دہلوی کے شعر وسخن میں شاگرد تھے قلم وسخنمیں اہل ولایت کی روش کا اتباع بہت مرغوب تھا۔ ان کی تصنیف ''شعلہ آہ'' وغیرہ ان کے کمال کی شاہد ہیں چونکہ طبیعت میں عجب وغرور



Marfat.com

تھا اس لیے ان کے معاصرین ان کو اپنا ہم پلہ نہ مانتے تھے۔ حالانکہ یہ کسی سے کم نہ تھے۔ حکیم مرزا محمد اور مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی سے دوستی تھی اور باہم آمد و رفت۔ ان کے مسلم الثبوت خوشنویس ہونے میں کسی کو کلام نہ تھا، تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں انتقال ہوا۔

## ۳۶-بچھی نرائن پنڈت

عربی و فارسی میں پوری مہارت تھی۔ عمدہ انشاء پرداز بھی تھے اور مصوری میں بھی درک تھا۔ شکستہ و نستعلیق کی تعلیم محمد حفیظ خاں سے پائی تھی۔ ذوالفقار الدولہ میرزا نجف خاں کی سرکار میں عمدہ عہدہ پر ملازم تھے بقول مولانا غلام محمد دہلوی ہفت قلمی جوان کے خواجہ ماش تھے اس سلیقہ اور لیاقت کے انسان کم پیدا ہوتے ہیں۔ دونوں خط بہت عمدہ تھے۔ کثرت مشق کے باعث بینائی جاتی رہی تھی۔ ۱۸۱۲ء میں انتقال ہوا۔

## ۳۷-محبوب رائے

عہد عالمگیری کے خوشنویس شکستہ و نستعلیق تھے۔

## ۳۸-راجہ مہیش داس

خلف راجہ موہن لال بہادر معتمد جنگ جو سلطنت مغلیہ کے وزیر اور خط شکستہ کے مسلم الثبوت استاد تھے، یہ فن پنڈت شنکر تاتھ تلمیذ مولوی حیات علی سے انھوں نے حاصل کیا تھا۔ بعد غدر جے پور آ کر آباد ہوئے اور یہاں بہت لوگوں نے ان سے فیض اٹھایا۔ ۲۱ فروری ۱۸۸۴ء کو جے پور میں انتقال ہو۔ ان کے ورثاء اب تک جے پور کے محلہ موتی کٹرہ میں آباد ہیں۔



Marfat.com

## ۳۹-راجہ نندرام پنڈت

خط شکستہ کے ذی استعداد خوشنویس بطرز نواب البرکات خان تھے۔ خط نہایت نفیس و بارونق تھا۔نواب حسن رضا کی سرکار میں میر منشی کے عہدہ پر مامور تھے۔

## ۴۰-منشی ہیرالال مونس

ابن منشی رام جیون لال نسباً بھارگو قصبہ کوٹ قاسم وطن، خوش باش جے پور، یہیں مولانا رشید الدیں فاروقی نازنولی سے علم فارسی کی تکمیل کی اور کچھ عربی بھی پڑھی، نستعلیق میں منشی بہاری لال تلمیذ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔اور خط شکستہ میں راجہ مہیش داس کے نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ نقاشی، جدول کشی، علاقہ بندی میں بھی کمال تھا۔خط گلزار وغیرہ بھی اچھا لکھتے تھے۔متعدد تصانیف کے مصنف تھے۔طغرا ہائے نستعلیق ان کی تصنیف خطاطی کا عمدہ نمونہ ہے۔ جے پور میں ملازم رہ کر پنشن لی۔ بہت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا، اغلب ۱۹۲۱ء میں جے پور میں انتقال ہوا۔ان کی وصلیاں جے پور میں بکثرت موجود ہیں، چنانچہ ہمارے پاس بھی ہیں۔شان خط بہت بلند ہے۔

## ۴۱-منشی ہیرالال بھارگو مونس

منشی ہیرالال بھارگو پنالال ناظم کے چھوٹے بھائی تھے۔ جو ۱۹۱۰ بکرمی (مطابق ۱۸۵۴) میں بمقام جے پور میں پیدا ہوئے۔انھوں نے اپنے حالات اپنی تصنیف ''طغرائے نستعلیق'' مطبوعہ ۱۸۸۹ میں خود تحریر کیے ہیں۔ کہ ابتداء میں گھر پر اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی اور منشی بہاری لال سے خوشنویسی کی مشق کی نیز نستعلیق کے علاوہ خط شکست کی اصلاح راجہ مہیش داس بہادر خلف راجہ



Marfat.com

سوہن لال معتمد جنگ وزیر دہلی سے لی، فارسی عربی صرف ونحو اور منطق مولانا فائز نارنولی سے پڑھی اور انھیں سے اصلاح سخن بھی لی تعلیم سے فارغ ہوکر سرکاری مدرسہ میں بحیثیت مدرس ملازم ہوئے جہاں طلبہ کو درس کتب کی تعلیم کے علاوہ خوشنویسی بھی سکھاتے تھے، جے پور ہی میں ان اکا انتقال ۱۹۲۱ میں ہوا فن خوش نویسی میں ان کو کمال حاصل تھا۔ خط نستعلیق وشفیعہ کے علاوہ خط معکوس خط گلزار، خط غبار، خط ماہی اور نستعلیق نیز خط طغرا بہت خوب لکھتے تھے ان کو نقاشی وگلکاری میں بھی مہارت نامہ حاصل تھی۔

منشی ہیرالال نہ صرف عمدہ خوشنویس تھے بلکہ بہترین کاتب بھی تھے، انھوں نے ۱۲۰۵ء ۱۸۸۷ میں اپنا مطبع سراج الفیض قائم کیا جو بعد میں مطبع ہیرالال کے نام سے مشہور ہوا اور ۱۹۳۲ تک جاری رہا اس مطبع میں کتابت کا کام وہ خود ہی کرتے تھے اور خوبی یہ تھی کہ ان کے خط کی چھپائی میں خوش نویسی کی شان قائم رہتی تھی۔

اس پریس کے ذریعہ انھوں نے خود اپنی اور دوسرے مصنفین کی کافی کتابیں طبع کر کے اردو کی بڑی خدمت انجام دی۔ چنانچہ ان کی حسب ذیل تصانیف چھپ کر شائع ہوئیں:

(۱) اقوال صوفیہ (فارسی) اس میں بزرگان دین کے اقوال درج کیے ہیں، کتاب پر سنہ طباعت درج نہیں ہے۔ مطبع سراج الفیض میں یہ مجموعہ چھپا تھا۔

(کتھا سنبودھی (فارسی) ترجمہ بھگوت گیتا تحریر شدہ ۱۹۲۵ بکرمی مطابق ۱۸۷۲

(۳) رسالہ ہیئت (۴) طغراہائے نستعلیق



Marfat.com

# ہندو خوشنویس

## حوالجات:

(۱) تذکرہ خوشنویساں مولانا غلام محمد دہلوی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کلکتہ، ۱۳۲۰ ہجری

(۲) ایضاص ۱۶

(۳) ایضاص ۱۱۶

(۴) ایضا

(۵) منشی مالک رام: صحیفہ خوشنویساں چودھری احترام الدین شاغل عثمانی مطبوعہ ۱۹۸۷ء



Marfat.com

# (۸)

# ہندو تذکرہ نگار

۱-چمنستان شعراء لچھمی نرائن شفیق مرقومہ ۱۱۷۵ ہجری مطابق ۱۷۶۲ء، فارسی

۲-عیارالشعراء خوب چند ذکاء مرقومہ ۱۲۱۳ ہجری مطابق ۱۷۹۹ فارسی

۳-تذکرۂ بے جگر خیراتی لال جگر ،مرقومہ ۵۱-۱۲۲۱ ہجری مطابق ۳۶-۱۸۰۶ فارسی

۴-دیوان جیاں بینی نرائن جیاں مرقومہ ۱۲۲۲ ہجری مطابق ۱۸۰۷ فارسی

۵-خزینۃ العلوم درگا پرشاد ناور مرقومہ ۱۲۸۸ ہجری مطابق ۱۸۷۱ اردو

۶-چمن انداز درگا پرشاد ناور ۱۲۹۴ ہجری مطابق ۱۸۷۷ اردو

۷-رسالہ چندر بھان برہمن ۱۰۷۳ ہجری فارسی



Marfat.com

۸- ہمیشہ بہار کشن چند اخلاص ۱۱۳۶ ہجری فارسی

۹- سفینہ خوشگو بندرابن خوشگو ۱۱۳۱ تا ۱۱۶۱ ہجری فارسی

۱۰- بہار سخن زریں شیام پرشاد سندر لال

۱۱- خمخانۂ جاوید لالہ شری رام

۱۲- انیس الاحباء موہن لال انیس

۱۳- گل رعنا شفیق

۱۴- شام غریباں شفیق

۱۵- ہمیشہ بہار اخلاص

۱۶- انیس العاشقین رتن سنگھ زخمی

## بھگت مالا

مصنف نونیت رام سوہنی خوشابی اس کتاب میں ۳۷ ہندو مسلمان فقرا کا حال دیا گیا ہے اس کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہے۔

## گل رعنا

۱۱۸۷ ہجری، دو حصوں میں منقسم ہے، پہلی فصل میں فارسی کے مسلمان شعرا کا ذکر ہے۔ یہی حصہ زیادہ اہم بھی ہے اس میں آزاد بلگرامی کے حالات تفصیل سے درج گئے ہیں۔ اکبر کا ذکر ۴۶ صفحات پر محیط ہے۔

مناسب ہوگا اگر اسی جگہ پر چند ان کتابوں کا بھی ذکر کر دیا جائے جو



Marfat.com

مغلیہ دور حکومت کے نظم ونسق سے بھی متعلق ہیں۔

## منشات منشی

### تیرہویں صدی ہجری مصنفہ گنیش داس

''اس کتاب میں ۴ فصلیں ہیں۔ سب سے پہلا خط خدا کے نام عریضہ ہے، یہ کتاب مغلوں کے طرز حکومت سے بحث کرتی ہے۔ کاغذات دفتری کی مختلف اصطلاحیں اس کتاب میں موجود ہیں۔ ان کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ مثلا التماس، رقم، فرمان، تعلیقچہ، پروانہ، علام، سند، پروانہ برات وغیرہ۔

اس کتاب میں عہدہ قانون گھر کی ابتداء اور اس کے فرائض پر بحث ہے اس کے بعد بہت سے اداروں کی کیفیت بیان کی گئی ہے، مثلا ارباب التحاویل، سررشتہ بخشی گری، سررشتہ اسیقا۔

چوتھی فصل سباق کے متعلق ہے، یہ رسالہ اگر چہ مختصر سا ہے، لیکن کارآمد ہے۔



Marfat.com

# (۹)

# لغات

۱- کرشنا داس : مختصر سی کتاب ہے جسکے مصنف کرشنا داس ہیں۔ ۱۵۷۰ء مصرعوں میں فارسی سنسکرت کی ایک لغت ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| ۲-مرأۃ الاصطلاح | از | انندرام مخلص |
| ۳-مصطلحات وارستہ | از | سیالکوٹی مل وارستہ |
| ۴-بہار عجم | از | ٹیک چند بہار |
| ۵-ہفت اختر ۱۱۸۲ ہجری | از | مصنفہ کاشی |
| ۶-آمدن نامہ | | |
| ۷-گنج اللغات | از | گردھاری لال |
| ۸-نصاب مثلث افغانیہ (متعلق پشتو) | از | نرائن داس پیشاوری |
| ۹-غنچہ بے خار (صنائع وبدائع) | از | گنیش داس لائق |
| ۱۰-ہفت گل | از | کامتا پرشاد ناداں |



Marfat.com

۱۱- دریائے عقل از گنگا پرشاد بن دولت چند

۱۲- بہار علوم از ہندولال تار



Marfat.com

# (۱۰)

# ہندو مترجمین

## منشی گوپال کرشن تحسین:

منشی گوپال کرشن تحسین کا شمار الور کے عمدہ ادیبوں میں ہوتا ہے۔ وہ اردو، فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اور دونوں میں انہیں پوری مہارت و قدرت حاصل تھی۔ یہ مہاراجہ منگل سنگھ کے عہد میں الور کے حاکم عدالت تھے۔ ان کا بڑا کارنامہ ان کی کتاب ''چمنستان'' ہے۔ جو گلستاں کا سلیس و شستہ اور بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کی خصوصیت کا اظہار مترجم نے دیباچہ میں کیا ہے اور دوسرے ترجموں کی موجودگی میں اس ترجمہ کی ضرورت کو بھی واضح کیا ہے۔ نیز مفید تر بنانے کی غرض سے ہر باب کے شروع میں اس کی حکایات سے متعلق ایک واضح نوٹ بطور تمہید بھی تحریر کیا ہے کہ حکایات کا ماحصل و مقصود بخوبی سمجھ میں آجائے، مثلاً باب اول کے شروع میں لکھتے ہیں:

پہلا باب بادشاہوں کی عادت اور برتاؤ کے بیان میں:

اول معلوم ہونا چاہیے کہ گلستاں عموماً تہذیب اخلاق کی تعلیم میں کم و بیش جملہ افراد انسانی کے لیے اثر کیمیا رکھتی ہے۔ مگر خصوصاً بادشاہان نامدار



Marfat.com

اور امراء باوقار کی نظر توجہ کے لیے ایک دستور العمل ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے باب میں مصنف نے جو واقعات جمع کیے ہیں گویا وہ اخلاق شاہی کے چیدہ گلدستے ہیں یا یوں سمجھو کہ ملک رانی جہاں بانی اور رعیت پروری اور عدل گستری کے سچے مرقعے دکھائے ہیں۔ کہیں نیک کاموں میں بادشاہوں کی چشم پوشی کا اظہار ہے۔ کہیں حرص سے پرہیز اور نکوئی کی ترغیب کا ذکر ہے، کہیں بادشاہوں کی نظر میں اہل ہنر کے ممتاز ہونے پر بحث کی ہے۔ کہیں بادشاہوں کی عقل کی عام عقلوں پر ترجیح ثابت کی ہے۔ کہیں بادشاہوں کی مہربانی سے امن وامان کا نمونہ دکھایا ہے۔

ترجمہ عبارت کا نمونہ یہ ہے:

حکایت نمبر ۱۳۷ ایک مرتبہ کسی شخص نے نوشیرواں کو مژدہ سنایا کہ آپ کا فلاں دشمن مرگیا۔ نوشیرواں نے جواب دیا کہ مجھ کو اس بات کی خوشی نہیں کیوں کہ میرے سر پر بھی موت کھیل رہی ہے۔ کیا میں ہمیشہ کی زندگی لکھوا کر لایا ہوں۔''

یہ ترجمہ ۱۸۹۰ء میں مطبع یوسفی الور سے چھپ کر شائع ہوا اور دوسو صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر میں منشی رام کشن داس انجم محرر کوتوالی الور کا حسب ذیل قطعہ تاریخ ہے:

جب ترجمہ ہوگیا یہ تیار
باطرز جدید و ہم باسلوب
انجم نے کہی یہ اس کی تاریخ
تحسین نے کیا ہے ترجمہ خوب



Marfat.com

## نگار راضی

منظوم اردو ترجمہ گلستان سعدی مترجم جانی بہاری لال راضی بھرت پور مطبوعہ ۱۸۶۸ء۔

دیوان جانی بہاری لال راضی: دیبی پرشاد بشاش جودھ پوری کے بعد دیوان جانی بہاری لال راضی کا نام راجستھان کے ادباء شعراء میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ راضی کے حالات اس کے معاصرین میں مصنف وقائع راجپوتانہ نے بھی درج کیے ہیں۔ اور دیبی پرشاد بشاش نے بھی اور ان کے بعد خواجہ عشرت لکھنوی، مالک رام، سلیم جعفر، دریندر پرشاد سکسینہ اور قاضی معراج الدین دھولپوری نے بھی۔ لیکن سوائے اول الذکر کے حق تحقیق کسی نے ادا نہ کیا، قاضی صاحب نے اضافہ حالات ضرور کیا مگر اہل قلم ہستی پر جیسا کام ہونا چاہیے تھا وہ بلا شک نہیں ہوا۔

جانی بہاری لال راضی خلف جانی ننتھی رام گجراتی برہمن تھے۔ ۱۸۱۵ کے آس پاس بھرت پور میں پیدا ہوئے آگرہ کالج سے عربی، فارسی، سنسکرت اردو اور ہندی کی تعلیم حاصل کر کے بنارس کے ایک اسکول میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ مختلف انگریزی افواج میں منشی گری بھی کی اور انگریزوں کو اردو فارسی بھی پڑھائی جن [illegible] انگریزوں نے ان سے تعلیم حاصل کی انھوں نے ان کی قابلیت و لیاقت اور دیانتداری ایمانداری کے انھیں سرٹیفکیٹ دیے۔ جن کی نقلیں وقائع راجپوتانہ میں درج ذیل ہیں: ۱۷ اپریل ۱۸۵۲ کو مہاراجہ بلونت سنگھ والی بھرت پور نے ان کو اپنی ریاست کا نائب وکیل مقرر کر کے ایجنسی آف راجپوتانہ کے صدر دفتر آبو میں تعینات کیا۔ جہاں سے سر ہنری لاونس ایجنٹ



Marfat.com

گورنر جنرل راجپوتانہ نے ترقی دے کر اپنے دفتر میں مامور کیا۔ وہاں انگریزوں کی تعلیم فارسی کی خدمت انھوں نے انجام دی، اپھر ۱۸۵۸ میں والی ریاست کچھ نے اپنا دیوان (وزیر اعلی) بنایا۔ اسی زمانے میں ان کا دیوان مطبع دربار کچھ میں چھپ کر شائع ہوا۔

راضی ۳۰ اپریل ۱۸۹۷ء یعنی تاریخ وفات تک ''پنچ سرداران'' میں شامل رہے اور پینشن پاتے رہے۔

راضی نے مندرجہ ذیل ترجمہ کیے ہیں:

نگار راضی :منظوم اردو ترجمہ گلستان سعدی مترجم جانی بہاری لال راضی بھرت پوری مطبوعہ ۱۸۶۸

اژرنگ راضی : منظوم اردو ترجمہ انوار سہیلی سعدی مترجم جانی بہاری لال را بھرت پوری مطبوعہ ۱۸۷۲

دلارام راضی :منظوم اردو ترجمہ روضہ الصفا مترجم جانی بہاری لال راضی لال بھرت پوری ۱۸۷۳ء

ہندوستان عہد مغلیہ میں: نکولاس منوچی باشندہ وینسی طبیب خاص شاہزادہ شاہ عالم بہادر کی مشہور معروف اور معرکتہ الاراء تصنیف سٹوریا ڈموگر کا اردو ترجمہ از ملک راج شرما،

شنکر داس پرنٹر آریہ سیٹم پریس لاہور

حصہ اول : منوچی کے سفر ہندوستان دارا کے دربار میں بازیابی اور



Marfat.com

امیر تیمور سے لیکر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک جملہ مغلیہ شاہان کا کچا چٹھا۔

حصہ دوم: عہد اورنگ زیبی کی مکمل تاریخ ۱۷۰۰ تک

حصہ سوم: اورنگ زیبی حرم اور دربار کے حیرت انگریز اور سنسنی خیز حالات کا مجموعہ

حصہ چہارم: اورنگ زیب کی مرہٹوں کے ساتھ پچیس سالہ جنگ کا ولولہ انگیز بیان

## مول چند منشی لال

منشی مول لال چند منشی قوم کائستھ ماتھر باشندہ دہلی شاہ نصیر کے شاگرد تھے، وہ حضرت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے دربار میں عہد جلیلہ پر فائز تھے، ایک کہنہ مشق اور باکمال شاعر تھے، صاحب دیوان بھی تھے۔ ۱۸۳۲ میں انتقال فرمایا۔

مول چند منشی نے شمشیر فانی اور فردوسی کے شاہنامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کر کے اردو ادب میں رزمیہ نظموں کا اضافہ کیا ہے۔ اپنے ان منظوم تراجم سے انھوں نے اہل ملک کی رگوں میں شجاعت کی لہر دوڑا ای۔ شاہنامہ اردو منظوم منشی ایک سو اسی (۱۸۰) باتصویر صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر تقریبا ۵۴ سطور اور ہر سطر میں دو شعر درج ہیں۔ اس طرح اس کتاب میں منجملہ ۱۹۴۰۰ کے قریب اشعار درج ہیں۔

منشی مول چند منشی اور منشی طوطا رام شایان نے فارسی زبان کی مشہور کتابوں کو اردو زبان میں منظوم ترجمہ کرنے میں کافی شہرت حاصل کی۔ ان کی



Marfat.com

ادبی خدمات نہایت گرانقدر ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہند شعراء ہیں جنھوں نے اس طرف خاص توجہ کی، چنانچہ منشی شادی لال چمن لکھنوی نے کتاب الف لیلہ ولیلہ جلد چہارم کو نظم کیا۔ ۱۹۶۵ میں طبع ہوئی منشی لالتا پرشاد شفق لکھنوی شاگرد منشی شنکر دیال فرحت نے قصہ چہار درویش کو نظم میں بہار شفیق کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔ دیوان جانی بہاری لال رئیس آگرہ (متوفی ۱۸۹۵) کی تصنیفات گلستان، بوستاں اور انوار سہیلی اردو میں طبع ہو چکی ہیں۔ منشی ماتا پرشاد پنساں لکھنوی (منشی رام سہائے تمنا کے چھوٹے بھائی) نے فسانۂ عجائب کو نظم کیا ہے۔

## طوطا رام شایان لکھنوی

طوطا رام شایان خلف منشی آتما رام سریواستو باشندہ لکھنؤ ایک نامور شاعر تھے۔ ان کے دادا من سکھ رائے اور پردادا رائے منشا رام بڑے نامی گرامی شخص تھے۔ منشی طوطا رام شایان نواب سعادت علی خان بہادر کے عہد میں عہدہ بخشی گری فوج پر ممتاز تھے۔ بعد میں انھوں نے مطبع نول کشور میں ایک عرصہ تک اودھ اخبار کی ادارت کی۔ ۱۸۸۰ میں انتقال فرمایا۔ مہابھارت منظوم، قصہ امیر حمزہ منظوم معرف بہ طلسم شایان اور الف لیلہ منظوم وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔

منشی طوطا رام شایان بڑے نازک خیال اور خوش گو شاعر تھے، طبیعت میں آمد غضب کی تھی رزمیہ نظم لکھنے میں ملکہ حاصل تھا۔ اپنی علمی استعداد و لیاقت سے اردو ادب کو فیضیاب کیا۔

کچھ مزید ترجمے اس طرح ہیں:



Marfat.com

(۱)اشرف المناقب: غوث شاہ قلندر کی سوانح از چرنجی داس

(۲)-ترجمہ دیوان حافظ دلپت رائے

(۳)-الف لیلہ (منظوم) چھیدالال صدق مطبوعہ نول کشور ۱۸۶۸ء

(۴)-عرفان حافظ (ترجمہ دیوان حافظ) شیاما چرن داس

(۵)-کلام حقانی: مصنف جیت سنگھ ششیل ۱۹۷۳ بابا فرید کے کلم کا ترجمہ

(۶)-مجموعہ اخلاق (اخلاق ناصری کا ترجمہ) مترجم: سدا سکھ لال مطبع نورالابصار الہ اباد، سال اشاعت ۱۸۹۳ء

(۷)-درد باقی دردساقی بقلم راجہ گردھاری پرشاد، یہ خواجہ میر درد کی رباعیات کا ترجمہ ہے۔

(۸)-منشی رام جس محیط لاہوری کھتری، بنارس میں ملازم تھا محیط دانش کے نام سے انوار سہیلی کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔

(۹)-گردیال مجذوب مترجم ''المراۃ فی الاسلام'' مصنف مالک رام، شاہدرہ سے ۱۹۹۰ میں شائع ہوئی۔



Marfat.com

# (۱۱)

# تصوف

## مجمع البحرین:

علم تصوف کی یہ کتاب پنڈت ذرگا پرشاد عاجز بھرت پوری کی تالیف ہے جو ۱۸۷۶ء میں مطبع الٰہی آگرہ میں چھپی تھی، اس میں فارسی کے صوفی شعراء حافظ، رومی اور سعدی وغیرہ کے کلام کی روشنی میں علم تصوف سے بحث کی گئی ہے۔

## تصوف پر دیگر کتابیں اس طرح ہیں

(۱) بادۂ عرفان مصنفہ انند کمار عرفانی سرور مطبوعہ ۱۹۶۹ رام پور پبلشر رمیش کمار جین

(۲) بوستان معرفت مصنف بابو مادھو داس ضخامت ۳۴۴ صفحات مطبع انوار احمدی

(۳) رہنمائے دیدار حق مصنف ہری سنگھ گورمکھ ضخامت ۳۰۴ صفحات سال اشاعت ۱۹۳۵ دیوان پرنٹنگ پریس لاہور،



Marfat.com

(۴) عرفان حافظ مصنف چرن داس شرما، مطبوعہ ۱۹۶۴، ترقی اردو دہلی

(۵) بابا فرید حالات زندگی اور تعلیمات، گربچن سنگھ ۱۹۷۳، بابا فرید میموریل سوسائٹی پٹیالہ

(۶) نغمۂ سربد مترجم عرش ملیسانی ضخافت ۱۹۵ صفحات مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس دہلی

(۷) تحفہ درویش، مصنف بگا نگ سنگھ درویش، ۵۰۷ صفحات مطبوعہ ۱۸۹۶ پبلشر رام نرائن بھارگو

(۸) کلام حقانی بابا فرید کے اقوال از جیت سنگھ خیل

منشی پربھودیال رقم کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔



Marfat.com

# (۱۲)

# اخبارات اور مطابع کے ہندو مالکان

| نمبر | اخبار اور مطبع | نام مالک وایڈیٹر | سن | مقام |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | اخباروں کا قبلہ گاہ | مہتمم بھگوان داس | ۱۸۷۸ | لاہور، ہفتہ وار |
| ۲ | اخبار عام | مالک پنڈت رام، اڈیٹر گول ناتھ | ۱۸۷۱ | لاہور، ہفتہ میں ۳ بار |
| ۳ | اخبار ہند | مانگ گوری شنکر، مہتمم منشی اودھ بہاری لال، اڈیٹر مرزا رفیع الدین | ۱۸۸۰ | لکھنو، ہفتہ وار |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۴ | اخبار چنار | مالک: بابو ہنومان پرشاد، ایڈیٹر مصنف کتاب مولود شریف سعدی | ۳ ستمبر ۱۸۸۴ | چنار، مرزا پور، ہفتہ وار |
| ۵ | اتالیق پنجاب | مہتمم بابو پیارے لال | ۱۸۷۰ | لاہور |
| ۶ | اتالیق زمینداران | مالک: لالہ نرائن داس | ۱۸۷۷ | ہوشیار پور |
| ۷ | ایجوکیشنل پریس | مہتمم کنہیالال اکزامینر | ۱۸۶۶ | لاہور |
| ۸ | احسن المطابع | مالک منشی لیش سرب | یکم فروری ۱۸۸۵ | لکھنو یحیی گنج |
| ۹ | اردو رپورٹ | مالک: منشی لیشن سروب | ۱۸۷۰ | مرادآباد، ماہنامہ |
| ۱۰ | اردو گورنمنٹ گزٹ پنجاب | مہتمم پیارے لال | ۱۸۷۲ | لاہور، ماہانہ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۱ | اردو انسٹرکٹر (اردو انگریزی مشترک) | مطبع گرنتہ پرکاش | ۱۸۸۲ | بمبی |
| ۱۲ | آصف الاخبار | مالک: نارائن سوامی مدابھار کپنی | یکم فروری ۱۸۷۱ | حیدرآباد |
| ۱۳ | اصغری | کاتب: پیارے لال | یکم اگست ۱۸۷۱ | |
| ۱۴ | آفتاب ہند، کاشی پریس | باہتمام بابو گوبند چندر | ۱۸۵۴ | بنارس، پندرہ روزہ |
| ۱۵ | آفتاب عالمتاب | مالک لالہ دیبی پرشاد، مہتمم لالہ شمبھو ناتھ | ۱۸۷۰ | لکھنو |
| ۱۶ | آفتاب عالمتاب | مالک ایوان اسپا سنگھ اڈیٹر منشی رام سنگھ | ۱۸۸۵ | لاہور |
| ۱۷ | آفتاب پنجاب | ایوان بوٹا سنگھ | ۱۸۷۳ | لاہور، ہفتہ وار |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۸ | آفتاب محشر، مطبع چنی لال پریس | مالک: لالہ کندن لال شرر، مہتمم سکھن لال | ستمبر ۱۸۸۷ | علی گڑھ، پندرہ روزہ |
| ۱۹ | افسوس، مطبع چنی لال پریس | باہتمام جگدمبا پرشاد | یکم مئی ۱۸۸۵ | فتح گڑھ |
| ۲۰ | امر سنگھ پریس | مالک راو سنگھ باہتمام رام پرشاد | جنوری ۱۸۷۶ | بڈھانہ، مظفر نگر |
| ۲۱ | انجمن رفاہ | باہتمام منشی گلاب رائے | | گونڈہ |
| ۲۲ | انجمن زراعت | پنڈت سری لال | ۱۸۸۴ | بجنور |
| ۲۳ | انجمن فیضان عام، مطبع گیان پریس | مہتمم منشی دیوان چند | ۱۸۶۶ | گوجرانوالہ، ماہانہ |
| ۲۴ | انجم افروز | مہتمم لالہ بھگوان داس | ۱۸۵۹ | کشمیری گیٹ، دہلی |
| ۲۵ | انوار احمدی، مطبع منشی ہزاری لال | | ۱۸۶۷ | ہردوئی |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۶ | اودہ پرکاش | مالک برج موہن لال، باہتمام منشی چنڈی لال، | جنوری ۱۸۸۷ | فیض آباد |
| ۲۷ | اودہ پریس، | مالک لالہ چندن لال، مہتمم پیارے لال | ۱۸۷۴ | لکھنو یحیی گنج |
| ۲۸ | آئینہ آئین ہند، گیان پریس | مہتمم منشی برج لال | ۱۸۷۹ | |
| ۲۹ | آئینہ ریاضی | مالک لالہ بختاور سنگھ | یکم جنوری ۱۸۷۹ | شاہجاں پور |
| ۳۰ | آئینہ تہذیب | مالک بابو شبو پرشاد | ستمبر ۱۸۸۲ | غازی پور، سید پور |
| ۳۱ | آئینہ ہند، آریہ پریس | مالک لالہ رنگی رام مختار، مہتمم لالہ سالک رام | یکم جنوری ۱۸۸۳ | لاہور، ماہانہ |
| ۳۲ | آئینہ روزگار | مالک پانڈے رام سرن لال کائستھ | ۱۸۸۸ | غازی پور |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۳۳ | آئین پریس | مالک منشی امر سنگھ | ۱۸۸۳ | نظام الدین |
| ۳۴ | آئین ہند | مہتمم امر سنگھ | ۱۸۸۳ | دہلی |
| ۳۵ | انبالہ گزٹ، مطبع ہری پرکاش | مالک لالہ ہربنس رائے | یکم اگست ۱۸۸۵ | انبالہ |
| ۳۶ | باوا آدم، | پنچ بحکم لالہ پرتاپ صاحب، مالک بابو سندر داس | اکتوبر ۱۸۸۱ | بنارس |
| ۳۷ | بحر حکمت | مالک رائے ہرسکھ رائے، باہتمام منشی منوررام | ۱۸۶۲ | لاہور، پندرہ روزہ |
| ۳۸ | بحر الفیوض | مالک لالہ بیجاناتھ | ۱۸۶۱ | فتح پور، ہسوہ |
| ۳۹ | برق، مطبع دت پرشاد پریس | مالک نواب علی حسرت لکھنوی | ۱۸۸۵ | بمبئی، ماہانہ |
| ۴۰ | برہم پریس، | مہتمم بھگوان داس، حسب فرمائش شیخ غلام حسین تاجر کتب | ۱۸۷۹ | دہلی |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۴۱ | برہم پریس | مالک نتھورام نند | یکم جون، ۱۸۸۳ | لاہور |
| ۴۲ | برنج آفتاب پنجاب | مالک دیوان اباسنگھ | ۶ مارچ، ۱۸۸۵ | لاہور |
| ۴۳ | ہلدیو پرکاش، | مالک ہلدیو پرشاد | یکم جولائی ۱۸۸۰ | آگرہ |
| ۴۴ | بنارس گزٹ | مالک گوبندرگھوناتھ | ۱۸۵۴ | بنارس |
| ۴۵ | بنارس گزٹ، | مہتمم بابو اچھا پرشاد، مالک بابو سدہ گوپال ،اڈیٹر لال اشرفی | ۱۸۸۳ | بنارس |
| ۴۶ | بنارس لاٹ پریس | مالک گوپی ناتھ | ۱۸۷۰ | بنارس |
| ۴۷ | ہند پریس | مالک منشی ہنومان پرشاد، شاہجہاں پوری | یکم مارچ، ۱۸۵۶! | مرزاپور |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۴۸ | بوستان العاشقین | مالک بابو مول راج، مہتمم بابو چھوٹے، اڈیٹر لالہ ماھو برشا | ۱۸۷۷ | لکھنو ہفتہ وار |
| ۴۹ | بہار جنت | مالک سردار بوٹا سنگھ | ۱۸۸۷ | کپورتھلہ |
| ۵۰ | بہارستان شوقی | مالک بابو گنگا سہائے | ۱۸۸۵ | بلند شہر، ماہانہ |
| ۵۱ | بے نظیر | مالک جی. پی. دتاتری، اڈیٹر پنڈت شیوناتھ سنگھ | ۵، جنوری ۱۸۸۴ | لکھنو |
| ۵۲ | براب پنج | منشی کرشن لال | ۱۸۸۶ | کھولھاپور، امراوئی |
| ۵۳ | پرنگ پریس | مالک بابو کشوری موہن چٹرجی | ۱۸۸۶ | گورکھپور |
| ۵۴ | تاج الاخبار، مطبع کایستھ | باہتمام لالہ گوکل پرشاد | ۱۸۷۴ | لکھنؤ، مشک گنج |
| ۵۵ | تاج الاخبار، | مالک بابو نرائن داس، اڈیٹر منشی رام سہائے شفیق | یکم نومبر ۱۸۸۴ | راول پنڈی، ہفتہ واری |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۶ | تحفۂ پنجاب | ٹھاکر بیرم بلرام سنگھ، مہتمم دیوان بھگواس داس | ۱۸۷۵ | امرت سر |
| ۵۷ | تحفۂ پنجاب | مالک اتم چند | ۱۸۸۳ | لاہور |
| ۵۸ | تحفۂ کشمیر | مہتمم منشی جمنا پرشاد، مالک لالہ رائے ہر سکھ رائے | ۱۸۷۶ | سری نگر |
| ۵۹ | تہذیب سخن | مالک منشی کرشن لال جوش | ۱۸۸۶ | کولہاپور، امرواتی |
| ۶۰ | تعویذ | مالک لالہ بانکے لال زاربدایونی | جولائی ۱۸۸۵ | متھرا |
| ۶۱ | ثمر ہند | مالک منشی پیارے لال، ڈپٹی منیجر ہرسمرن داس | ۱۸۶۹ | مسن پوری |
| ۶۲ | جام جہاں نما | مالک رائے سری کرشن چندر قیصراز قیصر المطابع | ۱۸۸۳ | گھسیاری منڈی، لکھنؤ |



Marfat.com

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۶۳ | جامع الاحکام | مہتمم منشی چندن لال پرنٹر پیارے لال | ۱۸۷۲ | یحیی گنج، لکھنو |
| ۶۴ | جامع مسائل علم الطب | مالک سردار بوٹا سنگھ سوداگر | ۱۸۸۳ | کپورتھلہ |
| ۶۵ | جامع العلوم | مالک منشی نرائن درس، مہتمم منشی پرنٹری داس | جنوری ۱۸۸۴ | مرادآباد |
| ۶۶ | جلوہ طور | مالک رائے گنیش لال، مہتمم بابو بابھ، رائے، پرنٹر شمبھو ناتھ | ۱۸۶۱ | میرٹھ |
| ۶۷ | چشمۂ فیض | مالک دیوان چند | جولائی ۱۸۵۳ | سیالکوٹ |

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے، ہندوستانی پریس ۱۵۵۶ء تا ۱۹۰۰ء، مرتبہ نادر علی خاں، اتر پردیش اکادمی، ۱۹۹۰ء۔



Marfat.com

# (الف)
# منشی نول کشور

مشرقی علوم وفنون کی دنیا میں منشی نول کشور کی ذات محتاج تعارف نہیں کیونکہ انھوں نے انیسویں صدی کے ہندوستان میں اپنی انتھک کوششوں اور بے پناہ خداداد صلاحیتوں سے نہ صرف علوم وفنون کی ایک دیرپا مشعل روشن کی بلکہ اس ملک کی صنعتی ترقی کی طرف بنیادی اور تعمیری قدم اٹھایا۔ان کے مشہور عالم نولکشور پریس کی شاخیں نہ صرف ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں بلکہ لندن میں بھی قائم کردہ ''اپر انڈیا پیپر کو پریل'' شمالی ہندوستان میں کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ تھا۔ان کی صنعتی اور تعمیری صلاحیتیں بڑی ہمہ گیر اور ہمہ جہتی تھیں ان کا دارالتصنیف ہندوبستان میں اپنی نوعیت کا ایسا واحد ادارہ تھا جس کی نظیر نہیں ملتی کتنی ہی ساہتیہ اکادمیاں مل کر بھی مدتوں میں وہ کام انجام نہ دے سکیں جو انکی دار التصنیف سے انجام پا چکے۔عربی، فارسی، سنسکرت، اردو، ہندی اور پنجابی زبانیں ان کے پریس کی رہین منت ہیں۔انھوں نے ان زبانوں کے قیمتی ادبی سرمایوں کو زمانہ کی دستبرد سے بچا کر لوگوں تک پہنچایا اور اس طرح اشاعت علم کی عظیم خدمت انجام دی۔لائبریریوں،اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور پاٹھ شالاؤں کا قیام اور ان کی امداد منشی جی بڑی فیاضی اور دریا دلی سے



Marfat.com

کرتے تھے۔ غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی اعانت اور اہل علم کی قدردانی، عزت اور اور انکے مرتبہ کا احترام کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی جاری رہا۔ پیش نظر کتاب ''تواریخ نادر العصر'' اگر چہ ان کی ایک مختصر تالیف ہے لیکن کئی اعتبار سے اس کی افادیت اور اہمیت مسلم ہے۔ انھوں نے ودیم ماخذوں اور عینی شاہدوں کی بنیاد پر اودھ کی یہ مختصر تاریخ مرتب کی ہے۔ ابتدا میں پس منظر کے طور پر ہندو مذہب اور ہندوستانی باشندون کے بارے میں بھی مختصر بحث کی گئی ہے۔ ہندوستانی معدنیات کا ذکر مفید اور معلومات افزا ہے۔ لکھنؤ کی قدیم عمارتوں، سڑکوں، گلیوں، بازاروں کا بیان بہت کچھ عینی شہادتوں پر مبنی ہے اور اس لحاظ سے اسے تاریخی اہمیت حاصل ہے۔

منشی نولکشور نے ۱۸۵۸ء میں لکھنو میں نولکشور پریس کی داغ ڈالی تھی اور ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ ہی میں واجد علی شاہ کے عہد حکومت میں ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی لڑی گئی۔ بیگم حضرت محل کا کردار ایک تاریخی حقیقت ہے۔ انگریز حکمراں نے واجد علی شاہ کی فوجوں کو شکست دی۔ انھیں تخت وتاراج سے محروم کیا۔ مٹیا برج کلکتہ میں لے جا کر بند کر دیا اور اودھ کی خوشحال ریاست پر قبضہ کرلیا۔ منشی جی موصوف نے لکھنؤ کی تباہی، زبوں حالی اور بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ یہاں کی تاریخی عمارتوں کی مسماری ۱۸۵۷ء کے بعد عرصہ تک جاری رہی اور منشی جی موصوف ان کے چشم دید گواہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے بیانات میں بڑا وزن اور وقار ہے۔

لکھنؤ کی تاریخی عمارتیں کب اور کہاں اور کتنے سرمایہ سے تعمیر ہوئی



Marfat.com

تھیں ان کی تفصیل اس کتاب کا سب سے قیمتی حصہ ہے۔ان دنوں اتر پردیش کی پیداوار کتنی تھی، بازار کا نرخ کیا تھا اور صوبہ کی اہم تاریخی چیزیں کیا تھیں؟ بیانات سے معاصرین کی کتابیں کالی ہیں۔اس اعتبار سے بھی ''نادر العصر'' درحقیقت نادر العصر ہے جو اگر چہ اس غرض سے نہیں لکھی گئی تھی لیکن اب اس کی اہمیت ورندرت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۱۹۱۰ء میں مولانا عبدالحلیم شرر کی ایک کتاب ''گزشتہ لکھنؤ'' شائع ہوئی تھی جو لکھنؤ کے بارے میں ان کی بے شمار یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ساہتیہ اکیڈیمی ہند دہلی نے اس کا Transliteration ہندی میں شائع کیا ہے ۔اسی طرح بعض اور زبانوں میں گذشتہ لکھنؤ کے ترجمے چھپے ہیں لیکن ''نادر العصر'' کو اس سلسلہ میں جو اولیت حاصل ہے وہ صرف اسی کا ہے۔

منشی جی کے طرز تحریر پر اس دور کی چھاپ بہت نمایاں ہے۔وہ عربی و فارسی الفاظ کے بے تکلف استعمال پر قادر ہی نہیں عادی تھے۔اس وقت کی اردو نثر میں عام طور پر وہ صفائی، روانی اور سادگی نہیں جو بعد میں سرسید اور ان کے رفقائے کار کی جد جہد سے رفتہ رفتہ پیدا ہوئی۔اسی لئے ''نادر العصر'' کی عبارتوں میں بھی کھردرا پن موجود ہے اور ۱۸۶۳ء کی تصنیف میں آپ اس سے زیادہ کیا امید کر سکتے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ لکھنؤ اور صوبہ اودھ کے بارے میں سماجی اور تاریخی بیانات جتنے اچھے، معتبر اور مستند ''تاریخ العصر'' میں ملتے ہیں اس کی مثال کہیں نہیں نظر آتی ہے۔اس ضرورت کے ماتحت ''نادر العصر'' کی پرانی شراب کو نئے پیمانے میں پھر سے پیش کیا جا رہا ہے۔



Marfat.com

حضرت امیر حسن نورانی نے اس سلسلے میں جو معتبر و مفید سطور رقم فرمائی ہیں ان کے مطالعہ سے منشی نولکشور کا مرتبہ متعین کرنے میں آسانی ہوگی۔ ان کی تحریر درج ذیل ہے:

کسی انسان کی اس سے بڑھ کر خوش قسمتی کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا نام علم و دانش لازم و ملزوم سمجھے جائیں اور ایک کے ساتھ دوسرے کا خیال غیر ارادی طور پر آجائے۔ ایسا خیال کیا جو مختلف علوم و فنون کی ہزاروں کتابوں کے تصور میں تبدیل ہوکر دل و دماغ کو روشن کردے اور ایک انبساط انگیز کیفیت کا احساس پیدا ہو جائے۔ ایسی ہستیاں شاذ و نادر ہوتی ہیں اور صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں منشی نولکشور ایک ایسی ہستی کا نام ہے جس کا تعارف کرانا مقصود ہے۔ منشی نولکشور مشرقی علوم و فنون کے محافظ اور اردو زبان و ادب کے بڑے محسن تھے۔ انھوں نے اسلامی علوم و فنون کی جتنی خدمت کی اتنی انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے کوئی دوسرا نہ کرسکا۔ ان کا مطالعہ علمی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اردو صحافت کا عروج ان کا رہین منت ہے۔ انھوں نے اردو زبان و ادب کی آبرو بڑھائی اور اس کے خزانے میں اتنا اضافہ کیا کہ وہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں سے آنکھیں ملانے کے قابل ہوگئی۔

تجارتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو انھوں نے طباعت و اشاعت اور ان کی متعلقہ صنعتوں کو اس وقت فروغ دیا جب صنعت و حرفت جمود و تعطل کا شکار تھی کتابوں کی تجارت کو ہندوستان میں پہلی بار انھوں نے بڑے پیمانہ پر جدید اصولوں اور منظم طریقوں سے ترقی کی راہ پر چلایا۔ کتابوں کی تجارت میں درآمد برآمد کا سلسلہ شروع کیا، ایران، افغانستان، چین ترکستان اور مشرق وسطی کے



Marfat.com

ممالک میں ان کے مطبع کو شہرت حاصل ہوئی۔ یورپ اور امریکہ کے مستشرقین نے ان کی عظیم خدمات کا اعتراف کیا۔ انکی بدولت ایسی نادر و نایاب کتابیں منظر پر آئیں جن کی مدد سے علوم وفنون کے سلسلۂ ارتقاء کی تاریخی کڑیوں کو مربوط کرنے میں مدد ملی۔ اودھ اخبار کا اجراء ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے فن خطاطی کو انھوں نے نئی زندگی بخشی ملک کی صنعتی ترقی میں ان کی خدمات قابل قدر ہیں وہ اپنے عہد کی ایک غیر معمولی شخصیت تھے ان کی سرگرمیوں نے آنے والے زمانہ پر گہرا اثر ڈالا۔

منشی نولکشور جنوری ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے دس سال کی عمر میں ثانوی تعلیم کے لئے آگرہ کالج میں داخلہ لیا پانچ سال تعلیم حاصل کی، دو سال اخبار سفیر آگرہ میں صحافت کی تربیت حاصل کی۔ سترہ سال کی عمر میں اڈیٹر کوہ نور کی دعوت پر لاہور گئے اور چار سال اخبار کوہ نور اور اس کے مطبع میں کام کیا ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد لاہور سے آگرہ واپس آئے اور ۱۸۵۸ء کے آغاز میں لکھنو پہنچے اور مطبع قائم کیا ۲۶ نومبر ۱۸۵۸ء کو اودھ اخبار جاری کیا اس وقت وہ اکیس برس کے ہو چکے تھے ۱۹ فروری ۱۸۹۵ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر انسٹھ سال تھی ان کو صرف ۳۷ سال کام کرنے کا موقع ملا یہ زمانہ مسلسل جہد عمل کا زمانہ تھا۔

۳۷ سال کی مختصر مدت میں منشی نولکشور نے اودھ اخبار کو ۴ صحافت سے ترقی دے کر ۲۴ صفحات تک پہنچایا اور خاص نمبر ۴۸ صفحات پر شائع ہوتے تھے اردو کے بلند پایہ ادیب وانشاء پرداز اودھ اخبار سے وابستہ تھے اور بہت سے اہل ذوق اس ادارے میں زیر تربیت تھے جو مستقل نامور ہوئے۔



Marfat.com

مطبع کو انھوں نے اتنی ترقی دی کی سارے ایشیا میں اس کا کوئی مقابل نہ تھا۔ ۳۷ سال میں عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو کی چار ہزار سے کچھ زیادہ کتابیں شائع کیں۔ بعض کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں ان کی زندگی میں صرف مطبع کے اندر بارہ سو آدمی کام کرتے تھے۔ تین سو مشین میں تین سو ہینڈ پریس چلاتے تھے۔ کانپور کے مطبع میں دو سو آدمی کام کرتے تھے۔ بیس ہزار روپیہ کا کاغذ ہر ماہ صرف ہوتا تھا۔ مطبع کا سالانہ ڈاک خرچ پچاس ہزار روپیہ تھا۔ ملازمین کی تنخواہ پندرہ ہزار ماہوار تھی۔ اس کے علاوہ بیواؤں یتیموں اور غریبوں کے لئے کئی سو روپیہ ماہوار دیتے تھے۔ جب منشی نولکشور کی وفات ہوئی اس وقت سرمایہ کی کمی کے باعث صرف ایک ہینڈ پریس پر کام شروع کیا تھا۔ وہ اپنے رٹائر ہونے والے ملازمین کو پنشن دیتے تھے یہ طریقہ ان کے وارثوں نے بھی باقی رکھا۔ وہ عالموں، پنڈتوں اور سب ہی دانشوروں کا احترام کرتے تھے۔ سنسکرت کی تعلیم کے لئے لکھنؤ میں ایک پاٹھ شالہ قائم کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے علماء نے ان کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔ دارالعلوم کی مجلس شوری نے ان کی علمی خدمات اور امداد کتب کا شکریہ ادا کیا ہے۔ مدرسۃ العلوم (محمڈن کالج علی گڑھ) کو انھوں نے گرانقدر عطیات اور کتابیں تحفہ میں دیں۔ مطبع نولکشور کے سب سے بڑے عالم و مترجم طویل عرصہ تک مطبع میں کام کرنے کے بعد اپنے تجربات اور مہارت علوم اسلامیہ کے باعث مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور اس کے کچھ عرصہ بعد دارالعلوم ندوہ العلماء میں درس حدیث کے مستند عہدہ پر فایز ہوئے اور دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ منشی نولکشور نے مشرقی علوم کے اثاثہ کی حفاظت کی۔ اگر وہ اس طرف توجہ نہ کرتے تو ہمارا قیمتی سرمایہ ضائع ہوجاتا۔ ان کی خدمات کا اعتراف ان کی زندگی میں



Marfat.com

سرکاری اور غیر سرکاری طور پر کیا گیا۔ان کی سرگرمیوں کا اثر قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ اتحاد و اتفاق کے لئے بہت خوشگوار ثابت ہوا۔

منشی نولکشور کو جا بجا طور پر مشرقی علوم وفنون کا محسن اعظم کہا جاتا ہے۔ اگر انھوں نے ہر علم وفن کی غیر مطبوعہ کتابیں نہ شائع کی ہوتیں تو یقیناً مختلف علوم کی تعلیم وترویج میں دشواری پیش آتی تھی۔ تعلیم میں تیز رفتاری اور بیداری پیدا ہونا بہت مشکل تھا۔ انھوں نے ایک طرف مذہبی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر ہر معیار کی کتابیں طبع کرائیں، ان میں وہ سب ہی مذاہب ومسالک شامل ہیں جن کے پیرو ہندوستان میں آباد ہیں خاص طور پر ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابیں سنسکرت زبان میں تھیں۔ان کے قدیم مستند مخطوطے حاصل کر کے طبع کرائے اس کے بعد ان کے ہندی میں ترجمے کرائے جن میں مہابھارت، رامائن، اپنیشد، وغیرہ شامل ہیں۔ان کی اشاعت کے ساتھ سنسکرت کے ان فارسی ترجموں کی طرف توجہ کی جو بیشتر مغلیہ دور کے فضلاء نے کئے تھے، فیضی کا ترجمہ مہابھارت بہت مشہور ہے۔اس کے اٹھارہ حصے ہیں جن کو مطبع نے نہایت اہتمام سے شائع کیا۔اس کے ساتھ رامائن امر پرکاش وغیرہ بہت مشہور ہیں منشی نولکشور نے اسی پر اکتفا نہیں کیا انھوں نے ہندو مذہب کی کئی سو چھوٹی بڑی کتابوں کے اردو زبان میں ترجمے شائع کئے کیونکہ اس زمانہ میں اردو ہی ایک ایسی زبان تھی جو سارے ملک میں رائج تھی، خاص طور پر شمالی ہندوستان کے باشندوں کی اکثریت اسی زبان کو ذریعۂ اظہار خیال بنائے ہوئے تھی بول چال کی زبان بھی اردو تھی۔

مسلمانوں کا مستند مذہبی لٹریچر زیادہ تر عربی میں اور کچھ فارسی زبان



Marfat.com

میں تھا منشی نولکشور نے پہلے عربی زبان میں مطبوعہ کتب کے نسخے حاصل کئے اور اس کے بعد غیر مطبوعہ مخطوطات تلاش کیے اور ان کو ماہرین فن کے سپرد کیا تا کہ اگر کوئی کمی بیشی یا خامی ہو تو درست کر لیں۔ اس طرح ہر کتاب کی صحت کی کرا کے شائع کی بلکہ اکثر کتابوں پر مفید حواشی کا اضافہ کرایا۔ ان عربی کتب کے فارسی ترجمے بھی طبع کرائے۔ یہ ترجمے ایران اور ہندوستان میں بہت عرصہ قبل ہو چکے تھے مگر طباعت کی نوبت نہیں آئی تھی ان کے مسودات مختلف کتب خانوں اور عالموں کے پاس محفوظ تھے ان سے ضمنا یا عاریتا حاصل کر کے طبع کرائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ تمام مستند کتابوں کو اپنے شعبۂ تصنیف و ترجمہ کے دانشوروں کے ذریعہ اردو زبان میں منتقل کرایا۔ اس کے لیے بہت بڑا سرمایہ صرف کیا حدیث تفسیر و ترجمہ اور فقہ کی شاید ہی کوئی مستند کتاب ہو جس کا ترجمہ اردو میں شائع نہ کیا ہو بعض مشہور کتابوں کی شرحیں بھی لکھوائیں۔ اس کے علاوہ اسلامیات پر کئی اچھی کتابیں خود مرتب کرائیں۔ ان میں سب سے بڑی اور اہم کتاب تفسیر مواہب الرحمٰن ہے جو قرآن شریف کی اردو زبان میں سب سے بڑی تفسیر ہے اور ۳۰ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اتنی بڑی تفسیر عربی اور فارسی زبانوں میں بھی شاذ و نادر نظر آئے گی اس کے بعد اسلامی علوم کے ہر شعبۂ فن کی صدہا کتابیں شائع کیں جو پہلے عوام و خواص کی دسترس سے باہر تھیں۔

منشی نولکشور نے علامہ فیضی کی مشہور عالم بے نقط تفسیر قرآن شائع کی جس کا نام سواطع الالہام ہے اس کا مستند نسخہ ان کو کلکتہ کے کسی تاجر نوادرات سے حاصل ہوا تھا اسی طرح عربی زبان میں تاریخ کی مستند کتاب طبری کا فارسی زبان میں ترجمہ کئی سو سال پہلے ایران کے سامانی حکمرانوں کے زمانہ میں ہوا تھا اس کی مستند قلمی نقلیں مختلف کتب خانوں میں موجود تھیں۔ لیکن اس کو پہلی بار منشی



Marfat.com

نولکشور نے اپنے مطبع سے شائع کیا اس میں ان کو شرف اولیت حاصل ہے منشی نولکشور نے سب سے زیادہ توجہ اردو زبان اور اسلامی کتابوں کی طباعت و اشاعت پر صرف کیا انھوں نے عربی فارسی اور اردو میں تمام اسلامی علوم وفنون کی نادر و نایاب کتابیں بکثرت شائع کیں۔ان کی بدولت مدارس اور مکاتب کی رونق میں اضافہ ہوا نصابی کتابوں کی کثرت نے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے طلباء کے عزم و ہمت میں اضافہ کیا مصنف اردو کے ہندو ادیب نے لکھا ہے کہ:

ہندوستانی مسلمان اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے اور نہ اس گراں بہا احسان سے کبھی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں کہ اسلامی درسیات اور اردو ادبیات اور دیگر مذہبی علوم وفنون کی ترویج و اشاعت میں منشی نولکشور سی آئی اے کی جو درخشاں خدمات مسلم ہیں وہ بحیثیت مجموعی کوئی مسلمان (انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے) سرانجام نہ دے سکا۔ منشی نولکشور اسلامی تہذیب و ثقافت سے بہت متاثر تھے۔ اور انکے دل میں اس کے لئے نہایت محبت و عقیدت کا جذبہ کارفرماں تھا۔شاید اسی لئے انھوں نے اپنے مطبع کو اسلامی علوم کا عظیم مرکز بنا دیا تھا۔ جہاں تفسیر حدیث اور فقہ میں مہارت رکھنے والے علماء بیٹھ کر کتابوں کی صحت ترجمہ اور حاشیہ نویسی کی خدمت انجام دیتے تھے اور جہاں سے تفسیر مواہب الرحمان صحاح ستہ فتح الباری فتاوی عالمگیری فتح القدیر ہدایہ اور احیاء العلوم جیسی بلند پایہ کتابیں شائع ہوئیں۔علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ:

سب سے آخر میں اس مطبع کا نام لیا جاتا ہے جس کی زندگی اب اسی برس کے قریب پہنچ چکی ہے۔اس سے میری مراد نولکشور کا مشہور پریس ہے یہ غدر کے بعد ۱۸۵۸ء میں قائم ہوا اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مشرقی علوم وفنون



Marfat.com

کی جتنی ضخیم اور اکثر کتابیں اس مطبع نے شائع کیں ان کا مقابلہ ہندوستان کیا مشرق کا کوئی مطبع نہیں کرسکتا۔ ہماری زبان کی اکثر ادبی اور علمی کتابیں اسی مطبع سے چھپ کر نکلیں۔ شعراء کے دواوین، مثنویاں، قصائد قصے اور داستانیں اور درس کی عام کتابیں سب اس کی کوششوں کی ممنون ہیں اسلامی علوم پر مطبع نولکشور نے عربی، فارسی اور اردو میں جو کتابیں شائع کی ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے اس کی شائع کی ہوئی کتابوں کے باعث اسلامی ممالک میں بہت شہرت حاصل ہوئی۔ عربی اور فارسی کی کتابیں چین ترکستان، افغانستان، ایران، عراق، حجاز اور مصر و شام میں بکثرت منگوائی گئیں ان ممالک کے کتب خانوں میں نولکشوری مطبوعات موجود ہیں اور ان ممالک کا تعلیم یافتہ طبقہ منشی نولکشور اور ان کے مطبع سے واقف ہے فارسی زبان کے ممتاز محقق ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے لکھا ہے کہ:

یونیورسٹی، اسکول اور کالج کے طلباء کو شائد منشی نولکشور جی کی خدمات کا پورا احساس ہوگا کہ نحو، صرف، منطق، فلسفہ، فقہ اصول، ادب، ہئیت، لغت، عروض جیسے سبھی علوم کی بے شمار کتابیں مطبع نولکشور نے شائع کر کے استادوں اور شاگردون دونوں کی مشکلوں کو حل کر دیا۔

پروفیسر موصوف نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ:

دنیا کے جس ادارے یا یونیورسٹی میں مشرقی علوم کا چلن ہوگا وہاں مطبع نولکشور کی مطبوعات بھی ضرور ہوں گی۔ مجھے ایران، افغانستان، ترکی جیسے ممالک کے کتب خانے دیکھنے کا موقع ملا ہے اور مجھے اندازہ ہے کہ اس مطبع کی کتابیں کس اہتمام سے محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ عربی، فارسی



Marfat.com

اور اردو میں جتنی کتابیں نولکشور پریس سے شائع ہوئی ہیں، اتنی غالباً کسی ملک میں شائع نہ ہوئی ہونگی۔ اس پریس سے اس وقت فارسی کی کتابیں شائع ہو رہی تھیں، جبکہ خود فارسی بولنے والے ملکوں میں شائد پریس کا رواج بھی نہ تھا۔

منشی نولکشور نے ہندی، سنسکرت، گورمکھی اور مرہٹی زبان کی کتابیں شائع کیں، ہندو مذہب کی سب ہی کتابوں کو نہایت اہتمام سے شائع کیا جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں درج کی جا چکی ہے۔ وہ سب ہی مذاہب کا احترام کرتے تھے۔ قران مجید کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں وہ طہارت کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ قران کے چیدہ پتھروں کو یا تو دریا کے کنارے ڈلواتے تھے یا ان کے دھوئے ہوئے پانی کو ایک پاک حوض میں جمع کر کے دریا میں ڈلواتے تھے طباعت کا کام مسلمان کارکن انجام دیتے اور ان کے لئے پاک اور باوضو ہونا ضروری تھا۔ کاغذ رکھنے کی جگہ عرق بید مشک اور گلاب کا چھڑکاؤ کراتے تھے۔ ان کے اس احترام و اہتمام سے لکھنؤ کے عوام و خواص سب ہی واقف تھے۔ آج بھی قدیم علمی گھرانوں میں یہ روایت مشہور ہے۔ راقم الحروف نے دو معتبر سن رسیدہ ملازمین مطبع کی زبان سے سنا ہے۔ مؤلف اردو کے ہندو ادیب ناظر کاکورنی نے بھی لکھا ہے اسی طرح وہ عالموں کا بے حد احترام کرتے تھے۔

منشی نولکشور نے سکھوں کی سب سے بڑی اور مقدس کتاب گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی بھی طبع کرائیں۔ اسی طرح توریت انجیل (عہد نامۂ قدیم و جدید) کے اردو ترجمے طبع کرائے۔ لیکن ان کتابوں کی بازار میں مانگ کم تھی اسلئے ان کی اشاعت محدود رہی۔ قومی یک جہتی کے لئے اس وقت عوامی



Marfat.com

اداروں کے علاوہ حکومت نے بڑے پیمانہ پر جو تحریکیں چلائی ہیں ان پر لاکھوں روپیہ صرف کیا جاتا ہے لیکن منشی نولکشور نے تن تنہا اس سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ سب پر بھاری ہیں۔ انھوں نے ہندو و مسلم اتحاد کے لئے مختلف طریقوں سے کوشش کی۔ دونوں مذاہب سے ایک دوسرے کو واقف کرانے کے لئے دونوں کی مذہبی کتابیں ان کی پسندیدہ زبانوں میں طبع کرائیں۔ کاروبار کے سلسلہ میں دونوں مذاہب کے کارکن شانہ ملا کر کام کرتے تھے کبھی کسی قسم کا اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ وہ علماء اور صوفیاء کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بقول ناظر کاکوروی مرحوم:

چند ممتاز ہندو بزرگوں کی زبان سے یہ بھی سنا ہے کہ جو احترام بزرگان دین کا منشی نولکشور کرتے تھے وہ بہت سے مسلمان بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ کلام پاک کی اشاعت میں منشی نولکشور کی خدمات آئینۂ درخشاں ہیں۔

اودھ اخبار کے ذریعہ انھوں نے ملک وقوم کی بہت خدمت کی، ہندو و مسلم اتحاد و یک جہتی کے لئے جو تحریک ہوتی تھی اودھ اخبار اس کی خوب تشہیر کرتا تھا۔ دونوں قوموں کے تہواروں کے موقع پر خاص نمبر شائع ہوتے تھے۔ مضامین اور نظمیں لکھنے والے ادیب و شاعر ہندو بھی ہوتے اور مسلمان بھی۔ اس اخبار کے اڈیٹر ہندو بھی رہے اور مسلمان بھی۔ سب سے زیادہ مشہور و مقبول اڈیٹر رتن ناتھ سرشار تھے جن کے قلم کا نتیجہ فسانہ آزاد کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ اس ضخیم فسانہ کو اردو زبان و ادب کی تاریخ میں شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ اودھ اخبار نے اردو زبان و ادب اور صنف صحافت کی جو خدمت کی اسے کسی دور میں بھلایا نہیں جا سکتا ہے۔



Marfat.com

منشی نولکشور نے پہلی بار مضامین کا معاوضہ دینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اخبار کے نامہ نگار اور نمائندے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں متعین کیے، اس میں بھی ان کو اولیت کا شرف حاصل تھا۔ انھوں نے خدمت خلق اور احیاء علوم، طباعت واشاعت وغیرہ کے جو منصوبے بنائے تھے ان کو اپنی زندگی میں تکمیل تک پہنچایا، وہ کاروباری آداب سے بھی خوب واقف تھے اور ملک کی تہذیبی اور ثقافتی ضروریات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کی دلچسپیاں کاروباری زندگی تک محدود نہ تھیں وہ علم دوست و عالم شناس تھے۔ صاحب کمال فنکاروں کے بڑے قدرداں تھے ان کے مطبع میں ہر علم وفن کے ماہرین کا اجتماع تھا۔ سب کے ساتھ ان کا برتاؤ اچھا تھا۔ سب کو فکر معاش سے آزاد رکھ کر ان کی خدمات سے استفادہ کرتے تھے۔ انھوں نے سماجی خدمات نہایت خلوص سے انجام دیں۔ ان کی کوشش سے لکھنو میں جلسہ تہذیب کا قیام عمل میں آیا تھا جو ہندو و مسلم اتحاد کا مرکز بن گیا۔ اس انجمن کے جلسوں میں وہ تقریریں کرتے تھے، اور حق بات کہنے میں حکومت کی خفگی کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے۔ اس کا اندازہ اودھ اخبار میں ان کی شائع شدہ تقاریر و تبصروں سے ہوتا ہے۔ حکومت یوپی کے حکام خاص طور پر ان کے مشوروں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ ملک کے متعدد والیان ریاست اس بات کے خواہش مند ہوئے کہ ان کو وزارت اعلی کی کرسی تفویض کر دیں لیکن انھوں نے اپنے لیے خدمت ملک وقوم کا جو منصوبہ بنایا اور جس پر عمل پیرا تھے اس کو کسی قیمت پر چھوڑنا گوارہ نہ تھا۔ مہاراجہ جے پور کی پیش کش کا ذکر ان کے سوانح نگاروں نے کیا ہے۔

لسی وادبی حلقوں میں بھی ان کی بہت عزت کی جاتی تھے۔ مرزا غالب سے ان کے تعلقات کا حال علیحیدہ عنوان سے کیا جاچکا ہے غالب ان کو



Marfat.com

کس نظر سے دیکھتے تھے اس کے لئے ایک خط کا اقتباس پیش نظر ہے جو غالب نے مروان علی خاں رعنا کے نام لکھا تھا کہ:

''منشی نولکشور صاحب یہاں آئے تھے۔ مجھ سے ملے بہت خوبصورت ،اور خوش سیرت، سعادت منداور معقول پسند آدمی ہیں۔تمہارے وہ مداح اور میں ان کا ثنا خواں''

لکھنؤ کے علماء، اہل دانش اور شعراء سے بھی ان کے مراسم تھے۔اور ادبی محفلوں اور مشاعروں میں ذوق وشوق سے شرکت کرتے تھے۔میر انیس کی مجالس میں خاص طور پر شریک ہوتے تھے۔خود مطبع نے مشاعرے کی محفلیں منعقد کرائیں۔ان کے مشاعروں میں نواب مظفر علی خاں اسیر ''سابق وزیر دربار اودھ'' بھی شریک ہوتے تھے لکھنؤ اور اودھ کے دوسرے نوابین اور رؤسا سے مراسم قائم تھے، مذہبی کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں خاص دوستانہ رسم وراہ تھی، انھوں نے امام غزالی کی مشہور تصنیف کیمیائے سعادت کا ترجمہ اردو میں کیا تھا، جس کا دیباچہ خود منشی نولکشور نے تحریر کیا تھا۔

منشی نولکشور چاہتے تھے کہ علوم وفنون کے بیش بہا ذخیروں اور قدیم تہذیبی یادگاروں کو زندہ رکھا جائے۔۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں سرکاری اور نجی کتب خانوں کو جو نقصان پہنچا تھا اس کو انھوں نے خود دیکھا تھا، وہ انتزاع سلطنت اودھ، اور شاہی خاندانوں کے مصائب سے بہت متاثر تھے جب مطبع کا کاروبار شروع کیا تو ان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ مکلّف ذرائع سے نادر وکمیاب مخطوطات تلاش کر کے ان کی اشاعت کا انتظام کریں، خاص طور پر مذہبی، اخلاقی اور تاریخی غیر مطبوعہ کتابوں پر زیادہ توجہ کی۔



Marfat.com

# (ب)
# نول کشور پریس

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | قرآن شریف | | ۷ | علم سیرت | عربی |
| | فن تفسیر قرآن | عربی | | ایضاً | فارسی |
| | ایضاً | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۸ | تاریخ | عربی |
| ۲ | فن حدیث | عربی | | ایضاً | فارسی |
| | ایضاً | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۹ | علم الکلام | عربی |
| | ایضاً | عربی | | ایضاً | فارسی |
| ۳ | فن فقہ | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۱۰ | علم فرائض | عربی |
| | ایضاً | عربی | | ایضاً | فارسی |
| ۴ | اصول فقہ | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۱۱ | علم حکمت وفلسفہ | عربی |
| | ایضاً | عربی | | ایضاً | فارسی |
| ۵ | علم اخلاق | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۱۲ | علم ہیئت | عربی |
| | ایضاً | عربی | | ایضاً | فارسی |
| ۶ | علم تصوف | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۱۳ | علم ادب | عربی |
| | علم ادب | فارسی | | علم ادب وانشا | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۱۴ | نجوم ورمل | عربی |
| ۱۴ | علم بلاغت | عربی | | ایضاً | فارسی |
| | ایضاً | فارسی | | ایضاً | اردو |



Marfat.com

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| | ایضاً | اردو | ۲۲ | طب یونانی | عربی |
| ۱۵ | علم منطق | عربی | | ایضاً | فارسی |
| | ایضاً | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۲۳ | قوانین | عربی |
| ۱۶ | علم نحو وصرف | عربی | | ایضاً | فارسی |
| | ایضاً | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۲۴ | خوش نویسی | عربی |
| ۱۷ | علم عروض وقوافی | عربی | | ایضاً | فارسی |
| | ایضاً | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۲۵ | فرہنگ ولغت | عربی |
| ۱۸ | علم ریاضی وہندسہ | عربی | | ایضاً | فارسی |
| | ایضاً | فارسی | | ایضاً | اردو |
| | ایضاً | اردو | ۲۶ | متفرق علوم، صنعت و حرفت ونصابی کتب | |
| ۱۹ | علم موسیقی | عربی | ۲۷ | مخطوطات | |
| | ایضاً | فارسی | | | |
| | ایضاً | اردو | | | |
| ۲۰ | علم ادب وانشا | عربی | | | |
| | ایضاً | فارسی | | | |

# قرآن مجید وحمائل

| | نام قرآن مجید | خصوصیات | سائز | صفحات | ہدیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | قرانشریف جلی قلم | کاتب مولوی ہادی، حواشی بحرالعلوم | ۹x۱۳ | ۱۱۱۶ | ۵/- |
| ۲ | قران مجید پانچ مہری | کاتب منشی اشرف علی جواہر قلم | ایضاً | ۹۵۶ | ۴/- |
| ۳ | قران مجید باہ مہری | ایضاً | ۸۱/۲x۱۳ | ۴۵۶ | ۲/- |
| ۴ | قران مجید متوسط قلم سہ مہری | ایضاً | ۶۱/۲x۱۰ | ۴۸۲ | ۶۰/- |
| ۵ | قرآن مجید متوسط قلم سہ مہری | ایضاً | ایضاً | ۳۲۴ | ۴۰/- |
| ۶ | قرن مجید نقل نظامی معروف | منشی حامد علی | ۸x۱۲ | ۶۵۴ | ۱/- |
| ۷ | قرآن مجید مثل نظامی سیاہ لوح مترجم | منشی حامد علی ترجمہ شاہ رفیع الدین | ایضاً | ۶۲۲ | ۷۵/- |
| ۸ | قرآن مجید متوسط ۱۵ سطری | کاتب منشی حامد علیحدہ پاہ علیحدہ | ۶۱/۴x۱۰ | ۵۴۶ | ۱/- |
| ۹ | قرآن مجید واضح قلم ہر پارہ نئے صفحہ سے شروع | ایضاً | ۷۱/۴x۱۱ | ۷۲۴ | ۲/- |
| ۱۰ | قرن مجید جلی قلم باترجمہ فارسی | کاتب منشی اشرف علی | ۸x۱۲ | ۷۴۸ | ۲/- |



Marfat.com

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۱ | قرآن مجید غیر معمولی جلی قلم معروف بہ چوب قلم | //تین ترجموں کے ساتھ ایک فاسی دو ا دو ترجمے حاشیہ پر تفسیر حقانی | ۲۹x۲۲ | فی پاہ | ۱/- |
| ۱۲ | قرآن مجید مترجم شاہ عبدالقادر دہلوی | حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن کاتب اشرف علی | ۹x۱۳ | ۶۵۴ | ۲/- |
| ۱۳ | قرآن مجید مترجم شاہ رفیع الدین | کاتب سید ابوالقاسم تبریزی | ۸x۱۲ | ۷۹۴ | ۲/- |
| ۱۴ | قرآن مجید متوسط قلم باترجمہ شاہ رفیع الدین | مع تفسیر موضح القرآن کاتب اشرف علی | ۶۱/۲x۱۹ | ۶۶۶ | ۱/- |
| ۱۵ | حمائل قرآن مجید حمائل قرآن مجید خورد | کاتب منشی اشرف علی | ۸۱/۲x۰<br>۵۱/۲x۶ | ۵۰۶<br>۶۱۴ | /۵۰<br>-/۵۰ |
| ۱۶ | حمائل قرآن مجید مترجم شاہ عبدالقادر | ایضاً | ۵۱/۲x۹ | ۵۱۰ | -/۷۵ |
| ۱۷ | حمائل عکسی خوشنما متعدد خصوصیات | ۱۶ حافظوں کی تصدیقی مہریں صحت کیلئے | ۱۱۱/۲x۷ | ۶۰۴ | -/۶۰ |
| ۱۸ | حمائل عکسی قسم دوم | ایضاً | ۴۱/۲x۹ | ۶۰۴ | -/۶۰ |
| ۱۹ | قرآن مجید رنگین پیشانی وحواشی | ہر علیحدہ پارے کی پیشانی پر مقامات مقدسہ کی تصاو | ۲۱۱/۲x۱۳ | ۶۱۴ | ۲ |

# تفسیر قرآن مجید

| نمبر شمار | نام کتاب | مصنف، مترجم | سائز | صفحات | زبان | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۰ | تفسیر جلالین کامل | جلال الدین سیوطی وجلال الدین محمد | ۱۱x۱۴ | ۵۲۲ | عربی | ۳/- |
| ۲۱ | د العظیم | قاضی ابوالحسن مصری | ۶۱/۶۱۰ | ۱۶۴ | ایضاً | -/۴۰ |
| ۲۲ | تبیان فی اعراب القرآن | شیخ عبداللہ بن حسین نحوی متوفی ۶۱۶ ہجری | ۸x۱۱ | ۳۸۰ | ایضاً | ۱/۲۵ |
| ۲۳ | اسرا الفاتحہ | ملا معین الدین ہراتی | ۹x۱۱ | ۵۳۸ | ایضاً | ۲/- |
| ۲۴ | تفسیر سراج المنیر کامل ۴ جلد | شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشقی | ۸x۱۳ | ۳۵۷۸ | ایضاً | ۹/- |
| ۲۵ | تفسیر عرائس البیان ۲ جلد کامل | علامہ ابومحمد معروف بہ "ملا وز بھان" | ۱۰x۱۳ | ۱۱۰۸ | ایضاً | ۶/۲۵ |
| ۲۶ | تفسیر سواطع الالہام (بے نقط) | علامہ فیضی بن شیخ مبارک | ۸x۱۲ | ۷۸۴ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۲۷ | فتح الخبیر فی اصول التفسیر | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی | ۱۰x۱۳ | ۳۴ | ایضاً | -/۲۵ |
| ۲۸ | تفسیر حسینی کامل | ملا حسین بن علی، واعظ کاشفی | ۱۰x۱۳ | ۴۰۹ | فاسی | ۴/۵۰ |
| ۲۹ | تفسیر سورہ یوسف مسمی بہ نقرہ کا | ملا معین الدین واعظ | ۶۱/۲x۱۰ | ۴۰۴ | ایضاً | -/۷۵ |
| ۳۰ | تفسیر مرادیہ پارہ عم | شاہ مراد اللہ انصاری | ۱۰x۱۳ | ۴۶۶ | ا دو | -/۸۰ |
| ۳۱ | تفسیر منتہی المواعظ، سورہ زلزال | مولوی غلام محمد غوث | ۷۱/۲x۱۱ | ۲۵۴ | ایضاً | -/۵۰ |
| ۳۲ | تفسیر مواہب الرحمن جلد اول | مولانا امیر علی ملیح آبادی | ۱۰x۱۳ | ۴۵۴ | ایضاً | ۱/۵۰ |
| ۳۳ | ایضاً دوم | ایضاً | ایضاً | | ایضاً | ایضاً |
| ۳۴ | ایضاً سوم سے ۲۷ تک | ایضاً | ۱۰x۱۳ | تقریباً یکساں | ایضاً | فی جلد ۱/۵۰ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۵ | ایضاً جلد اٹھائیس | ایضاً | ایضاً | ۵۶۲ | ایضاً | ۲/- |
| ۳۶ | ایضاً جلد انتیس | ایضاً | ایضاً | ۳۵۴ | ایضاً | ۱/- |
| ۳۷ | ایضاً جلد میں | ایضاً | ایضاً | ۸۷۸ | ایضاً | ۳/۷۵ |
| ۳۸ | مقدمہ تفسیر مواہب الرحمن | ایضاً | ایضاً | ۱۱۰ | ایضاً | ۱/- |
| ۳۹ | تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی ۲ جلد | مترجم مولانا فخر الدین فرنگی محلی | ایضاً | ۱۳۰۶ | ایضاً | ۶/- |
| ۴۰ | تفسیر سورۂ فاتحہ | مولوی اکرام الدین | ۶۱/۲۱۰ | ۶۴ | اردو | ۲۰/- |
| ۴۱ | میزان الفرقان | ملا محمد عثمان | ایضاً | ۱۶ | فارسی | ۵/- |
| ۴۲ | ترجمہ تحفہ الرضا | حکیم اکرام رضا | ۷۱/۴x۱۱ | ۴۶ | اردو | ۱۵/- |
| ۴۳ | تفسیر سورہ یوسف منظوم | | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۸۰ | ایضاً | ۳۰/- |
| ۴۴ | تفسیر قل ہو اللہ شریف | | ایضاً | ۶۰ | ایضاً | ۱۵/- |
| ۴۵ | سلسلۃ المرجان تفسیر ام القرآن | مولانا مراد علی | ۷۱/۴x۱۱ | ۲۰۰ | ایضاً | ۱/- |
| ۴۶ | خلاصۃ الاسلام تفسیر سورہ فاتحہ | | ۶۱/۲x۱۰ | ۶۴ | ایضاً | ۱۵/- |
| ۴۷ | تفسیر زاد الآخرت منظوم ۴ جلد | قاضی عبد السلام بدایونی | ۱۰x۱۳ | ۱۴۶۰ | ایضاً | ۴/- |
| ۴۸ | موید القرآن | مولوی علی الحق | ایضاً | ۸۲ | اردو | ۱۵/- |
| ۴۹ | تفسیر احمدی | ملا جیون امیٹھوی استاد عالمگیر | ۷۱/۴x۱۱ | ۴۰۰ | عربی | ۲/- |
| | حدیث واصول حدیث | | | | | |
| ۵۰ | سنن ابی داود | امام ابو داود سلیمان بجستانی متوفی ۲۷۵ھ | ۹x۱۳ | ۶۸۰ | عربی | ۲/۵۰ |
| ۵۱ | سنن ابی ماجہ | شیخ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ ہجری | ۱۰x۱۳ | ۳۴۴ | ایضاً | ۴/۲۵ |
| ۵۲ | تیسیر الوصول الی احادیث الرسول | شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی متوفی ۹۲۶ ہجری | ۷۱/۴x۱۱ | ۷۳۴ | ایضاً | ۲/۵۰ |
| ۵۳ | جامع ترمذی | امام ابو محمد عیسیٰ ترمذی | ۱۰x۱۳ | ۵۶۸ | ایضاً | ۲/- |
| ۵۴ | زاد المعاد | مولانا غلام محمد یحییٰ نقوی | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۳۴ | ایضاً | ۲۵/- |
| ۵۵ | قسطلانی شرح بخاری ۱۰ جلد | علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی مصری | ۹x۱۳ | ۳۹۹۵ | ایضاً | ۱۵/- |
| ۵۶ | صحیح مسلم مع نووی ۲ جلد کامل | امام ابو الحسن مسلم بن الحجاج | ۱۱x۱۴ | ۹۲۸ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۵۷ | اصول کافی (مسلک شیعہ) | شیخ امام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی | ۸x۱۲ | ۷۱۲ | ایضاً | ۲/۵۰ |
| ۵۸ | الفروع من الکافی ۲۰ جلد | ایضاً | ۸x۱۲ | ۱۶۷۸ | ایضاً | ۶/- |
| ۵۹ | الصافی شرح اصول کافی ۲ جلد | علامہ ملا خلیل | ۸x۱۲ | ۳۳۲۴ | فارسی | ۵/- |
| ۶۰ | اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ۴ جلد کامل | شیخ عبد الحق دہلوی | ۸x۱۲ | ۲۶۸۲ | ایضاً | ۹/- |
| ۶۱ | کفایۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار | علامہ رضی الدین حسن صنعانی مترجم مولوی خرم علی | ۸x۱۲ | ۵۳۸ | اردو | ۱/۷۵ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۶۲ | ترجمہ جامع ترمذی ۲ جلد | مترجم مولانا فضل احمد انصاری (جلد اول و دوم) | ۱۰x۱۳ | ۵۶۸ ۶۷۴ | ایضاً | ۴/- |
| ۶۳ | مظاہر حق ۴ جلد ترجمہ مشکوۃ | مولانا قطب الدین دہلوی | ۱۰x۱۳ | ۲۲۲۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۶۴ | تتمہ مظاہر حق مع اسماء الرجال | مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی | ایضاً | ۶۰۰ | ایضاً | ۴/- |
| ۶۵ | نسیم الریاض جلد اول | علامہ قاضی فضیل بن عیاض | ۶۱/۲x۱۰ | ۴۰۰ | ایضاً | ۱/۲۵ |
| ۶۶ | ایضاً جلد دوم | ایضاً | ایضاً | ۳۸۰ | ایضاً | ۱/۲۵ |
| ۶۷ | جامع جعفری ترجمہ جامع رضوی | مترجم عابد حسین ۲ جلد کامل | ۷۱/۴x۱۱ | ۱۲۷۰ | ایضاً | ۳/۵۰ |

# فقہ اور اصول فقہ

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۶۸ | ابوالکام چا جلد یکجا | قاضی ابوالکام بن عبداللہ | ۸x۱۲ | ۶۹۲ | عربی | ۲/- |
| ۶۹ | برجندی شرح وقایہ | مولانا عبدالعلی برجندی چا حصے | ایضاً | ۷۷۲ | ایضاً | ۲/- |
| ۷۰ | جامع الرموز شرح وقایہ | امام عبیداللہ بن مسعود حنفی | ایضاً | ۶۱۸ | ایضاً | ۲/- |
| ۷۱ | د مختا شرح تنویر الابصا | علامہ محمد علاء الدین حنفی عباسی | ۸۱/۲x۱۳ | ۴۴۸ | ایضاً | ۲/۵۰ |
| ۷۲ | ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ | مولانا یوسف بن جنید چشتی | ۹x۱۱ | ۶۳۲ | ایضاً | ۲/۲۵ |
| ۷۳ | شرح نقایہ چشتی | ایضاً | ۴۱/۴x۱۱ | ۳۹۲ | ایضاً | ۲/- |
| ۷۴ | شرح الیاس مختصر وقایہ ۲ حصے | شیخ محمود بن الیاس | ۲۰x۱۳ | ۶۲۸ | ایضاً | ۱/۲۵ |
| ۷۵ | شرح وقایہ خود | شیخ الاسلام عبیداللہ بن مسعود | ۷۱/۴x۱۱ | ۲۹۹ | ایضاً | -/۵۵ |
| ۷۶ | عینی شرح کنز الدقائق ۲ جلد کامل | ملا ابی محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ ہجری | ۷۱/۴x۱۱ | ۱۵۸۶ | ایضاً | ۳/۱۲ |
| ۷۷ | فتح القدیر مع تتمہ ہدایہ چا جلد | امام برہان الدین المرغینانی | ۱۰x۱۳ | ۲۸۰۴ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۷۸ | فتاوی عالمگیری چا جلد کامل | جماعت علماء زیر نگرانی اورنگ زیب عالمگیر | ۹x۱۳ | ۲۳۵۴ | عربی | ۱۱/- |
| ۷۹ | فتاوی قاضی خان ۴ جلد کامل | مولانا ابوالمحاسن قاضی حسن بن بدر الدین | ۱۰x۱۳ | ۱۰۹۸ | ایضاً | ۵/- |
| ۸۰ | قدوری مع حواشی | علامہ شیخ ابی الحسن بن احمد بغدادی | ایضاً | ۲۵۴ | ایضاً | -/۵۰ |
| ۸۱ | کنز الدقائق کلاں | ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی | ایضاً | ۲۹۶ | ایضاً | ۱/۷۵ |
| ۸۲ | کنز الدقائق خود | ایضاً | ۷۱/۲x۱۱ | ۲۳۴ | ایضاً | -/۵۰ |
| ۸۳ | تلخیص الحقائق شرح کنز الدقائق | علامہ حلبی | ۷۱/۴x۱۱ | ۴۵۰ | ایضاً | ۱/- |
| ۸۴ | مختصر الوقایہ | عبیداللہ بن مسعود | ایضاً | ۲۹۲ | ایضاً | -/۶۰ |
| ۸۵ | مقدمہ ہدایہ | مولانا عبدالعلی آسی مدراسی | ۱۳x۱۰ | ۴۸ | ایضاً | -/۶۰ |
| ۸۶ | منیۃ المصلی مع ترجمہ فارسی ۲ حصہ | ایضاً | ۷۱/۲x۱۱ | ۸۸ | ایضاً | -/۴۰ |
| ۸۷ | مختصر وقایہ مع ترجمہ فارسی ۲ حصہ | مولانا فخر الدین | ایضاً | ۴۱۴ | عربی و فارسی | -/۷۵ |
| ۸۸ | ہدایہ مع حواشی ۲ جلد | شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانی | ۱۴۱/۲x۱۱ | ۱۶۴۸ | عربی | -/۱۰ |
| ۸۹ | ہدایہ مع شرح کفایہ ۲ جلد | علامہ سید جلال الدین خوارزمی | ایضاً | ۱۸۰۴ | ایضاً | ۹/۵۰ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۹۰ | حج الحج المسمی بہ غایۃ السعو | مولانی محمد شاہ | ۶۱/۲x۱۰ | ۳۷۲ | فا سی | ۷۵/- |
| ۹۱ | شرح وقایہ فا سی | مترجم مولوی عبدالحق سجاول سرہندی | ایضاً | ۴۵۴ | ایضاً | ۸۵/- |
| ۹۲ | شرح فا سی مختصر وقایہ | مولانا عبدالرحمن جامی | ایضاً | ۴۷۰ | ایضاً | ۹۰/- |
| ۹۳ | شرح مختصر وقایہ کو میری | مولانا جلال الدین محمود کو میری | ۷۱/۴x۱۱ | ۶۱۸ | ایضاً | ۱/۱۵ |
| ۹۴ | شرح سفر السعادت | مولانا عبدالحق دہلوی | ۱۰x۱۳ | ۵۸۸ | ایضاً | -- |
| ۹۵ | شرح وقایہ خو د | علامہ محمود بن صد الشریعت | ۷۱/۲x۱۱ | ۲۶۶ | عربی | ۶۰/- |
| ۹۶ | فتاوی برہنہ ۲ جلد یکجا | شیخ نصیرالدین مینالی | ایضاً | ۶۵۴ | فا سی | ۱/۵۰ |
| ۹۷ | قدو ی فا سی | مترجم خواجہ زاہد زین الصالحین | ۷۱/۴x۱۱ | ۱۹۷ | ایضاً | ۴۰/- |
| ۹۸ | کنز الدقائق فا سی | از عبداللہ بن احمد نسفی مترجم نصیرالدین | ۶۱/۲x۱۱ | ۳۶۶ | ایضاً | ۹۰/- |
| ۹۹ | مأۃ مسائل | مولوی احمداللہ شاگرد شاہ عبدالعزیز | ۷۱/۲x۱۱ | ۱۳۶ | ایضاً | ۳۰/- |
| ۱۰۰ | مسلک المتقین منظوم | صوفی اللہ یا کاں | ۶۱/۲x۱۰ | ۶۳۴ | فا سی | ۱/۲۵ |
| ۱۰۱ | مالابدمنہ | قاضی ثناءاللہ پانی پتی | ۷۱/۲x۱۱ | ۱۷۱ | ایضاً | ۴۰/- |
| ۱۰۲ | زاد المعراج | مولانا شیخ العالم اکبرآبادی | ۹x۱۲ | ۶۶۰ | ایضاً | ۲/- |
| ۱۰۳ | اشرف المسائل | مولوی اشرف علی خان | ۶۱/۲x۱۰ | ۳۲۶ | ا دو | ۶۲/- |
| ۱۰۴ | تنبیہ الغافلین | مولوی سید محمد و محمد طیب وامین الدین | ایضاً | ۲۵۸ | ایضاً | ۵۰/- |
| ۱۰۵ | خلاصہ المسائل | مولانا امیر علی شیخ آبادی | ایضاً | ۱۶۴ | ایضاً | ۳۱/- |
| ۱۰۶ | غایۃ الاوطا ترجمہ د مختا | مترجم مولوی خرم علی و مولانا احسن ۴ جلد کامل | ۱۰x۱۳ | ۲۳۰۰ | ایضاً | ۲۱/- |
| ۱۰۷ | ترجمہ فتاوی عالم گیری ۴ جلد کامل | مترجم مولوی امیر علی | ۹x۱۳ | ۴۶۳۴ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۱۰۸ | ترجمہ کنز الدقائق | مترجم مولوی محمد سلطان خاں | ۹۱/۲x۱۰ | ۴۵۶ | ایضاً | ۶۰/- |
| ۱۰۹ | مفتاح الجنہ | مولوی کرامت علی جون پو ری | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۳۶ | ایضاً | ۳۱/- |
| ۱۱۰ | نو الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ۴ جلد کامل | دا الترجمہ | ۱۰x۱۳ | ۶۲۴ | ایضاً | ۲/۷۵- |
| ۱۱۱ | افازہ البصائر فقہ شیعی) ۴ جلد | ذکاءالملک سید افضل علی خاں | ۱۰x۱۳ | ۱۲۴۴ | ایضاً | ۴/۲۵ |
| ۱۱۲ | احکام الائمہ (فقہ شیعی) | حاجی حسن علی | ۷۱/۲x۱۱ | ۱۲۲ | ایضاً | ۲۵/- |
| ۱۱۳ | اعمال الصالحین (فقہ شیعی) | مولوی مصطفی علی | ایضاً | ۲۰۶ | ایضاً | ۴۰/- |
| ۱۱۴ | بناءالاسلام فی احکام صیام شیعہ | مفتی محمد عباس | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۳۲ | ایضاً | ۳۱/- |
| ۱۱۵ | ترجمہ شرائع الاسلام ۲ جلد | مترجم مرزا لی ضاخاں | ۹x۱۱ | ۸۳۰ | فا سی | ۲/۵۰ |
| ۱۱۶ | کفۃ العوام (فقہ شیعی) | حاجی حسن علی | ۷۱/۲x۱۱ | ۳۰۲ | ا دو | ۷۵/- |
| ۱۱۷ | جامع سباسی (فقہ شیعی) | ملا باقر مجلسی مجتہد متوفی ۱۰۳۰ھ | ایضاً | ۷۴۸ | فا سی | ۱/- |
| ۱۱۸ | جامع عباسی ترجمہ جامع عباسی ۲ جلد | مترجم سید عابد حسین بلگرامی | ایضاً | ۱۳۷۸ | ا دو | ۳/۵۰ |
| ۱۱۹ | چہل مجلس شبیر ذاقہ عام | سید وزیر حسن حان عابدی | ایضاً | ۷۷۲ | ایضاً | ۱/۲۵ |
| ۱۲۰ | چہار مجلس دلپذیر | ایضاً | ایضاً | ۳۲۰ | ایضاً | ۷۵/- |
| ۱۲۱ | خلاصہ المصائب | مولوی مرزا محمد ہادی | ایضاً | ۴۴۲ | ایضاً | ۱/۰۰ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۲۲ | سالہ فقہ علامہ مجلسی | ملا باقر مجلسی | ۶۱/۲/۱۰ | ۱۹۸ | فا سی | ۶۰/- |
| ۱۲۳ | زادالمعاد مترجم فا سی | ایضاً | ۹x۱۱ | ۸۳۶ | عربی فا سی | ۲/۵۰ |
| ۱۲۴ | زین المتقین | مولوی سید محمد نقی | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۰۰۰ | ایضاً | ۲/- |
| ۱۲۵ | زاد سبیل آخرت منظوم | سید اولاد حسین ضوی | ایضاً | ۴۵۶ | ا دو | ۹۰/- |
| ۱۲۶ | شرعۃ المصائب | حاجی اخوند مرزا | ایضاً | ۷۰۲ | ایضاً | ۱/۷۵ |
| ۱۲۷ | غزوات حیدری ترجمہ حملہ حیدری | مرزا محمد رفیع باذل مترجم حسن علی | ۸x۱۲ | ۷۶۲ | ایضاً | ۲/۵۰ |
| ۱۲۸ | مختصر النافع | ابولقاسم جعفری بن حسن | ۷۱/۲x۱۱ | ۱۵۴ | عربی | ۳۱/- |
| ۱۲۹ | مواعظ جعفری | غلام حیدری خاں جائسی | ۶۱/۲x۱۰ | ۸۲ | ا دو | ۳۱/- |
| ۱۳۰ | مجموعہ جوشن صغیر و کبیر مترجم | نصیر الدین طوسی مترجم سید تصدق حسین | ۵۱/۴x۹ | ۱۵۴ | عربی ا دو | ۴۰/- |
| ۱۳۱ | مجمع المسائل | آقا محمد حسن حسینی | ۸x۱۲ | ۴۰۴ | فا سی | ۱/۲۵ |
| ۱۳۲ | نہر المصائب ۲ جلد یکجا | اخوند مرزا قاسم علی کربلائی | ایضاً | ۱۱۲۸ | ا دو | ۳۰/- |
| ۱۳۳ | نزہۃ المصائب | ایضاً | ۶۱/۲x۱۰ | ۶۲۴ | ایضاً | ۱/۵۰ |
| ۱۳۴ | ابواب الجنان ۲ جلد کامل | مرزا رفیع الواعظ قزوینی | ۹x۱۱ | ۱۰۰۰ | فا سی | ۲/۱۰ |
| ۱۳۵ | الاشباہ والنظائر اصول فقہ حنفی | مولانا زین الدین حنفی | ۹x۱۳ | ۶۶۲ | ایضاً | ۳/- |
| ۱۳۶ | اصول الشاشی | مولانا نظام الدین شاشی | ۷۱/۴x۱۱ | ۲۹۶ | | ۵۰/- |
| ۱۳۷ | توضیح تلویح | علامہ تفتازانی | ۱۰x۱۳ | ۶۹۶ | ایضاً | ۳/۲۵ |
| ۱۳۸ | جامع الفواید | علامہ محمد بن محمد عمر | ۷۱/۲x۱۱ | ۱۹۰ | ایضاً | ۵۰/- |
| ۱۳۹ | شرح مسلم الثبوت | بحر العلوم محمد عبدالعلی فرنگی محلی | ۰۱x۱۳ | ۶۳۴ | ایضاً | ۲/۸۵ |
| ۱۴۰ | معالم الاصول شیعی) | جمال الدین ابی منصو | ۷۱/۲x۱۱ | ۱۵۱ | ا دو | ۳۱/- |
| ۱۴۱ | بدائع منظوم در فقہ | ملا ناظم علی ضابندی | ۶۱/۲x۱۰ | ۶۰ | فا سی | ۱۲/- |
| ۱۴۲ | تذکرۃ الجمعہ | مولوی عبدالسلام | ایضاً | ۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۴۳ | البیان فی احکام الدخان | ملا سیف الدین | ایضاً | ۲۴ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۴۴ | جواب السائلین | مولوی لال محمد | ۷۱/۲x۱۱ | ۴۸ | ا دو | ۵/- |
| ۱۴۵ | چہل مسائل فقہ | مولانا قطب الدین خاں دہلوی | ایضاً | ۸ | ایضاً | ۳/- |
| ۱۴۶ | حقیقۃ الصلوٰۃ | ایضاً | ایضاً | ۲۴ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۴۷ | حیرت الفقہ | مولوی ابراہیم حسین بنگلوی | ایضاً | ۳۰ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۴۸ | سالہ تنبیہ الانسان | ایضاً | ایضاً | ۲۴ | فا سی | ۱۰/- |
| ۱۴۹ | اونجات | مولوی محمد علی | ایضاً | ۳۲ | ا دو | ۱۰/- |
| ۱۵۰ | ہنمائے اسلام | مولوی محمد نظیر | ۶۱/۲x۱۰ | ۲۸ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۵۱ | تجہیز و تکفین | مولوی محمد عمران | ایضاً | ۳۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۵۲ | کشف الحاجۃ | مولوی نو الدین | ایضاً | ۱۰۰ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۱۵۳ | ہزا مسئلہ | مولوی محمد عبداللہ | ۷۱/۲x۱۱ | ۶۰ | ایضاً | ۱۵/- |
| ۱۵۴ | ہدیۃ الاسلام | مولوی امام الدین غازی پوری | ۶۱/۲x۱۰ | ۳۲ | فا سی | ۱۰/- |
| ۱۵۵ | نام حق | مولانا شرف الدین بخاری | ایضاً | ۱۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۵۶ | عمدۃ العبادۃ | مولوی تراب علی | ایضاً | ۲۴ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۵۷ | کتاب الاربعین فی اصول الدین | امام غزالی | ۷۱/۲x۱۱ | ۱۵۰ | عربی | ۴۰/- |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۵۸ | حلیۃ العرائس (شیعہ) | مولوی امراؤ علی شاگرد مفتی عباس | ۱۱x۲/۷۱ | ۱۵۰ | اردو | ۱۰/- |
| ۱۵۹ | دعاء جوشن صغیر// | ایضاً | ۱۰x۲/۶۱ | ۹۴ | عربی اردو | ۱۵/- |
| ۱۶۰ | کنوز الآخرۃ ایضاً | مرزا محمد عباس ہوش | ۹x۲/۵۱ | ۶۰ | اردو | ۱۲/- |
| ۱۶۱ | مبادی الاصول ایضاً | ابی المنصور حسن بن یوسف | ۱۰x۲/۶۱ | ۲۸ | عربی | ۱۰/- |
| ۱۶۲ | النافع یوم الحشر ایضاً | مولانا جمال الدین | ۱۱x۲/۷۱ | ۵۰ | ایضاً | ۱۲/- |
| ۱۶۳ | خلاصۃ الفرائض | مولانا نعیم اللہ فرنگی محلی | // | ۴۶ | ایضاً | ۱۲/ |
| ۱۶۴ | فتاوی المیراث مع نقشہ | مولانا جعفر علی | ۱۰x۲/۶۱ | ۱۰۴ | فارسی | ۲۰/- |
| ۱۶۵ | ادعیہ زیارات مدینہ | مولوی محمد احسن | ۶۱/۲x۵۱/۲ | ۵۰ | عربی | ۱۰/- |
| ۱۶۶ | اوراد نقشبندیہ | ایضاً | ۱۰x۲/۶۱ | ۸ | عربی | ۳/- |
| ۱۶۷ | پنج سورہ مع ترجمہ | ایضاً | ایضاً | ۳۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۶۸ | صلواۃ محمدیہ | مولوی محمد حسین | ۹x۲/۵۱ | ۳۰ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۶۹ | اظہار الحقیقت | نامعلوم | ۱۱x۲/۷۱ | ۶۸ | اردو | ۲۰/- |
| ۱۷۰ | احکام العیدین | مولانا محمد اسحاق دہلوی | ایضاً | ۶۸ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۱۷۱ | تحفۃ الزوزین | مولانا قطب الدین دہلوی | ۱۰x۲/۶۱ | ۸۸ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۱۷۲ | تحریم النساء | ایضاً | ۱۱x۲/۷۱ | ۳۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۱۷۳ | ترغیب الفرقان | مولوی ظہیر الدین بلگرامی | ایضاً | ۱۲۰ | فارسی | ۲۵/- |
| ۱۷۴ | تقریر اشہادین | شاہ سلامت اللہ | ۱۰x۲/۶۱ | ۱۰۸ | اردو | ۲۵/- |
| ۱۷۵ | سالہ عجالہ نافعہ | مولوی سید عبداللہ بلگرامی | ایضاً | ۳۶ | ایضاً | ۱۲/- |
| ۱۷۶ | انڈوں کی شادی منظوم | جماعت علماء | ۲۹x۲/۵۱ | ۳۶ | ایضاً | ۱۲/- |
| ۱۷۷ | جمیل الجنان | منشی امیر علی ملیح آبادی | ۱۰x۲/۶۱ | ۵۰ | ایضاً | ۱۲/- |
| ۱۷۸ | ریاض الاربعین | مولوی شیخ عبداللہ | ۱۰x۲/۶۱ | ۲۸ | عربی | ۱۰/- |
| ۱۷۹ | فضائل الشہود والصیام | مولوی مضان علی | ۱۱x۲/۷۱ | ۹۲ | اردو | ۲۰/- |
| ۱۸۰ | کلید باب الحج | حاجی سید انور علی | ایضاً | ۱۱۶ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۱۸۱ | منتخب احکام القرآن مترجم | مولوی ابراہیم علی خاں | ایضاً | ۸۲ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۱۸۲ | تحقیق بصری (شیعی) | سید غلام حیدر خاں | ایضاً | ۸۲ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۱۸۳ | احسن المواعظ جلد اول | حافظ محمد غوث مدراسی | ۱۰x۲/۶۱ | ۲۱۸ | ایضاً | ۶۰/- |
| ۱۸۴ | ایضاً جلد دوم | ایضاً | ایضاً | ۳۲۴ | ایضاً | ۱/- |
| ۱۸۵ | تاریخ احمدی (میلاد ۹ | مولوی سراج الیقین | ۹x۲/۵۱ | ۲۱۸ | ایضاً | ۴۰/- |
| ۱۸۶ | سراجی مع جیاء السراج | مولوی انور علی | ۱۳x۴/۸۱ | ۷۲ | عربی | ۵۰/- |
| ۱۸۷ | تعبیر الرؤیا | مولوی بشارت علی | ۱۰x۲/۶۱ | ۱۷۶ | ۵۰/- | ایضاً |
| ۱۸۸ | مع شبستان چراغ ایمان | مترجم مولوی عبدالمجید | ۱۰x۲/۶۱ | ۵۳۰ | اردو | ۱/۷۵ |
| ۱۸۹ | ظہیر الاسلام | منشی ظہیر الدین بلگرامی | ایضاً | ۱۸۲ | فارسی | ۴۰/- |
| ۱۹۰ | فلاح دارین | مولوی قطب الدین دہلوی | ایضاً | ۱۵۲ | اردو | ۱۵/- |
| ۱۹۱ | قیامت نامہ | سید شمس الدین | ۱۱x۲/۷۱ | ۱۱۲ | ایضاً | ۳۰/- |
| ۱۹۲ | کلمات قدسیہ | شیخ علی شاہ قادری | ایضاً | ۱۶۶ | ایضاً | ۳۰/- |
| ۱۹۲ | گلدستہ کرامات | ایضاً | ایضاً | ۲۵۰ | ایضاً | ۵۰/- |
| ۱۹۴ | فتوح الحرمین | شیخ عبدالقادر جیلانی | ۱۰x۲/۶۱ | ۱۴۲ | فارسی | ۲۵/- |
| ۱۹۵ | عناصر الشہادتین | ایضاً | ایضاً | ۲۹۲ | اردو | ۲۵/- |



Marfat.com

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۹۶ | سراج السالکین ترجمہ منہاج العابدین غزالی | مترجم مولوی محمد منیر | ایضاً | ۲۶۰ | ایضاً | ۵۰/- |
| ۱۹۷ | توشۂ آخرت منظوم | سید مظفر علی | ۱۱×۴/۷۱ | ۲۵۲ | ایضاً | ۵۰/- |
| ۱۹۸ | حلیۃ المتقین | ملا با فرعلی | ایضاً | ۳۸۲ | فارسی | ۷۵/- |
| ۱۹۹ | منتخب المصائب | مولانا ابوالمجاہد ظہیر الدین | ۱۰×۲/۶۱ | ۱۵۲ | اردو | ۷۵/- |
| ۲۰۰ | دوازدہ مجلس | مولوی وجیہ الدین | ایضاً | ۳۴۶ | ایضاً | ۱/۳۰ |

## تفسیر، حدیث اور فقہ کی چھوٹی کتابیں

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۰۱ | تفسیر سورہ فاتحہ | مولوی اکرام الدین | ۱۰×۲/۶۶۱ | ۶۴ | اردو | نوٹ |
| ۲۰۲ | میزان الفرقان | ملا محمد عثمان | ایضاً | ۱۹ | فارسی | |
| ۲۰۳ | تحفۂ رضا (شیعی) | حکیم اکرام رضا | ایضاً | ۴۹ | اردو | |
| ۲۰۴ | بدائع منظوم | ملا ناظم علی | ایضاً | ۶۰ | فارسی | |
| ۲۰۵ | تذکرۃ الجمعہ | مولوی عبدالسلام | ایضاً | ۲۰ | ایضاً | |
| ۲۰۶ | احکام فی شرب الدخان | ملا عین الدین | ایضاً | ۲۴ | ایضاً | |
| ۲۰۷ | جواب السائلین (فقہ) | مولوی لال محمد | ۱۰×۲/۶۱ | ۴۸ | اردو | |
| ۲۰۸ | پہل مسائل (فقہ) | مولوی قطب الدین دہلوی | ایضاً | ۱۶ | ایضاً | |
| ۲۰۹ | حقیقۃ الصلوٰۃ | ایضاً | ۱۱×۴/۷۱ | ۲۴ | ایضاً | |
| ۲۱۰ | حیرۃ الفقہ | مولوی ابراہیم حسین بنگلوی | ایضاً | ۳۰ | ایضاً | |
| ۲۱۱ | رسالہ تنبیہ الانسان | ایضاً | ایضاً | ۲۴ | فارسی | |
| ۲۱۲ | رسالہ قاضی قطب | ایضاً | ایضاً | ۸ | ایضاً | |
| ۲۱۳ | اہ نجات | مولوی محمد علی | ایضاً | ۳۲ | اردو | |
| ۲۱۴ | رسالہ رہنمائے اسلام | مولوی محمد نظیر | ایضاً | ۲۸ | ایضاً | |
| ۲۱۵ | رسالہ تجہیز و تکفین | مولوی محمد عمران | ۱۰×۲/۶۱ | ۳۲ | ایضاً | |
| ۲۱۶ | شرع محمدی | مولوی محمد خاں قندھاری | ایضاً | ۲۴ | فارسی | |
| ۲۱۷ | عمدۃ البھاعۃ | مولوی تراب علی | ایضاً | ۲۴ | فارسی | |
| ۲۱۸ | کشف الحاجۃ ترجمہ مالابد منہ | مترجم مولوی نور الدین | ایضاً | ۱۰۰ | اردو | |
| ۲۱۹ | نام حق | مولانا شرف الدین بخاری | ایضاً | ۱۲ | فارسی | |
| ۲۲۰ | ہدایۃ الاسلام | مولوی احمد اللہ غازی پوری | ایضاً | ۹۶ | اردو | |
| ۲۲۱ | ہزا مسئلہ | مولوی عبداللہ بن عبدالسلام | ۱۱×۴/۷۱ | ۶۰ | ۸/ | |
| ۲۲۲ | بعد حمد ہندی (شیعی) | مترجم فاضل خاں | ایضاً | ۲۸ | ایضاً | |

نوٹ:۔ان تمام چھوٹی کتابوں کی قیمت دس پیسے سے پچاس پیسے تک ہے اس لئے درج نہیں کی گئی۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۲۳ | حلیۃ العرائس (شیعی) | مولوی امراؤ علی | ۱۰×۲/۶۱ | ۹۴ | ایضاً | |
| ۲۲۴ | دعائے جوشن صغیر مترجم (شیعی) | ایضاً | ایضاً | ۴۴ | عربی فارسی | |
| ۲۲۵ | کنوز الآخر (منظوم) (شیعی) | مرزا محمد عباس | ۹×۲/۵۱ | ۶۰ | اردو | |
| ۲۲۶ | مبادی الاصول (نظم) | علامہ ابی المنصور الحسن | | ۲۸ | عربی | |
| ۲۲۷ | النافع یوم الحشر | ایضاً | ۱۰×۴/۷۱ | ۵۰ | ایضاً | |
| ۲۲۸ | جامع الشبی | شاہ طیب اللہی | ۱۰×۲/۶۱ | ۸۸ | فارسی | |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۲۹ | خلاصۃ الفرائض | مولانا محمد نعیم فرنگی محلی | ۶۱/۲x۱۰ | ۴۶ | عربی | |
| ۲۳۰ | سالہ فرائض تقسیم ترکہ | مولوی فیاض الدین | ۸۱/۲x۹ | ۱۶ | اردو | |
| ۲۳۱ | فتاوی میراث | مولوی جعفر علی لکھنڈی | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۰۴ | فارسی | |
| ۲۳۲ | پنج سورہ مترجم | | ۶۱/۲x۱۰ | ۳۲ | اردو عربی | |
| ۲۳۳ | اظہار الحقیقت | ایضاً | ۶۱/۲x۱۰ | ۳۲ | اردو | |
| ۲۳۴ | آثار محشر | مولوی محمد بخش | ۷۱/۴x۱۱ | ۶۸ | ایضاً | |
| ۲۳۵ | احکام العیدین | مولانا محمد اسحاق دہلوی | ۷۱/۲x۱۱ | ۶۸ | | |
| ۲۳۶ | اسرار غفلت | منشی ظہیر الدین بلگرامی | ۶۱/۲x۱۰ | ۶۰ | فارسی | |
| ۲۳۷ | اسرار کربلا | ایضاً | ۷۱/۲x۱۱ | ۷۶ | اردو فارسی | |
| ۲۳۸ | اسرار محبت | ایضاً | ۶۱/۲x۱۰ | ۵۴ | فارسی | |
| ۲۳۹ | تذکرۃ المعاد | قاضی ثناء اللہ پانی پتی | ۶۱/۲x۱۰ | ۵۸ | ایضاً | |
| ۲۴۰ | موز القرآن | مولوی حسن علی ہاشمی | ۶۱/۲x۱۰ | ۸ | ایضاً | |
| ۲۴۱ | سالہ کسب الانبیاء | مولوی ظہیر الحق | ۶۱/۲x۱۰ | ۸ | ایضاً | |
| ۲۴۲ | زبدۃ الافکا | مولوی غلام علی حید کوپامئوی | ایضاً | ۴۲ | ایضاً | |
| ۲۴۳ | عجالۂ ہادیہ | مولانا سید محمد عبداللہ | ایضاً | ۳۶ | ایضاً | |
| ۲۴۴ | انڈوں کی شادی | ایضاً | ۵۱/۲x۹ | ۳۶ | ایضاً | |
| ۲۴۵ | عقیدۃ الصافیہ | محمد عبدالجلیل | ۵۱/۲x۹ | ۳۲ | ایضاً | |
| ۲۴۶ | ریاض الانوا | مولوی محمد بشیر پھلواوی | ۶۱/۲x۱۰ | ۳۶ | ایضاً | |
| ۲۴۷ | ریاض الاربعین | مولوی محمد بشیر پھلواوی | ۶۱/۲x۱۰ | ۳۶ | ایضاً | |
| ۲۴۸ | سبیل الجنان ترجمہ اکمیل الایمان | شاہ عبدالعزیز دہلوی مترجم مولوی امیر علی | ۶۱/۲x۱۱ | ۵۰ | اردو | |
| ۲۴۹ | سر الشہادتین | شاہ عبدالعزیز دہلوی مترجم خرم علی | ۷۱/۴x۱۱ | ۴۴ | عربی اردو | |
| ۲۵۰ | شبیہ احمدی منظوم | مولانا جمال الدین حسن | ۷۱/۴x۱۱ | ۴۸ | اردو | |
| ۲۵۱ | شمس الضحی | مولوی محمد مجیب لکھنوی | ۷۱/۴x۱۱ | ۶۴ | اردو | |
| ۲۵۲ | شہادت نامہ منظوم | شیخ امام بخش ناسک | ایضاً | ۲۰ | ایضاً | |
| ۲۵۳ | شہادت نامہ | نواب علی محمد خاں | ایضاً | ۵۶ | ایضاً | |
| ۲۵۴ | شیخ کا ستاہ | مولوی عباس علی | ایضاً | ۵۶ | ایضاً | |
| ۲۵۵ | شرح چہل حدیث | مترجم علی بن حافظ محمد علی | ایضاً | ۴۲ | ایضاً | |
| ۲۵۶ | ضمان الفردوس | مفتی عنایت احمد | ایضاً | ۵۰ | ایضاً | |
| ۲۵۷ | ضیاء البصائر | مولوی شوکت علی | ایضاً | ۵۴ | اردو | |
| ۲۵۸ | طریقہ حسنہ | مولوی حسن علی الوحید | ایضاً | ۴۴ | ایضاً | |
| ۲۵۹ | خدا کی حمت | شاش سلامت اللہ | ایضاً | ۳۶ | ایضاً | |
| ۲۶۰ | چار آئنہ | مولوی عبدالوحید | ایضاً | ۲۰ | ایضاً | |
| ۲۶۱ | علامات قیامت | مولوی خلیل الرحمن برہان پوری | ۶۱/۲x۱۰ | ۷۰ | ایضاً | |
| ۲۶۲ | عادۃ الانسان | حاجی محمد داب اللہ پٹنوی | ایضاً | ۴۸ | ایضاً | |
| ۲۶۳ | عقد الجوہر | مولوی منظو احمد | ایضاً | ۳۴ | ایضاً | |
| ۲۶۴ | فضائل الشہو دوالصیام | مولوی محمد مضان خاں مجددی | ۶۱/۲x۱۱ | ۵۲ | ایضاً | |
| ۲۶۵ | قیامت نامہ بہشت نامہ | مولوی محمد فیاض الحق | ۶۱/۲x۱۰ | ۵۶ | ایضاً | |
| ۲۶۶ | کتاب الاشراف | حاجی عبدالعزیز | ایضاً | ۴۸ | ایضاً | |
| ۲۶۷ | کلید جنت | محمد عبدالعزیز | ایضاً | ۴۸ | ایضاً | |
| ۲۶۸ | کلید باب الحج | مفتی انو علی عاجز کانپوری | ایضاً | ۱۱۶ | ایضاً | |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۶۹ | گلزار جنت (تفسیر) | مولانا قطب الدین دہلوی | ایضاً | ۶۸ | ایضاً | |
| ۲۷۰ | گلزار خلیل | مولوی غلام امام شہید | ایضاً | ۶۴ | ایضاً | |
| ۲۷۱ | تحفۃ الزوزین | مولانا قطب الدین دہلوی | ایضاً | ۸۸ | ایضاً | |
| ۲۷۲ | تحریم النساء | ایضاً | ایضاً | ۳۲ | ایضاً | |
| ۲۷۳ | ترغیب الفرقان | منشی ظہیر الدین بلگرامی | ۱۱x۴/۷۱ | ۱۰۲ | فارسی | |
| ۲۷۴ | تقریر اشہادین (شاہ عبدالعزیز) | مترجم شاہ سلامت اللہ | ایضاً | ۱۰۸ | اردو | |
| ۲۷۵ | تذکرہ سول اکبر | شیخ امانت علی تانتوی | ۱۱x۲/۶۱ | ۸۰ | ایضاً | |
| ۲۷۶ | وصیت نامہ امام غزالی | مترجم مولوی عبدالواحد دہلوی | ایضاً | ۱۶ | ایضاً | |
| ۲۷۷ | مجموعہ زینت القاری | مولوی عنایت احمد | ایضاً | ۶۶ | ایضاً | |
| ۲۷۸ | منتخب احکام القرآن مترجم | مترجم مولوی ابراہیم علی خاں | ۱۱x۴/۷۱ | ۸۲ | عربی اردو | |
| ۲۸۹ | مجموعہ نودونہ نام باری تعالیٰ | لطف اللہ مہندس بن احمد | ۱۰x۲/۵۱ | ۶۴ | عربی فارسی | |
| ۲۸۰ | موید القرآن | مولوی علی بخش خاں بہاد | ۱۱x۴/۷۱ | ۵۲ | ایضاً | |
| ۲۸۱ | نصیحت یوم الجمعہ | حاجی داب اللہ پٹنوی | ایضاً | ۴۲ | ایضاً | |
| ۲۸۲ | وصیت نامہ | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی | ایضاً | ۸ | فارسی | |
| ۲۸۳ | عدیہ مرعوب | مولوی غلام مصطفیٰ | ۱۰x۲/۶۱ | ۵۴ | اردو | |
| ۲۸۴ | تعیین جعفری (شیعی) | سید غلام حید جائسی | ایضاً | ۸۲ | ایضاً | |
| ۲۸۵ | مقصود نجات (ایضاً) | سید مکتا حسین نقوی | ایضاً | ۱۶ | فارسی | |
| ۲۸۶ | مجموعہ توشہ عقبیٰ (ایضاً) | سید محمد عباس نقوی | ایضاً | ۲۰ | عربی فارسی | |
| ۲۸۷ | وسیلۃ النجاۃ (ایضاً) | سید عطاء حسین | ایضاً | ۴۴ | اردو | |
| ۲۸۸ | گلشن فال | خواجہ علی ظفر | ایضاً | ۲۴ | ایضاً | |
| ۲۸۹ | اعجاز یوسفی | حافظ محمد یوسف گنگوہی | ۱۱x۴/۶۱ | ۱۷۰ | ایضاً | |
| ۲۹۰ | تحفۃ العروس | مولوی عبدالحمد | ۱۰x۲/۶۱ | ۲۸ | ایضاً | |
| ۲۹۱ | زینۃ العروس | ایضاً | ایضاً | ۸۸ | ایضاً | |
| ۱۹۲ | ہدایت نسواں | مولوی علی محمد فرنگی محلی | ایضاً | ۳۶ | ایضاً | |

## اوراد، وظائف، عملیات:

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۹۳ | اوراد فتحیہ، باترجمہ فارسی | سید علی ہمدانی | ۴/۷۱x۲/۶۱ | ۵۶ | عربی فارسی | -/۱۰ |
| ۲۹۴ | ادعیہ زیارت مدینہ | مولوی محمد احسن | ۲/۶۱x۲/۵۱ | ۵۰ | عربی | -/۱۰ |
| ۲۹۵ | اوراد نقشبندیہ | ایضاً | ۱۰x۲/۶۱ | ۸ | ایضاً | -/۵ |
| ۲۹۶ | دعاء سبح العرش | | ۱۵x۱۰ | | ایضاً | -/۵ |
| ۲۹۷ | صلوٰۃ محمدیہ | مولوی محمد حسین بریلوی | ۹x۲/۵۱ | ۳۰ | | -/۱۰ |
| ۲۹۸ | مجموعہ اوراد | سید علی ہمدانی | ۱۰x۲/۶۱ | ۴۰ | عربی اردو | -/۱۲ |
| ۲۹۹ | اوراد احسانی | حکیم احسان علی | ۱۰x۲/۶۱ | ۶۰ | ایضاً | -/۱۲ |
| ۳۰۰ | تحفۂ ودود | عبدالعزیز عرف منظو احمد | ۱۱x۴/۷۱ | ۶۰ | اردو | -/۱۲ |
| ۳۰۱ | ودود اکبر مع دیگر اوراد | ایضاً | ایضاً | ۳۰ | عربی، اردو | -/۱۰ |
| ۳۰۲ | زبدۃ الاذکار | مولوی غلام حید گوپامئوی | ۱۰x۲/۶۱ | ۴۲ | اردو | -/۱۰ |
| ۳۰۳ | اوراد احسانی | حکیم احسان علی | ایضاً | ۶۰ | عربی، اردو | -/۱۲ |
| ۳۰۴ | دلائل الخیرات | سید ابوعبداللہ الجزولی | ایضاً | ۱۹۲ | ایضاً | -/۴۰ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۰۵ | جواہر القران مترجم | مولوی محمد ابراہیم | ۹x۲/۵۱ | ۱۴۰ | ایضاً | -/۳۰ |
| ۳۰۶ | مجموعہ اوراد مستندہ | مولوی عبدالعزیز خاں بہادر | ۱۱x۴/۷۱ | ۳۳۲ | ایضاً | -/۶۵ |
| ۳۰۷ | مجربات دیہرلی | مولانا بشارت علی | ۱۰x۲/۶۱ | ۳۹۶ | ایضاً | -۷۵ |
| ۳۰۸ | ناصر العشاق | مولوی محمد ناصر علی | ایضاً | ۱۲۰ | ایضاً | -/۲۵ |
| ۳۰۹ | ناسر الملیب | ایضاً | ۱۱x۴/۷۱ | ۹۴ | ایضاً | -/۲۵ |
| ۳۱۰ | رشید المومنین | مولوی محمد سلطان | ۱۰x۲/۶۱ | ۲۴۰ | ایضاً | -/۵۰ |
| ۳۱۱ | زیور ایمان | | ۱۱x۴/۷۱ | ۱۲۶ | ایضاً | -/۵۰ |
| ۳۱۲ | نافع الخلائق | حاجی زردار خاں | ۱۰x۲/۶۱ | ۵۸۹ | ایضاً | ۱/۲۵ |
| ۳۱۳ | برآرندہ حاجات | مفتی جے گوپال | ۱۰x۲/۶۱ | ۵۲ | عربی اردو | -/۱۵ |
| ۳۱۴ | کنز الحسین | غلام حسین رمال | ایضاً | ۲۰۰ | فارسی | -/۸۵ |
| ۳۱۵ | حرز سلیمانی | خواجہ اشرف علی | ایضاً | ۱۸۰ | اردو | -/۶۰ |
| ۳۱۶ | جواہر القرآن | علامہ ابن ارسامہ | ۱۱x۴/۷۱ | ۱۵۰ | عربی، اردو | -/۳۰ |
| ۳۱۷ | اعجاز یوسفی | حافظ محمد یوسف | ۱۰x۲/۶۱ | ۱۲۰ | اردو | -/۲۵ |
| ۳۱۸ | عقد ثریا | ایضاً | ایضاً | ۶۸ | ایضاً | -/۱۵ |
| ۳۱۹ | مجربات مشائخ | ایضاً | ایضاً | ۵۰ | ایضاً | -/۲۰ |
| ۳۲۰ | مجموعہ توشہ عقبیٰ | خواص نوددنہ نام باری تعالیٰ | ایضاً | ۴۰ | ایضاً | -/۱۲ |
| ۳۲۱ | مجموعہ نوددنہ نام باری تعالیٰ | ایضاً | ایضاً | ۶۴ | ایضاً | -/۱۵ |
| ۳۲۲ | الفیہ ابن مالک منظوم | جمال الدین محمد بن عبداللہ متوفی ۶۷۲ ہجری | ۱۱x۴/۷۱ | ۱۶۰ | عربی | -/۷۵ |
| ۳۲۳ | تسہیل الکافیہ | مولانا عبدالحق خیرآبادی | ایضاً | ۱۳۲ | عربی | -/۲۵ |
| ۳۲۴ | حاشیہ عبدالغفور | مولانا عبدالغفور و عبدالحلیم سیالکوٹی | ۱۳x۹ | ۶۰۴ | ایضاً | -/۲ |
| ۳۲۵ | رضی شرح کافی | مولانا محمد بن حسن استرآبادی | ۱۱x۴/۱۴۱ | ۵۴۸ | ایضاً | ۱/۶۰ |
| ۳۲۶ | شرح ملا جامی | مولانا عبدالرحمن جامی | ۱۳x۹ | ۴۱۲ | ایضاً | ۱/۶۰ |
| ۳۲۷ | کافیہ مع حواشی | مولانا جمال الدین ابن حاجب | ۱۱x۲/۷۱ | ۱۴۴ | ایضاً | -/۳۱ |
| ۳۲۸ | ہدایت النحو | مولوی عبداللہ بلگرامی | ایضاً | ۱۵۴ | ایضاً | -/۳۱ |
| ۳۲۹ | شرح مائۃ عامل | شیخ عبدالقاہر جرجانی | ۱۰x۲/۶۱ | ۵۴ | ایضاً | -/۱۵ |
| ۳۳۰ | ضریری مع حواشی | امام ابوالحسن الضریر | ط | ۳۴ | ایضاً | -/۱۰ |
| ۳۳۱ | جامع النموض چار جلد | قاضی عبدالنبی احمد نگری | ۹x۱۳ | ۸۳۶ | فارسی | -/۳ |
| ۳۳۲ | حل ترکیب کافیہ | مولوی محمد حسن | ۱۱x۴/۷۱ | ۲۶۲ | فارسی | -/۷۵ |
| ۳۳۳ | اصل اصول نحو | مولوی محمد حسن خان | ۱۰x۲/۶۱ | ۷۰ | ایضاً | -/۱۵ |
| ۳۳۴ | مجموعہ نحو میر | میر سید شریف | ۱۱x۴/۷۱ | ۵۰ | ایضاً | -/۵ |

## علم صرف ''عربی''

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۳۵ | شافیہ | ابوعمر عثمان جمال الدین بن حاجب | ۱۰x۲/۶۱ | ۱۸۸ | عربی | -/۴۰ |
| ۳۳۶ | غایۃ التحقیق | مولانا عبدالعزیز بن احمد بخاری | ۱۳x۹ | ۳۷۶ | ایضاً | ۱/۵۰ |
| ۳۳۷ | سراج الارواح | مولانا احمد بن علی | ۱۱x۴/۷۱ | ۷۴ | ایضاً | -/۱۰ |
| ۳۳۸ | زنجانی | مولانا عماد الدین بن عبدالوہاب زنجانی | ایضاً | ۱۶ | ایضاً | -/۵ |
| ۳۳۹ | دستور المبتدی | مولانا صفی بن نصیر | ایضاً | ۵۲ | فارسی | -/۱۵ |
| ۳۴۰ | شرح میزان الصرف | مولوی وارث علی | ۱۰x۲/۶۱ | ۵۲ | ایضاً | -/۱۵ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۴۱ | شرح سلالہ مع شرح فارسی | ملا ابوالجلال عباسی | ایضاً | ۳۶ | عربی فارسی | ۱۰/- |
| ۳۴۲ | صرف میر | میر سید شریف | ایضاً | ۷۲ | فارسی | ۱۲/- |
| ۳۴۳ | میزان الصرف ومنشعب | ایضاً | ۱۱x۷۲/۴ | ۳۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۳۴۴ | اصول عجیبہ | محمد جمال الدین خاں | ایضاً | ۹۲ | اردو | ۱۰/- |
| ۳۴۵ | چار باغ ترجمہ چہار گلزار | محمد یوسف خاں (مترجم) | ایضاً | ۹۲ | ایضاً | ۲۰/- |
| ۳۴۶ | پنج گنج مع حواشی | ظہیر بن محمود علوی | ایضاً | ۱۳۶ | فارسی | ۳۱/- |
| ۳۴۷ | جامع تعلیلات | ایضاً | ایضاً | ۱۸۴ | ایضاً | ۴۰/- |
| ۳۴۸ | جواہر منظومہ | مفتی دولت رائے | ۱۱x۷۱/۴ | ۱۱۸ | ایضاً | ۳۱/- |
| ۳۴۹ | رکاز الاصول | مولوی محمد کاظم خلف معلا نا کاشف علوی | ۸x۱۲ | ۳۰۲ | ایضاً | ۱۰/- |
| ۳۵۰ | زنجانی | عبدالوہاب بن ابراہیم | ایضاً | ۱۶ | عربی | ۵/- |
| ۳۵۱ | شافیہ | ابوعمر عثمان جمال الدین بن صاحب | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۸۸ | ایضاً | ۴۰/- |
| ۳۵۲ | شرح فصول اکبری | مولوی علاء الدین احمد فرنگی محلی | ۱۱x۷۲/۴ | ۲۶۴ | فارسی | ۱/۵۰- |
| ۳۵۳ | صرف کبیر یا مفتوح الصرف | مولوی سید عبدالکبیر فرخ آبادی | ۹x۵۱/۴ | ۸۴ | اردو | ۲۵/- |
| ۳۵۴ | عافیہ شرح شافیہ | ملا محمد سعد | ۶۱/۲x۱۰ | ۲۱۶ | فارسی | ۶۰/- |
| ۳۵۵ | غایۃ التحقیق شرح جامی | مولانا عبدالعزیز بن محمد البخاری | ۹x۱۳ | ۳۷۶ | عربی | ۱/۵۰ |
| ۳۵۶ | فصول اکبری | علامہ علی اکبر بن علی الہ آبادی | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۴۰ | فارسی | ۷۵/- |
| ۳۵۷ | معرض قواعد ومنظر فوائد | منشی گوپال بندلال | ایضاً | ۹۴ | اردو | ۲۵/- |
| ۳۵۸ | اصل اصول نحو | مولوی محمد حسن خاں | ایضاً | ۷۰ | فارسی | ۱۵/- |
| ۳۵۹ | مجموعہ نحو میر | میر سید شریف | ۱۱x۷۱/۴ | ۵۰ | ایضاً | ۱۲/- |
| ۳۶۰ | چار باغ ترجمہ چہار گلزار (صرف ونحو) | مترجم منشی محمد یوسف خاں | ۶۱/۲x۱۰ | ۹۲ | اردو | ۲۰/- |
| ۳۶۱ | عیار القواعد | مولوی ممتاز الحق | ۱۱x۷۱/۴ | ۵۲ | اردو | ۱۲/- |
| ۳۶۲ | عیار القواعد | مولوی ممتاز الحق | ۱۱x۷۱/۴ | ۵۲ | اردو | ۱۲ |

## منطق وفلسفہ ہیئت

| نمبر شمار | نام کتاب | مصنف، مترجم | سائز | صفحات | زبان | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۶۳ | ایساغوجی | اثیرالدین ابہری | ۶۱/۲x۱۰ | ۱۶ | عربی | ۱۰/- |
| ۳۶۴ | بدیع المیزان | مولوی عبداللہ عثمانی | ۱۱x۷۱/۲ | ۸۴ | ایضاً | ۱۵/- |
| ۳۶۵ | خلاصۃ المنطق | منشی دیبی پرشاد | ۱۱x۷۱/۲ | ۱۶ | اردو | ۵/- |
| ۳۶۶ | رسالہ صغری | میر سید شریف | ۶۱/۲x۱۰ | ۶۱ | فارسی | ۵/- |
| ۳۶۷ | رسالہ کبری | ایضاً | ایضاً | ۴۲ | ایضاً | ۱۲/- |
| ۳۶۸ | قال اقول شرح ایساغوجی | | ۷۱/۲x۱۰ | ۲۴ | عربی | ۱۰/- |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۶۹ | میزان المنطق | | ۱۰×۲/۶۱ | ۲۸ | ایضاً | /۱۰ |
| ۳۷۰ | قطبی مع حاشیہ عبد الحکیم | عبدالحکیم سیالکوٹی | ۱۱×۲/۷۱ | ۲۹۲ | ایضاً | /۶۲ |
| ۳۷۱ | شرح مسلم ملا منبین | ملا محمد مبین | ۱۱×۲/۷۱ | ۴۳۴ | ایضاً | /۲۵ |
| ۳۷۲ | شرح مسلم ملا حسن | مولانا محب اللہ بہاری | ۱۱×۲/۷۱ | ۲۸۵ | ایضاً | /۶۲ |
| ۳۷۳ | شرح فارسی میر زاہد | مولانا علاء الدین احمد فرنگی محلی | ایضاً | ۲۲۴ | فارسی | /۴۵ |
| ۳۷۴ | شرح تہذیب | جمال الدین محمد شہرستانی | ایضاً | ۱۳۲ | ایضاً | /۳۱ |
| ۳۷۵ | قطبی | علامہ قطب الدین | ایضاً | ۱۲۴ | عربی | /۴۵ |
| ۳۷۶ | مجموعہ منطق | میر سید شریف | ایضاً | ۱۴۸ | ایضاً | /۲۵ |
| ۳۷۷ | میر قطبی | ایضاً | ایضاً | ۱۵۲ | ایضاً | /۲۵ |
| ۳۷۸ | حاشیہ صدرا | مولانا ولی اللہ فرنگی محلی | ۱۲×۸ | ۳۲۶ | حکمت عربی | /۲۵ |
| ۳۷۹ | شرح اشارات بوعلی سینا | شارح حکیم نصیر الدین طوسی | ۱۳×۹ | ۲۸۰ | ایضاً | ـ/۱ |
| ۳۸۰ | میبذی | حسین بن معین الدین المیبذی | ۱۱×۴/۷۱ | ۲۲۰ | ایضاً | /۶۰ |
| ۳۸۱ | شرح جغمنی (علم ہیئت) | قاضی زادہ ملا موسیٰ | ۱۷×۲/۱۲۱ | ۲۲۶ | علم ہیئت عربی | /۶۵ |
| ۳۸۲ | حاشیہ میر زاہد ملا جلال | مولانا بحر العلوم فرنگی محلی | ۱۲×۸ | ۲۶ | منطق عربی | /۲۵ |
| ۳۸۳ | شرح عقائد نسفی | علامہ سعد الدین تفتازانی | ۱۱×۲/۷۱ | ۱۳۲ | عربی | ـ/۲ |
| ۳۸۴ | شرح مواقف | سید شریف علی بن قاضی محمد جرجانی | ایضاً | ۷۷۰ | ایضاً | /۵۰ |
| ۳۸۵ | حاشیہ میر زاہد | میر زاہد بن قاضی اسلم ہردوی | ۱۳×۸ | ۱۴۴ | ایضاً | /۵۰ |
| ۳۸۶ | حاشیہ خیالی بر شرح عقائد نسفی | مولانا احمد بن موسیٰ الخیالی | ۱۱×۴/۷۱ | ۲۳۲ | ایضاً | /۵۸ |
| ۳۸۷ | حاشیہ عبدالحکیم بر خیالی | مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی | ایضاً | ۲۶۶ | ایضاً | /۶۰ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۸۸ | تحفۂ اثنا عشریہ | شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی | ایضاً | ۴۰۱۶ | فارسی | /۵۰ |
| ۳۸۹ | تقویت الایمان | مولانا محمد اسماعیل شہید | ۶۱/۲×۱۰ | ۲۹۶ | اردو | /۶۰ |
| ۳۹۰ | الضرب المنکر | مولوی علی مظہر (مناظر) | ط | ۱۳۰ | ط | /۵۰ |

## عربی ادب، علم معانی و بیان

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۹۱ | اخوان الصفاء | مولانا ابن الجلدی | ۷۱/۲×۱۱ | ۳۳۰ | عربی | ۱/- |
| ۳۹۲ | دیوان حضرت علی مع شرح فارسی | مولوی عبدالرشید | ۹×۱۱ | ۱۴۲ | عربی فارسی | /۶۰ |
| ۳۹۳ | قلیوبی | علامہ شہاب الدین | ۷۱/۴×۱۱ | ۱۳۲ | عربی | /۳۰ |
| ۳۹۴ | مقامات حریری | ابومحمد بن قاسم الحریری | ۹×۱۱ | ۶۱۶ | ایضاً | ۳/- |
| ۳۹۵ | مقامات حمیدی | قاضی حمید ابوبکر | ۸×۱۲ | ۱۳۶ | عربی فارسی | /۴۰ |
| ۳۹۶ | مختصر المعانی | علامہ مسعود بن عمر تفتازانی | ۸×۱۲ | ۲۸۴ | عربی | ۲/- |
| ۳۹۷ | المطول شرح تلخیص المفتاح | علامہ سعد الدین تفتازانی | ۷۱/۴×۱۱ | ۸۱۶ | ایضاً | /۵۰ |
| ۳۹۸ | فرہنگ قلیوبی | مولانا سید امیر علی ملیح آبادی | ایضاً | ۸۰ | ایضاً | /۱۵ |
| ۳۹۹ | سرور العباد قصیدہ ہپ بانت سعاد مع شرح | حاجی محمد نذیر | ۶۱/۲×۱۰ | ۵۴ | فارسی | /۱۲ |

## عربی لغات و فرہنگ

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۰۰ | اساس البلاغت | علامہ ابوالقاسم محمود | ۸×۱۲ | ۷۰۸ | عربی | ۳/- |
| ۴۰۱ | صراح مع فرہنگ قتاح ۲ جلد | ابوالفضل محمد بن عمر قریشی | ۷۱/۴×۱۱ | ۱۱۹۴ | عربی فارسی | /۵۰ |
| ۴۰۲ | قاموس ۲ جلد کامل | علامہ مجد الدین شیرازی | ۹×۱۳ | ۱۲۸۴ | عربی | /۶ |
| ۴۰۳ | مجمع البحار (لغت حدیث) کامل | علامہ شیخ محمد طاہر | ۸×۱۲ | ۱۶۷۲ | ایضاً | /۵۰ |
| ۴۰۴ | منتہی الارب ۲ جلد کامل | مولانا عبدالرحیم صفی پوری | ۷۱/۲×۱۱ | ۲۰۸۲ | عربی فارسی | ۱۸/- |
| ۴۰۵ | فقہ اللسان ۳ جلد | جسٹس کرامت حسین | ایضاً | ۱۲۰۰ | عربی | ۱۲/- |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۰۶ | خزینۃ الامثال | سید حسن شاہ | ۶۱/۲×۱۰ | ۶۶۴ | عربی فارسی اردو | ۵۰/ |

## اخلاق وتصوف

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۰۷ | احیاء العلوم چار حصے | امام غزالی | ۸×۱۲ | ۱۱۶۰ | عربی | ۴/۵۰ |
| ۴۰۸ | غنیۃ الطالبین | شیخ عبدالقادر جیلانی | ایضاً | ۴۰۰ | ایضاً | ۳/- |
| ۴۰۹ | نصوص الحکمی | علامہ محی الدین بن عربی | ایضاً | ۳۸۰ | ایضاً | ۳/- |
| ۴۱۰ | عوارف المعارف | شہاب الدین سہروردی | | ۴۰۰ | ایضاً | ۲/- |
| ۴۱۱ | التاویل الحکم شرح فصوص الحکم | مولانا محمد حسن امروہی | ۸×۱۲ | ۶۲۲ | فارسی | ۲/- |
| ۴۱۲ | ترجمہ غنیۃ الطالبین | مترجم شعبہ تصنیف وترجمہ مطبع نولکشور | ۸/ | ۷۷۲ | اردو | ۳/- |
| ۴۱۳ | کیمیائے سعادت | امام محمد غزالی | ۶۱/۲×۱۰ | ۴۷۰ | فارسی | ۱/- |
| ۴۱۴ | اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت | مترجم مولانا فخر الدین فرنگی محلی | ۱۰×۱۳ | ۶۳۴ | اردو | ۳/- |
| ۴۱۵ | انوار الرحمٰن | ملفوظات شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی | ۶۱/۲×۱۰ | ۴۷۰ | فارسی | ۱/- |
| ۴۱۶ | ترجمہ عوارف المعارف | مترجم مولانا ابوالحسن نوید آبادی | ۵۱/۲×۹ | ۷۰۲ | اردو | ۲۵/ |
| ۴۱۷ | جواہر کیمی | مظفر علی شاہ اکبر آبادی | ۹×۱۳ | ۹۰۶ | فارسی | ۲۵/ |
| ۴۱۸ | تذکرۃ اللبی | مولانا ابوالحسن فرید آبادی | ۹×۱۳ | ۱۲۶ | ایضاً | ۷۵/ |
| ۴۱۹ | رسالہ معرفۃ السلوک | شاہ محمود | ۶۱/۲×۱۰ | ۱۰۸ | ایضاً | ۲۵/ |
| ۴۲۰ | رہبر راہ حق | حاجی زوار خاں | ۷۱/۴×۱۱ | ۲۲۶ | اردو | ۶۰/ |
| ۴۲۱ | معرفت انتخاب مثنوی رومی | مترجم منظوم سید غلام حیدر | ۵۱/۲×۹ | ۶۲۰ | ایضاً | ۲۵/ |
| ۴۲۲ | فوائد سعدیہ | قاضی ارتضی علی خاں | ۶۱/۲×۱۰ | ۲۵۴ | فارسی | ۷۵/ |
| ۴۲۳ | فوائد الفوائد | نظام الدین اولیاء | ایضاً | ۲۶۴ | ایضاً | ۷۵/ |
| ۴۲۴ | فتوح الغیب مع شرح | شیخ عبدالقادر جیلانی | ۶۱/۲×۱۰ | ۲۳۲ | ایضاً | ۷۵/ |
| ۴۲۵ | ایضاً | شیخ عبدالحق محدث دہلوی | ایضاً | | | |
| ۴۲۶ | کلمہ الحق | شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی | ایضاً | ۷۲ | ایضاً | ۳۰/ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۲۷ | مکتوبات شرف الدین احمد یحیی منیری | حضرت شرف الدین احمد یحی منیری | ۶۱/۲×۱۰ | ۳۰۴ | فارسی | ۶۰/ |
| ۴۲۸ | مکتوبات مجدد الف ثانی | حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی | ایضاً | ۹۴۸ | ایضاً | ۵۰/ |
| ۴۲۹ | مطالب رشیدی | شاہ تراب علی قلندر | ایضاً | ۳۱۶ | ایضاً | ۶۰/ |
| ۴۳۰ | مصباح التہذیب ترجمہ عوارف | مترجم حضرت شاہ محمود کاشانی | ایضاً | ۲۳۴ | ایضاً | ۵۰/ |
| ۴۳۱ | مقالات صوفیہ | حضرت شاہ تراب علی کاکوری | ایضاً | ۲۳۲ | ایضاً | ۱/- |
| ۴۳۲ | مذاق العارفین ترجمہ | مترجم مولانا محمد احسن نانوتوی | ۱۰×۱۰ | ۱۹۷۶ | اردو | ۱/- |
| ۴۳۳ | منہیات مع ترجمہ اردو | شیخ احمد بن علی | ۵۱/۲×۹ | ۵۱/۲×۹ | عربی اردو | ۴۰/ |
| ۴۳۴ | مثنوی سرحق | سید شاہ عطا حسین | ۶۱/۲×۱۰ | ۱۸۶ | ایضاً | ۵۰/ |
| ۴۳۵ | شرح تعارف | " | ۷۱/۲×۱۱ | ۹۰۰ | فارسی | ۴/- |
| ۴۳۶ | مشارق الانوار | مولوی غلام رسول | ۶۱/۲×۱۰ | ۲۳۲ | پنجابی | ۵۰/ |
| ۴۳۷ | نغمۂ عشاق | مولوی نور اللہ مراد آبادی | ایضاً | ۲۳۸ | فارسی | ۵۰/ |
| ۴۳۸ | معدن تہذیب | مرزا حبیب حسین | ایضاً | ۲۴۶ | اردو | ۲/- |
| ۴۳۹ | مثنوی الکلام | حضرت بینظیر شاہ | ایضاً | ۴۵۲ | ایضاً | ۵۰/ |
| ۴۴۰ | کشاف اسرار المشائخ (انگریزی) | مصنف جان برائن مترجم شعبۂ تصنیف و ترجمہ | ایضاً | ۴۸۶ | ایضاً | ۲/- |
| ۴۴۱ | زبدۃ مقامات | حضرت شاہ باقی باللہ نقشبندی | ایضاً | ۳۵۴ | فارسی | ۱۲/ |
| ۴۴۲ | اخلاق رضی | قاضی محمد رضی | ۸×۱۲ | ۱۵۰ | ایضاً | ۷۵/ |
| ۴۴۳ | اخلاق جلالی | محقق دوانی | ۷۱/۲×۱۱ | ۳۵۴ | ایضاً | ۱۲/ |
| ۴۴۴ | اخلاق ناصری | محمد ابن حسن نصیر الدین طوسی | ۵۱/۲×۹ | ۵۱۲ | ایضاً | ۲۵/ |
| ۴۴۵ | اخلاق محسنی | ملا حسین واعظ کاشفی | ۷۱/۲×۱۱ | ۲۰۸ | ایضاً | ۴۰/ |
| ۴۴۶ | دلیل العارفین | خواجہ قطب الدین بختیار کاکی | ۶۱/۲×۱۰ | ۷۴ | ایضاً | ۲۵/ |
| ۴۴۷ | انیس الارواح | شاہ معین الدین چشتی | ایضاً | ۴۰ | ایضاً | ۱۰/- |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۴۸ | اسرارالحروف ہندی | شیخ علی شاہ قادری | ۱۱×۲/۷۱ | ۷۴ | اردو | /۲۰ |
| ۴۴۹ | آب حیات | منشی کانتا پرشاد | ۱۰×۲/۶۱ | ۸۸ | ایضاً | /۲۰ |
| ۴۵۰ | بیسر نامہ | فریدالدین عطار | ۱۱×۲/۷۱ | ۴۸ | فارسی | /۱۵ |
| ۴۵۱ | باب دانش | مولوی کریم بخش | ایضاً | ۶۶ | اردو | /۱۲ |
| ۴۵۲ | بستان تہذیب | حاجی عمر علی خاں | ایضاً | ۸۴ | ایضاً | /۱۵ |
| ۴۵۳ | بحرالحقیقت | | ۹×۲/۵۱ | ۷۲ | ایضاً | /۱۲ |
| ۴۵۴ | تہذیب اخلاق | مولوی نجم الحق | ۹×۲/۵۱ | ۳۸ | ایضاً | /۱۲ |
| ۴۵۵ | تہذیب احسانی | حکیم احسان علی | ۱۰×۲/۶۱ | ۷۸ | ایضاً | /۱۵ |
| ۴۵۶ | تحفۃ العاشقین | شاہ عبدالصمد | ۱۰×۲/۷۱ | ۴۸ | ایضاً | /۱۲ |
| ۴۵۷ | چشمیہ فیض ترجمہ پند نامہ | شیخ فریدالدین عطار | ۱۰×۲/۶۱ | ۴۸ | ایضاً | /۱۲ |
| ۴۵۸ | حدیقہ الاخاق ترجمہ میاید پسندیدہ | راجیشور رائے اصفر | ۹×۲/۵۱ | ۲۸ | ایضاً | /۱۰ |
| ۴۵۹ | خزینہ دانش | مولوی کریم بخش | ایضاً | ۱۳۲ | ایضاً | /۲۰ |
| ۴۶۰ | ذخیرہ سعادت | لالہ لال جی | ایضاً | ۴۶ | ایضاً | /۱۰ |
| ۴۶۱ | نکات احسانی | حکیم احسان علی | ایضاً | ۶۰ | ایضاً | /۱۵ |
| ۴۶۲ | جامع الاخلاق ترجمہ اخلاق جلالی | مترجم | ایضاً | ۱۷۶ | ایضاً | /۳۰ |
| ۴۶۳ | نصیحت نامہ | منشی دیبی پرشاد | ایضاً | ۶۰ | ایضاً | /۳۰ |
| ۴۶۴ | تحفۃ الاسلام | مولوی ابوالحسن فرید آبادی | ۱۰×۲/۶۱ | ۱۱۲ | ایضاً | /۴۰ |
| ۴۶۵ | منہاج السالکین ترجمہ یوگ بششٹ | مترجم مولانا ابوالحسن فریدآبدی | ایضاً | ۳۲۶ | ایضاً | ۱/- |
| ۴۶۶ | مجموعہ تصوف | شیخ برہان | ۱۰×۲/۷۱ | ۷۲ | ایضاً | /۱۲ |
| ۴۶۷ | ہدایت المومنین | ملا معین الدین | ۱۰×۲/۶۱ | ۳۰ | فارسی | /۱۰ |
| ۴۶۸ | مجموعہ توحید | شاہ ولی | ایضاً | ۳۴ | اردو | /۱۲ |
| ۴۶۹ | مجموعہ صد پند لقمان | ادارہ | ۱۰×۲/۶۱ | ۶۴ | فارسی | /۱۵ |
| ۴۷۰ | انیس الارواح | خواجہ معین الدین | ایضاً | ۴۰ | ایضاً | /۱۲ |
| ۴۷۱ | باب دانش | مولوی محمد کریم بخش | ایضاً | ۴۴ | ایضاً | /۱۴ |
| ۴۷۲ | کنزالاسرار | بوعلی شاہ قلندر | ایضاً | ۳۰ | ایضاً | /۱۰ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۷۳ | ہدایت المومنین | مولانا مظہر علی العلائی | ایضاً | ۷۸ | | /۲۰ |
| ۴۷۴ | مجموعہ نکات فقر | | ایضاً | ۴۸ | ایضاً | /۱۰ |
| ۴۷۵ | مکتوبات موالی شرف الدین یحی منیری بنام شیخ مظفر | مرتب مولانا ابوالحسن | ایضاً | ۸۰ | ایضاً | /۰ |
| ۴۷۶ | لمعۃ الانوار | شاہ محمد مہدی عطاء سلونوی | ایضاً | ۱۶۰ | فارسی عربی | /۲۰ |
| ۴۷۷ | مرغوب القلوب | شمس تبریزی | ایضاً | | فارسی | /۵۰ |
| ۴۷۸ | منطق الطیر | فریدالدین عطار | ایضاً | | ایضاً | |
| ۴۷۹ | ارشاد مرشد | شاہ امداد اللہ مہاجر مکی | ایضاً | | ایضاً | /۱۲ |
| ۴۸۰ | دلیل العارفین ملفوظات | شاہ معین الدین چشتی بختیار کاکی | ایضاً | | ایضاً | /۲۰ |
| ۴۸۱ | انوار الرحمن ملفوظات | شاہ عبدالرحمن لکھنوی | ایضاً | | ایضاً | /۲۵ |
| ۴۸۲ | اسرار الاولیاء ملفوظات | حضرت بابا فرید گنج شکر | ایضاً | | | /۲۵ |
| ۴۸۳ | ترجمہ عوارف المعارف | مترجم مولانا ابوالحسن فریدآبادی | ایضاً | ۴۰۰ | اردو | /۷۵ |
| ۴۸۴ | رہبر راہ حق | حاجی زردار خاں | ایضاً | ۲۰۰ | ایضاً | /۶۰ |
| ۴۸۵ | الہامات غوثیہ حالات شیخ عبد القادر جیلانی | | ایضاً | | ایضاً | /۴۰ |
| ۴۸۶ | سراج السالکین ترجمہ منہاج العابدین غزالی | مترجم مولوی محمد منیری | ایضاً | ۲۵۰ | ایضاً | /۶۰ |

## میلاد، نعت و منقبت اور شہادت نامے

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۸۷ | گلدستہ محسن | محسن کاکوروی مرتب موکوی محمد حسن | ۶۱/۲×۱۰ | ۴۰ | اردو | /۱۰ |
| ۴۸۸ | گلزار جنت | | ۷۱/۲×۱۱ | ۶۸ | ایضاً | /۱۵ |
| ۴۸۹ | گلزار خلیل | غلام امام شہید | ۶۱/۲×۱۰ | ۶۴ | ایضاً | /۱۵ |
| ۴۹۰ | گلزار نعت | مفتی رحمن علی | ایضاً | ۸۰ | ایضاً | /۲۵ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۴۹۱ | مولود شہید | غلام امام شہید | ۱۰۱×۲/۷۱ | ۷۰ | ایضاً | /۱۵ |
| ۴۹۲ | مولود جدید | | ایضاً | ۸۴ | ایضاً | /۳۰ |
| ۴۹۳ | نسیم جنت | | ایضاً | ۸۸ | ایضاً | /۱۵ |
| ۴۹۴ | مہر ثبوت | مروان علی خاں رعنا | ۱۰×۲/۶۱ | ۵۲ | ایضاً | /۱۰ |
| ۴۹۵ | نودونہ نام باری تعالی | لطف اللہ مہندس | ایضاً | ۶۴ | عربی فارسی | /۲۰ |
| ۴۹۶ | میلاد شریف مدح پیغمبر | گلشن الدولہ مرزا علی خاں | ۱۱×۲/۷۱ | ۶۴ | اردو | /۱۵ |
| ۴۹۷ | مخمس ہفت بند کاشی | ملا کاشی | ایضاً | ۶۴ | فارسی | /۱۵ |
| ۴۹۸ | منظوم مبارک | سید اولاد حسین | ایضاً | ۵۲ | اردو | /۱۵ |
| ۴۹۹ | نالہ عاصم | مولوی عبدالحکیم | ۱۰×۲/۶۱ | ۵۸ | ایضاً | /۲۰ |
| ۵۰۰ | مقاصد الصالحین | مولوی عبدالرحمن خاں | ایضاً | ۹۴ | ایضاً | /۲۰ |
| ۵۰۱ | چہاردہ مجلس دلپذیر | سید وزیر حسن | ۱۱×۲/۷۱ | ۳۲۰ | ایضاً | /۷۵ |
| ۵۰۲ | عنایت الخیرات | کیم ناصر علی آروی | ایضاً | ۳۸۶ | ایضاً | /۷۵ |
| ۵۰۳ | میلاد عزیزی | حافظ عبدالعزیز لکھنوی | ایضاً | ۱۷۶ | ایضاً | /۴۰ |
| ۵۰۴ | محمد خاتم النبین | امیر احمد امیر مینائی | ۱۰×۲/۹۱ | ۱۵۶ | ایضاً | /۴۰ |
| ۵۰۵ | میلاد سرور انبیاء | سید سرور علی | ۱۰×۲/۶۱ | ۱۶۰ | ایضاً | /۴۰ |
| ۵۰۶ | ناصر الابرار مناقب اہل بیت اطیار | مولوی ناصر علی | ایضاً | ۱۱۸ | ایضاً | /۳۰ |
| ۵۰۷ | مجموعہ مراثی اساتذہ شیعی | ملا محتشم و ملا مقبل وغیرہ | ۱۱×۴/۷۱ | ۳۶۸ | فارسی | /۷۵ |
| ۵۰۸ | واقعات نظم کربلا | ملا خطا شوستری | ایضاً | ۲۵۰ | ایضاً | /۲۵ |
| ۵۰۹ | بہارستان منقبت | حکیم ظہیر احمد شاہ سہسوانی | ۱۰×۲/۶۱ | ۵۴ | اردو | /۱۰ |
| ۵۱۰ | شمس الضحی فی میلاد مصطفیٰ | مولوی محمد مجیب اللہ لکھنوی | ۱۱×۴/۷۱ | ۶۴ | ایضاً | /۱۵ |
| ۵۱۱ | خدا کی رحمت | مولانا شاہ سلامت اللہ | ایضاً | ۳۶ | ایضاً | /۱۰ |
| ۵۱۲ | خمسۂ محمدیہ | غلام امام شہید | ایضاً | ۶۴ | ایضاً | /۱۵ |
| ۵۱۳ | گلزار نعت | منشی رحمن علی | ایضاً | ۸۰ | ایضاً | /۲۰ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵۱۴ | مولودالنبی | مولوی پیر محمد خضری | ایضاً | ۲۲ | ایضاً | /۲۰ |
| ۵۱۵ | سراپائے سید المرسلین | مولوی محمد عبدالرزاق | ایضاً | ۳۰ | ایضاً | /۱۵ |

## طب یونانی

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵۱۶ | اقصرائی شرح موجز | علامہ جمال الدین الاقصرائی | ۸×۱۲ | ۴۹۸ | عربی | /۲۵ |
| ۵۱۷ | حمیات قانون شفی | حکیم بوعلی سینا | ۶۱/۲×۱۰ | ۵۲ | ایضاً | /۷۵ |
| ۵۱۸ | سدیدی شرح موجز | حکیم الکازروتی | ۸×۱۲ | ۵۸۲ | ایضاً | ـ/۲ |
| ۵۱۹ | شرح اسباب ۲ جلد کامل | حکیم نجیب الدین | ایضاً | ۶۳۴ | ایضاً | /۲۵ |
| ۵۲۰ | قانونچہ | حنین بن اسحاق | ۶۱/۲×۱۰ | ۱۵۲ | ایضاً | /۳۱ |
| ۵۲۱ | موجز القانون | شیخ علاء الدین بن جزم | ۷۱/۲×۱۱ | ۱۶۰ | ایضاً | /۳۵ |
| ۵۲۲ | معالجات نفیسی | علامہ نفیس بن عوض القرشی | ۱۲×۶ | ۵۶۸ | ایضاً | ـ/۲ |
| ۵۲۳ | نفیسی مع حواشی | ایضاً مترجم عبدالحلیم | ۸×۱۲ | ۴۹۶ | ایضاً | ـ/۲ |
| ۵۲۴ | اکسیر اعظم چار جلد کامل | حکیم محمد اعظم خاں | ۱۱×۱۲ | ۲۶۳۰ | فارسی | ـ/۱۰ |
| ۵۲۵ | ترجمہ کلیات قانون بن سینا | مترجم شیخ اللہ شیرازی | ۱۴۱/۲×۱۱ | ۲۵۶ | ایضاً | ـ/۲ |
| ۵۲۶ | تکشیف الحکمہ | حکیم محمد سلیم خاں دہلوی | ۶۱/۲×۱۰ | ۱۸۸ | ایضاً | /۴۰ |
| ۵۲۷ | جامع شفائیہ ۲ جلد | حکیم سید افضل علی خاں | ۱۰۱۳ | ۱۰۵۰ | ایضاً | ـ/۵ |
| ۵۲۸ | خلاصہ التجارب | حکیم بہاء الدین و حکیم علوی دہلوی | ۷۱/۲×۱۱ | ۶۴۸ | ایضا | /۲۵ |
| ۵۲۹ | دستور العلاج | حکیم سلطان علی خراسانی | ایضا | ۳۳۸ | ایضا | /۷۵ |
| ۵۳۰ | ترجمہ کلیات سدیدی | مترجم حکیم سید عابد حسین | ۸×۱۲ | ۱۹۸۰ | اردو | /۷۵ |
| ۵۳۱ | ترجمہ معالجات سدیدی فن اول | ایضا | ۸×۱۲ | ۱۸۸ | ایضا | /۷۵ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵۳۲ | ترجمہ معالجات سدیدی فن ثانی | ایضا | ایضا | ۴۹۶ | ایضا | ۲/- |
| ۵۳۳ | اکسیر القلوب ترجمہ مفرح القلوب | مترجم حکیم نور کریم دریا آبادی | ۱۱×۴/۷۱ | ۶۹۶ | ایضا | /۴۰ |
| ۵۳۴ | ترجمہ امرت ساگر | مترجم پنڈت پیارے لال | ۱۰×۲/۶۱ | ۵۰۲ | ایضا | /۲۵ |
| ۵۳۵ | اکسیر الامراض | حکیم علمدار حسین | ایضا | ۲۴۰ | ایضا | /۵۰ |
| ۵۳۶ | ترجمہ دستور العلاج | مترجم حکیم ہادی حسین مرادآبادی | ایضا | ۷۷۲ | ایضا | /۵۰ |
| ۵۳۷ | اردو ترجمہ قانونچہ | مترجم حکیم غلام حسین کنتوری | ۹×۱۳ | ۱۱۰ | ایضا | /۴۰ |
| ۵۳۸ | ترجمہ نفیسی چار حصہ | مترجم حکیم عابد حسین | ۸×۱۲ | ۱۰۳۰ | ایضا | /۵۰ |
| ۵۳۹ | بحر محیط ۲ جلد کامل اول | حکیم اصغر حسین فرخ آبادی | ایضا | ۱۴۴ | ایضا | /۷۰ |
| ۵۴۰ | ایضا دوم | ایضا | ایضا | ۱۱۰ | ایضا | /۵۰ |
| ۵۴۱ | تشریح الاسباب | حکیم قاضی الٰہی بخش امرت سری | ۱۰×۲/۶۱ | ۲۵۸ | ایضا | /۲۰ |
| ۵۴۲ | ترکیب العلاج | حکیم امیر الدین بلہروی | ایضا | ۲۴۸ | ایضا | ۲/- |
| ۵۴۳ | ترجمہ طب اکسیر | حکیم محمد حسین نانتوی | ۱۰×۱۳ | ۶۴۴ | ایضا | /۲۵ |
| ۵۴۴ | ترجمہ قرابان دین شفائی | حکیم ہادی حسن مرادآبادی | ۱۰×۲/۶۱ | ۲۰۴ | ایضا | /۴۰ |
| ۵۴۵ | ترجمہ زاد غریب | ایضا | ایضا | ۲۲۲ | ایضا | /۴۰ |
| ۵۴۶ | شفاء الابدان | حکیم واجد علی خاں | ایضا | ۴۷۲ | فارسی | /۹۰ |
| ۵۴۷ | شفاء الامراض | حکیم مولوی نور کریم دریا آبادی | ایضا | ۳۴۴ | اردو | ۱/- |
| ۵۴۸ | ضیاء الابصار فی حد الباہ | حکیم محمود خاں دہلوی | ایضا | ۱۱۲ | عربی فارسی | /۲۵ |



Marfat.com

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵۴۹ | طب اکبر مع حاشیہ | حکیم محمد اکبر ارزنی | ۱۰×۱۳ | ۲۴۴ | فارسی | ۱/- |
| ۵۵۰ | عجالۂ نافعہ | حکیم محمد شریف خاں دہلوی | ۶۱/۲×۱۰ | ۴۷۴ | ایضا | /۷۵ |
| ۵۵۱ | علاج الغرباء | حکیم غلام امام مترجم حکیم اصغر علی | ایضا | ۲۵۶ | اردو | /۵۰ |
| ۵۵۲ | علاج بر محل ترجمہ از انگریزی | مصنف سرجان ٹیلر مترجم سید زوار حسین | ایضا | ۱۶۴ | ایضا | /۲۵ |



Marfat.com

# اسی مصنف کی قابل مطالعہ کتابیں

## (1)

## مغربی افریقہ میں اسلام

### علمی تہذیبی اور ثقافتی مطالعہ (نائجیریا کے خصوصی حوالہ سے)

مغربی افریقہ میں اسلام کی آمد سے موجودہ عہد تک کی علمی اور تمدنی سرگرمیوں کا ایک مبسوط جائزہ۔ مغربی افریقہ میں اسلامی قوتوں نے تنہا جس طرح برطانوی، فرانسیسی، اطالوی اور دیگر غیر مسلم مغربی اقوام کا دفاع کیا اس کی مفصل تاریخ جس میں صوفی سلسلوں، علمی و روحانی مراکز اور ان کی تخلیقات و نتائج فکر کا احاطہ کیا گیا ہے۔

## (2)

## عہد سلطنت کے فقہا، صوفیاء اور دانشوروں کی نظر میں ہندو کی حیثیت

عہد سلطنت کے ہندوستان میں جو مذہبی رواداری، تہذیبی لین دین اور وسیع القلبی عام ہوگئی تھی جس کے نتیجہ میں ایک مشترک تہذیب اور زبان وجود میں آئی۔ اس کتاب میں صوفیائے کرام اور فقہاء کی کتابوں سے اسے ثابت کیا گیا ہے۔ غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے دور میں اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

## (3) قفس رنگ (شعری مجموعہ)

## (4) جرمن مستشرقین (زیر طبع)



Marfat.com

# DIRASAATE ISLAMIA KE FAROGH MEIN HINDOAUN KI KHIDMAAT

by

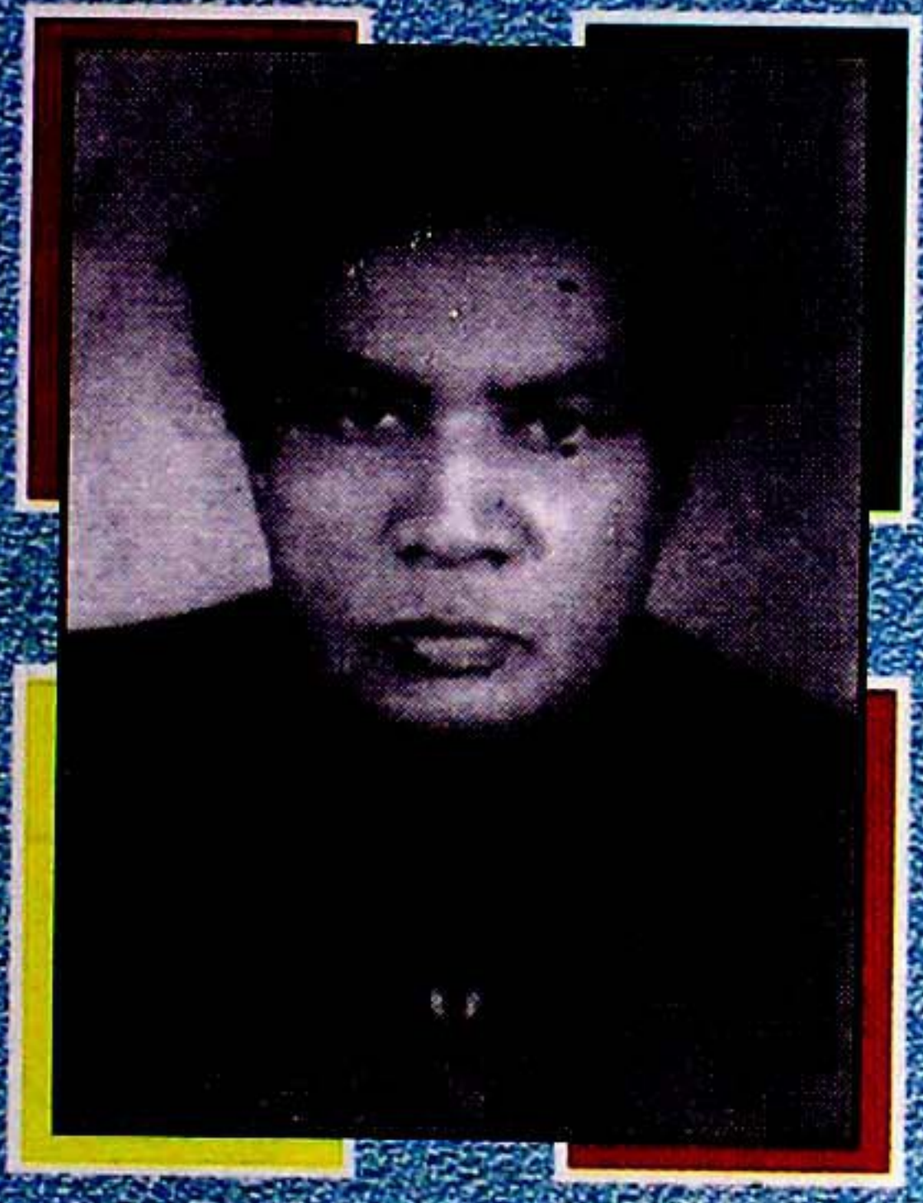


**Prof. Shees Muhammad Ismail Azmi**

(Head Dept. of Islamic Studies,
Jamia Millia Islamia, Delhi.)


پیدائش: دسمبر ۱۹۴۲ء

تعلیم: مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علیگڑھ سے مکمل کی۔

۱۹۶۸ء سے جنوری ۱۹۹۳ء تک نائجیریا (NIGERIA) بسلسلہ ملازمت قیام رہا۔ مستقل درس و تدریس رہا۔

آخیر کے دس سال سکوتو یونیورسٹی شمالی نائجیریا میں شعبہ عربی میں استاد اور پھر صدر شعبہ کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔

چند سال جامعہ ہمدرد میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز سے تعلق رہا۔ فی الحال جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اسی شعبہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اب تک مختلف علمی مضامین اور ترجموں کے علاوہ مندرجہ ذیل تصنیفات شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ مغربی افریقہ میں اسلام نائجیریا کے خصوصی حوالے سے ۲۔ عہد سلطنت کے فقہا صوفیہ اور دانشوروں کی نظر میں [illegible]

۳۔ قفس رنگ (شعری مجموعہ) ۴۔ دراسات اسلامیہ کے فروغ میں ہندوؤں کی خدمات

زیر طبع

۱۔ کچھ جرمن مستشرقین ۲۔ مسلمان ماہرین علم بشریات


**Kitabi Duniya**

1955, Turkman Gate, Delhi - 6 (INDIA)
E-mail kitabiduniya@rediffmail.com
Ph : 3288452

ISBN-81-87666-41-2



Marfat.com